RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED
۲۲۱۲۱۷
Checked
1987

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ

ہاں چلو شہر کے بازار کا سودا دیکھو
نقد سرمایۂ امت کا سیا دیکھو

۳۹۷۶۷
CHECKED
CHECKED 1995

سلک مرصع

یعنی

بیان واقعۂ کربلا مولفہ جناب مولوی سید محمود صاحب دکن حیدرآباد

مطبع نقش دکن حیدرآباد میں طبع ہوئی

قیمت فی جلد ۱۲؍
طبع اول ۵۰۰ جلد

التماس

یہ قصہ وہ نہین تم جس کو قصہ خوان سے سنو
ستم کشون کی کہانی مری زبان سے سنو

قبل اس کے کہ یہ کتاب ملاحظہ مین لائی جائے ہم کو اپنے معزز ناظرین کی خدمت مین بہت سی قابل عفو معذرتین کرنی ہین ۔ یہ مضمون جو پیش کیا جاتا ہے ایک ایسے واقعہ کا مرقع ہے جس کو ایک مدت سے کل اسلامی دنیا دیکھ رہی ہے ۔ اور جسکے خط وخال پر ہر اعلی و ادنی کی نگاہین پڑچکی ہین ۔ کربلا کا غضب ناک معرکہ کون مسلمان ہے جو نہین جانتا ؟ ہندوستان مین تو ہندو بھی اس واقعہ سے بہ نسبت مسلمانون کے کم واقف نہین ہین ۔ اور صدق دل سے اعتقاد رکھنے مین بھی مسلمانونکے برابر ہین ۔ ہر سال محرم مین سیکڑون ہزارون روپئے نذر و نیاز مین صرف کیئے جاتے ہین ۔ غریب سے غریب آدمی بھی قرض دام لیکر اپنے مقدور سے زیادہ خرچ کرتا ہے ۔ جابجا تعزیہ داری کی مجلسین ترتیب دی جاتی ہین ۔ اور اون مین مرثیہ خوانی ہوتی ہے ماتم کیا جاتا ہے ۔ اہل مجلس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین؏

گویا آج ہی شہید ہوئے ہین ۔ اور کیون نہو؟ اون کی مصیبت ، اونکی مظلومی، اونکی بیکسی اور اون کی اعلی خاندانی اسی بات کی مقتضی ہے ۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے؟ کہ کسی ادنی سے ادنی آدمی کی بہی لاش گھوڑون سے پامال کی گئی ہے ۔ اور اوسی حالت مین تین دن تک بے گور و کفن دہوپ مین پڑی رہی ہے ۔ اس کا رنج اور اس کا الم اگر ساری عمر کیا جائے تو بہی کم ہے ۔ بلکہ کچہ بہی نہین ہوا ۔ اگر ہم مسلمان ہین تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اون کے نام پر اپنی جان قربان کر دین ۔ رونا اور پیٹنا تو کس شمار مین ہے ۔ کیونکہ اس واقعہ کا تعلق در اصل ہمارے پیغمبر کی ذات سے ہے ۔

عام دلچسپی کی شہرت نے اس واقعہ کو ایسی وسعت دی ہے کہ اس کے ایک ایک مضمون پر سو سو قسم کے رنگ چڑہ گئے ۔ نازک خیال شاعرون نے اس کے بیان مین وہ وہ زور آزمائیان کی ہین کہ قلم توڑ دئے ۔ ایسی صورت مین اس پر قلم اوٹہانا دن کو چراغ جلانا ہے ۔ بہلا! مین ایسا کہان کا جادو بیان ہون کہ یہ میرا مضمون اون سحر نگارون کے سامنے فروغ پا سکے جنہون نے باوجود اپنی اعلی لیاقت کے اسی ایک فن مین اپنی تمام عمر صرف کر دی ہے ۔ مین اور میرا خدا ! سچ کہتا ہون کہ مجہے نہ تو اتنی لیاقت تہی کہ جس کے بل پر ایسی جرات کر سکتا ۔ اور نہ اتنی فرصت تہی کہ بیکار بیٹہے رہنے سے اوکتا کر اس کے لکہنے پر متوجہ ہوتا ۔ یہ تو صرف ایک دوست کی اصرار نے مجہے اس بات پر آمادہ کیا ۔ نہ اپنے حسن بیان کے اظہار نے ۔ اگرچہ مین جانتا ہون کہ یہ جو کچہ مین نے لکہا ہے اس کے صلہ کی امید مجہے اونہین بزرگوارون سے زیادہ رکہنی چاہیئے جنکا ذکر اس کتاب مین کیا گیا ہے ۔ لیکن چونکہ یہ واقعہ کیا بلحاظ اپنے عبرت انگیز حالات کے اور کیا بنظر اپنے مذہبی تعلقات کے ایک ایسا اثر رکہتا ہے کہ

جس کے سننے کے بعد ممکن نہین کہ دل پہلو مین تڑپ نہ جائے ۔ اور یہ پیرایہ بھی جو مین نے اختیار کیا ہے ایک نیا پیرایہ ہے ۔ اس لیے خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اسمین کسی قدر دلچسپی پیدا ہو جائیگی ۔ اگر اتنا بھی نہو تو عقیدت مند ناظرین کو صرف اون بزرگوارون کی خوشنودی مد نظر رکھنا بھی کچھ کم فائدہ کی بات نہو گی جنہون نے ہماری بہتری کے لیے اسقدر مصیبتین جھیلی ہین ۔

جہانتک ہو سکا مین نے صحیح صحیح واقعات معتبر کتابون کے داخلہ سے لکھے ہین پھر بھی ممکن ہے کہ بمجواے "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" اس مین کچھ غلطی نکلے ۔ لہذا مجھے اپنے مہربان ناظرین سے قوی امید ہے کہ وہ اگر کسی مقام کو اصلاح طلب دیکھینگے تو اوس کی ترمیم کر دینگے ۔ فقط

مقام حیدرآباد
مرقوم نہم ۔ محرم سنہ ۱۳۰۹ ہجری

راقم
سید محمود

هو العلی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی خص کل المحنة والبلاء بعباده الاتقیاء ۔ واخصهم بالتسلیم والرضاء ۔ ونشکره بما وعد الصابرین باحسن الجزاء ۔ والصلوة والسلام علی افضل الانبیاء محمد ن المحمود فی الارض والسماء ۔ وآله وذریته المطهرین عن الرجس والخطاء ۔ واصحابه المتصفین بالصدق والصفاء ۔ سیما الامام الهمام السعید سید الشهداء خامس اهل الکساء ۔ مولائی ومولی الکونین ابی عبدالله الحسین المقتول بسیف الجفاء

لمؤلفه

الصلوة والسلام ای نذر رب المشرقین — الصلوة والسلام ای نور چشم میم و عین
الصلوة والسلام ای بدل ذات مصطفی — الصلوة والسلام ای تاج فرق فرقدین
الصلوة والسلام ای راحت جان رسول — الصلوة والسلام ای قبله گاه نشاتین
الصلوة والسلام ای فلذه کبد بتول — الصلوة والسلام ای حب تو شد فرض عین
الصلوة والسلام ای فدیه راه خدا — الصلوة والسلام ای باعث صد شور و شین
الصلوة والسلام ای سرور کرب و بلا — الصلوة والسلام ای صابر و شاکر حسین

پہلا پان

محسن کشی کے درد سے دل بیقرار ہے
کٹتا ہے وہ درخت کہ جو سایہ دار ہے

احسان کیا چیز ہے ؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب بہت آسانی سے دیا جا سکتا ہے ۔ ہر ایک وہ چیز جس کی کسی کو حاجت ہو کسی ایسے شخص کی جانب سے دی جائے جس کے دینے کا اوسپر کوئی حق نہو وہ احسان ہے خواہ وہ چیز صرف ایک بات ہی کیون نہو ۔ اس لیے کہ اوس کو وہ بات معلوم نہ تھی جسکے باعث وہ ایک پریشانی کی حالت مین تھا اور اب معلوم ہو جانے سے اوسکی پریشانی دفع ہو گئی ۔ بس احسان ہو گیا ۔ احسان ایک عربی لفظ ہے ۔ اسکے معنے نیکی کرنے کے ہین ۔ نیکی سے مراد یہ ہے کہ کسی کے ساتھ بھلائی کی جاتے پس اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ بھلائی کرے تو اوس کی نسبت اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک مین یون فرماتا ہے کہ ”ہل جزاء الاحسان الا الاحسان“ کیا احسان کا بدلہ سوائے احسان کے کچھ اور بھی ہے ؟ یعنے کچھ نہین ۔ جب تک احسان کے

بدلہ مین احسان نہ کیا جائے احسان اوترتا نہین ۔ اعلی درجہ کے لوگ تو احسان کے معاوضہ مین احسان کرنے کو بہی اوس کا معاوضہ نہین سمجھتے ۔ کیونکہ وہ جانتے ہین کہ جو شخص پہلے احسان کرتا ہے اوس کے لیے کوئی وجہ ایسی نہین ہوتی جو احسان کرنے پر مجبور کرے ۔ بلکہ وہ تو صرف اپنی نیک نفسی کو کام مین لاتا ہے ۔ اور اوسکا بدلہ جو کیا جاتا ہے وہ فی الحقیقت بہ مجبوری کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ اگر احسان نہ کیا جاتا تو اوس کا بدلہ وجود مین نہین آسکتا تھا ۔ اس قسم کے لوگون کے خیال مین تو کسی کا احسان کسی پر سے اوترتا ہی نہین ۔ خیر کچہ ہی کیون نہو ۔ لیکن احسان کا معاوضہ کرنا اوس کے نکرنے سے بہتر ہے ۔ اس مین اگر کچہ اور نہین تو اتنا ضرور ہے کہ انسانیت ظاہر ہوتی ہے ۔ احسان کئی قسم کا ہوتا ہے ۔ ایک تو وہ ہے کہ اوس مین صرف زبانی کوشش ہوتی ہے ۔ ایک وہ ہے کہ اوس مین روپیہ خرچ ہوتا ہے ۔ ایک وہ ہے کہ جس مین محنت کرنی پڑتی ہے اور ایک احسان وہ ہے کہ جس مین یہ دونون تینون باتین ہوتی ہین ۔ جبکہ ہم احسان کی اقسام پر نظر کرینگے تو ہم کو لازم ہوگا کہ اوسکی حیثیت پر بہی غور کرین ۔ جیسی حیثیت احسان کی ہوگی ویسا ہی اوس کے معاوضہ مین بہی لحاظ کرنا ضرور ہوگا ۔ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو معاوضہ کا اطلاق اوسپر صادق نہ آئیگا ۔ اور خدا تعالی کے فرمان کا منشاء پورا نہوگا ۔

ہمارے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی قوم پر جو جو احسان کیے اوسکے لیے اللہ جلشانہ نے یہ فرمایا ہے کہ “قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا ان اللہ غفور شکور” ای محمد تم اپنی قوم سے کہدو کہ

مین تم سے اس کے بدلہ مین کوئی اجرت نہین مانگتا مگر اتنا چاہتا ہون کہ میرے اقربا سے محبت رکھو ۔ اور جو شخص نیکی کمائیگا ہم اوسمین اور حسن بڑہا دینگے ۔ بیشک خدا بخشنے والا ہے قدر شناس ہے ۔ تفسیر معالم التنزیل مین لکھا ہے کہ اس آیت مین لفظ "حسنہ" سے مراد محبت اور اطاعت اہل بیت ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا معاوضہ اہل بیت کی محبت اور اطاعت کرنا ہے ۔

اور وہ ایک ایسی بات ہے کہ جس مین معاوضہ کے علاوہ نیکی بھی ہے ۔ اور نیکی بھی کیسی ؟ جو قبولیت کی رونق سے چمک اوٹھنے والی ہے ۔ اور پھر اوسپر طرہ یہ کہ اہل بیت کی محبت اور اطاعت کرنے والون پر خدا کی نہ صرف بخشایش ہی ہوتی ہے بلکہ بارگاہ کبریائی مین اونکی قدر ومنزلت بھی کیجاتی ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کے اقربا کون ہین جنکے ساتھہ محبت کرنیکا حکم ہوا ہے آپ نے فرمایا ۔ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہین ۔

اللہ جلشانہ نے ہمارے حضرت کو اپنی رسالت کا معاوضہ قوم سے طلب نہ کرنے کے لیے جو ارشاد فرمایا ہے اوس کی کیا وجہ ہے ؟ کیا اس نظر سے کہ یہ کام کچھ ایسا بڑا نہ تھا ! جو معاوضہ لینے کے قابل سمجھا جاتا ۔ یا معاوضہ لینے کے قابل تو تھا لیکن قوم معاوضہ دینے کے لائق نہ سمجھی گئی ۔ یا وہ کام ایسا سنگین تھا کہ اوس کا معاوضہ ہو ہی نہین سکتا تھا ۔ جبکہ ہم قوم کی حالت اور کام کی حیثیت پر نظر کرتے ہین تو یہ آخری ہی وجہ صحیح معلوم ہوتی ہے ۔ اس قوم کی درستی کے لیے حضرت نے کیسی کیسی اذیتین خود قوم کے ہاتھون اوٹھائین اور کیا کیا مشقتین اپنے اوپر

گوارا کین ۔ جنکے بیان کرنے کو ایک مدت اور جنکے لکھنے کو بڑی فرصت چاہیے ۔ جب کہین اس قوم کے بخت جاگے ۔

زمانہ جاہلیت کا حال تاریخون مین دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی حیثیت کیا تھی اور ان کا طرز معاشرت کیسا تھا ۔ کوئی قوم دنیا مین مہذب نہین بن سکتی جب تک کہ اوسکو تعلیم و تربیت نہو ۔ کوئی ملک دولتمند نہین ہو سکتا جب تک کہ اوسکی زمین قابل زراعت نہو ۔ ملک عرب کی سرزمین سے اکثر ہمارے ناظرین واقف ہین کہ اوسمین بجز ریگستان اور کوہستان کے کچھ نہین ہے ۔ کوسون پانی کا نام نہین ۔ منزلون سبزی کا پتا نہین ۔ نہ کہین تناور درخت ہین جنکے سایہ مین بھولے بھٹکے مسافرونکو دھوپ کی شدت سے پناہ مل سکے ۔ نہ کہین سبزہ ہے جس سے آنکھون کو ٹھنڈک اور دل کو تازگی پہونچ سکے ۔ ٹھنڈی خوشگوار ہواؤنکے عوض مین لوؤن کی لپٹ باد صرصر کے طوفان ہین ۔ جس سے ریتی کے اوڑ اوڑ کر ہمیشہ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر پہاڑون کے جیسے ٹیلے ہو جانے سے مسافرون کو راستے کی شناخت نہین ہوتی ۔ اور اوس آتش ریز بیابان مین بھٹک بھٹک کر ہلاک ہو جانیکے سوا کوئی چارہ نہین ہوتا ۔ بعض مخصوص مقامات کے سوا نہ کہین دریا ہین نہ چشمے ایسی حالت مین اگر کہین پر ببول اور کھجور کے سایہ دار جھنڈ اور آب شیرین کا چشمہ مل گیا تو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھی جاتی ہے ۔ اوس ملک کے رہنے والے اکثر ایسے ہی مقامات پر بستے ہین ۔ اور محنت مزدوری کرکے اپنی شکم پروری کرتے ہین ۔ ایسی حالت کے لوگون سے کیونکر امید کیجا سکتی ہے کہ وہ دولتمند ہونگے اور تعلیم و تربیت پاکر مہذب بنینگے ۔

ملک عرب ایشیا کے شمال وجنوب مین ایک جزیرہ نما ہے ۔ یہ جزیرہ نما بحر قلزم کے مشرقی ساحل پر کنعان (فلسطین) کے جنوب مین واقع ہے ۔ اسکے جنوب کی طرف بحر ہند ہے اور مشرق کی جانب بحیرۂ فارس اسکی حدبندی کر رہا ہے یعنے اسکے سنگستانی سواحل کو تین طرف سے سمندر کا پانی تھپیڑے دے رہا ہے اور چوتھی طرف ایک لق ودق اور دشوار گزار بیابان پڑا ہے ۔ اس زمین پر زراعت نہین ہوتی البتہ گھوڑے ۔ اونٹ ۔ بکریان اور دنبے کثرت سے پیدا ہوتے ہین اور بہت اچھے ہوتے ہین ۔ وہان کے لوگونکی گزران اکثر اونہین پر ہوتی ہی۔ اور تجارت کے لیے بندرگاہ جدہ ہے جو مکہ معظمہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہے ۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بحر قلزم کے قریب اور ایک دوسرے سے دو سو ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہین ۔ مکہ معظمہ سے ایک مہینہ کی راہ پر یمن ہی۔ اور اسی قدر فاصلہ پر دوسری جانب شام ہی۔ یہ مقدس شہر تین پہاڑونکے بیچ مین ایک میدان پر جو دو میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہی واقع ہی۔ زمین سنگستانی ہی پانی اوس متبرک چاہ زمزم تک کا بھی کھاری ہی۔ پیشتر یہان بھی پانی کی بڑی قلت تھی ۔ مگر اب تو نہر زبیدہ کے آجانے سے بہت آرام ہوگیا ہی۔ (۱)

---

(۱) — خلفائے عباسیہ کے عہد سلطنت مین ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون نے بغداد کی ندی (دجلہ) سے ایک نہر تخمیناً سات فیٹ عریض کاٹ کر مدینہ منورہ ہوتے ہوئے مکہ معظمہ کا اور وہان سے کوہ عرفات کا چکر دیکر قصبہ منیٰ مین لاکر چھوڑ دی ہے یہ نہر شروع سے آخر تک زمین کے اندر نہایت مستحکم سنگ بست لاکھون روپیہ کے صرف سے تیار ہوئی ہے جو اب تک اوس نیک بی بی کی یادگار باقی ہے ۔ اور جس سے لاکھون آدمی خصوصاً ایام حج مین زائرین مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً فائدہ اوٹھاتے ہین منہ

اس ملک کے لوگ جو عرب کہلاتے ہین اسمعیل علیہ السلام کی اولاد ہین۔ جبکہ ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنے آبائی وطن ملک اسٹریا سے ہجرت کر کے کنعان مین آکر بسے اور وہان اونکو دوسری بی بی ہاجرہ کے بطن سے اسمعیل پیدا ہوے تو پہلی بی بی سارہ کے لحاظ سے جنکو کوئی اولاد نہونیکی وجہ سے اکثر رنج و ملال رہتا تھا اسمعیل کو اور اون کی مان کو وہان سے نکال کر اوس مقام پر لائے کہ جہان اب شہر مکہ آباد ہے۔ اور خدا کے حکم سے وہان بیت اللہ کی بنا ڈالی۔ اور جب وہ مقدس مکان تیار ہوا تو یہ دعا کی۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "ربنا انی اسکنت ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم۔ ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃً من الناس تہوی الیہم وارزقہم من الثمرات لعلہم یشکرون" اے میرے پروردگار مین نے اپنے بال بچون کو ایک ایسے جنگل مین جو بالکل ناقابل زراعت ہے تیرے معزز گھر کے نزدیک اسلیے بسایا ہے کہ وہ تیری عبادت کرین۔ اے میرے پروردگار تو لوگون کے دل انکی طرف رجوع کردے اور اونکے رزق مین میوے دے تاکہ وہ شکرگزار رہین۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا مقبول ہوئی۔ ہر طرف سے لوگ اس مقدس گھر کے طواف اور حج کو آنے لگے اور اسمعیل کی اولاد کے کھانے کے لیے ستر میل کے فاصلہ (طائف) سے کھجور۔ انگور۔ انجیر۔ انار اور تربوز وغیرہ میوہ جات جانے لگے۔ اون کی اولاد مین خدا نے اسقدر برکت دی کہ اوس تمام ملک مین وہی وہ ہوگئے۔

زمانہ کے انقلاب سے یہان کے لوگ جاہل۔ وحشی اور بت پرست ہوگئے تھے انہین نہ تو علم و ہنر کا چرچا تھا۔ نہ دینداری اور خدا پرستی کا چسکا۔ پورے مشرک اور کافر

کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی
حیدر آباد دکن

بن گئے تہے ۔ یہانتک کہ اوس مقدس بیت اللہ کو ایک اعلی درجہ کا صنم خانہ بنا رکہا تہا ۔ خدا کا نام بہولے سے بہی اون کی زبان پر نہ آتا تہا ۔ غرض اونکی دنیا اور آخرت دونون خراب تہین ۔ جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ ”خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ہو الخسران المبین“ جب یہ حالت خدا کو پسند نہ آئی تو انکی ہدایت کے لیے حضرت کو نبوت اور رسالت عنایت فرمائی ۔ اوس وقت آپکی عمر شریف چالیس سال کی تہی ۔ نبوت ملنے کے بعد تیئیس سال زندگی وفا کی ۔ اس تیئیس سال مین دس سال تو قوم کی ہاتہون اذیت اوٹہانے مین گزر گئے ۔ جن کانون نے عمر بہر کلمۃ الحق نہ سنے ہون اون کو کب گوارا ہو سکتا تہا کہ حضرت کی پند و نصیحت خوشی سے سنین اور اپنے باپ دادا کی چال چہوڑین ۔ سب کے سب دشمن جان بن گئے ۔ یہانتک کہ حضرت کو اپنے آبائی وطن مکہ معظمہ سے ہجرت کرنی پڑی ۔ اسکے بعد تیرہ سال کا زمانہ جو اطمینان کا زمانہ کہا جا سکتا ہے اوس مین بہی ایک بڑا حصہ جہاد و قتال مین صرف ہوا ۔ ایسی بگڑی ہوئی قوم کا بنانا کچہ آسان کام نہ تہا ۔ لیکن خدا کے بہروسہ پر حضرت نے اپنا فرض منصبی ادا فرمایا ۔ خدا کی قدرت ہے کہ اس قلیل مدت کی ہدایت اور تربیت نے وہ اثر دکہایا کہ تمام ملک عرب کفر کی تاریکی سے نکل کر ایمان کی روشنی مین آگیا ۔ وہی لوگ جو پہلے کافر تہے اب مسلمان بنے ۔ اور جو حیوان تہے وہ انسان ہوئے ۔ دنیا مین عزت اور آخرت مین جنت ملی ۔ پہر تو بڑہتے بڑہتے ایسے بڑہے کہ آسمان کے تارے ہوگئے ۔ تمام دنیا ان کو حیرت کی نگاہ سے دیکہنے لگی ۔ دنیا داری مین سب سے اول درجہ بادشاہت کا اور دینداری مین سب سے اول درجہ ولایت انکا موروثی ترکہ ہو گیا ۔ مغرب سے لیکر مشرق تک ان کی حکومت اور عدل کا سکہ بیٹہہ گیا ۔

۱۳۱۷م

ساری دنیا مین ان کے علم وفضل کا ڈنکا بج گیا ۔ ایسی قوم کے اسقدر عروج کرنے کی کسے امید تھی ؟ اور کس کے خیال مین آسکتا تھا ؟ کہ چرواہے بادشاہ بن جائینگے ۔ اور جاہل مطلق عارف کامل ہوجائینگے ۔ یہ محض ہمارے حضرت کا صدقہ ہے کہ مٹی کو اکسیر بے پیرون کو پیر بنادیا ۔ اگر ان کا کلمہ نہ پڑہین تو پھر کس کا پڑہین ۔ سبحان اللہ ۔ حضرت کی کیا ذات پاک تھی ۔ جنکا نام لینے سے کفر کافور اور شرک دور ہوجاتا ہے ۔ کیا کہون بشریت ایسا گلے کا ہار ہوگئی ہے کہ کچھ کہا نہین جاتا ۔ نہین تو کچھ اور کہتا ۔

اللہ جل شانہ نے جسقدر کمالات کل انبیائے سلف کو عنایت فرمائے تھے وہ سب کے سب ہمارے حضرت کی ذات مبارک مین جمع کردیئے تھے ۔ اور پھر اون کمالات کے اشتراک مین بھی ہمارے حضرت شریک غالب تھے ۔ دیکھئے ! آدم اور داؤد علیہما السلام نے خلیفۃ اللہ کا لقب پایا تو ہمارے حضرت خدائی کے ظہور کا باعث کہلائے ۔ چنانچہ حدیث قدسی مین آیا ہے کہ ”لولاک لما خلقت الافلاک“ اور ”لولاک لما اظہرت الربوبیۃ“ اگر تو نہوتا تو پیدا نکرتا مین آسمانون کو ۔ اگر تو نہوتا تو ظاہر نکرتا مین خدائی کو ۔ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا خطاب ملا تھا ہمارے رسول مقبول کو خدا تعالی نے اپنا حبیب فرمایا ۔ سلیمان علیہ السلام کی سیر ہوا پر ہوتی تھی تو ہمارے حضرت کی سیر عرش پر ہوئی ۔ اون کی حکومت فقط ملک شام پر تھی ۔ اور یہان آپ کے نام کی بدولت تمام روئے زمین پر ہے ۔ کلمہ ”اشہد ان محمدالرسول اللہ“ نے سب کا سر جھکا دیا ہے ۔ اور آیندہ بھی انشاء اللہ تعالی قیامت تک جھکا رہیگا ۔ یوسف علیہ السلام کا حسن وجمال انسان کے معمولی حسن وجمال سے بیشک بڑھا ہوا تھا ۔ مگر سراپا نور نہ تھے ۔ ہمارے حضرت سراپا نور تھے ۔ اسی لیے

آپ کے جسم مبارک کا سایہ نہ تھا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”انا من نور اللہ وکل شئی من نوری“ مین خدا کے نور سے بنا ہون اور تمام چیزین میرے نور سے بنی ہین ۔ اور ”من رانی فقد رای الحق“ جس نے مجھے دیکھا بیشک اوس نے خدا کو دیکھا ۔ یونس علیہ السلام عبادت مین بہت مشہور ہین ۔ مگر ہمارے حضرت کی عبادت اور ریاضت کو خدا تعالی بھی مان گیا ۔ اور فرمایا کہ ”یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا“ اے او کملی والے رات کو ذرا کم اوٹھا کر ۔ مطلب یہ کہ راتون کو جاگتے جاگتے اور عبادت کرتے کرتے تھک جاوگے ذرا آرام بھی لیا کرو ۔ حضرت رات کو نماز مین اسقدر کھڑے رہتے تھے کہ پانون ورم کر جاتے تھے لہذا یہ آیت اوتری ۔ ایوب علیہ السلام کا صبر مصائب دنیا پر چند روزہ تھا اور آخر اون کو اسی دنیا مین راحت بھی نصیب ہوگئی ۔ ہمارے حضرت کا صبر اہل بیت کی مصیبت پر کیا حالت زندگی مین بلحاظ واقعات آئندہ کے اور کیا آئندہ بنظر وقوع واقعات کے قیامت تک ہے ۔ اس کی حقیقت آئندہ ناظرین پر ظاہر ہوگی ۔ موسی علیہ السلام کو کلیم اللہ کا خطاب ملا تھا ۔ اور وہ خدا سے باتین کرتے تھے مگر جب وہ طور پر گئے اور طالب دیدار ہوئے تو اون کو ٹکا سا جواب مل گیا ۔ ”لن ترانی تو مجھے ہرگز نہین دیکھ سکتا ۔ ہمارے حضرت عرش کے پرے اوس مقام پر گئے جس کو لامکان کہتے ہین ۔ اور خدا سے اتنے قریب ہوگئے کہ دو اونگل کا بھی فرق نرہا ۔ خود اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ ”ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی“ پھر نزدیک ہوا اور جھک گیا تو گویا دو کمانون کے قبضے مل گئے یا اوس سے بھی کم ۔ پھر سمجھا دیا اپنے بندہ کو جو کچھ کہ سمجھانا تھا ۔ یہ وہ مقام ہے کہ

جہان دوئی کو گنجایش ہی نہین ۔ عیسی علیہ السلام روح اللہ تھے اور وہ مردون کو زندہ کرتے تھے ۔ ہمارے حضرت کی تعلیم وتلقین نے لوگون کے دلون پر وہ اثر کیا تھا کہ بفحوائے "موتوا من قبل ان تموتوا" فنا فی اللہ کے مقام کو پہونچ گئے تھے ۔ یعنے جیتے جی مر گئے تھے ۔ مردون کو توان کے امتیون نے زندہ کردیا ہے اس کے علاوہ اور بہت سے فضائل وکمالات ایسے ہین جو خاص ہمارے حضرت کی ذات سے مخصوص ہین ۔ ان مین کسی نبی کی شرکت نہین ۔ جیسے قامت مبارک کا سایہ نہونا ۔ اور پشت مبارک پر مہر نبوت کا ہونا ۔ اور آپ کی بعثت تمام عالم پر جن وانس سے بلاتخصیص کسی قوم اور ملک کے ہونا ۔ اور خاتم النبیین کے لقب سے سرفرازی پانا بحکم اس آیت کے کہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" محمد تم مین سے کسی مرد کا باپ نہین ہے مگر خدا کا رسول اور کل پیغمبرون کا خاتم ہے ۔ اور خطاب رحمۃ للعالمین کا خدا کی بارگاہ سے عطا ہونا جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" ہم نے تجھے نہین بھیجا بلکہ عالم کے لیے رحمت کو بھیجا ہے ۔ اور سیر معراج سے مشرف ہونا ۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ۔ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ہو السمیع البصیر" پاک ہے وہ کہ جس نے سیر کرائی اپنے بندہ کو رات کے وقت بیت اللہ سے طرف بیت المقدس کے جس کی سیوار کو ہم نے برکت دی ہے ۔ تا کہ دکھائین اوس کو کچھ ہماری نشانیان ۔ بیشک وہ سننے والا ۔ دیکھنے والا ہے ۔ مطلب یہ کہ ہمارے حضرت مین قدرت کے عجائبات دیکھنے کی اور کلام بے حرف وصوت سننے کی قابلیت تھی ۔

جو بات اون سے کہی جاتی تہی وہ سن سکتے تہے ۔ اور جو چیز دکہلائی جاتی تہی وہ دیکہہ سکتے تہے ۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ آنحضرت نے کیسا سنا اور کیسا دیکہا ۔ ※

یہ فضائل تو ظاہری تہے جو اس دنیا مین مشاہدہ کیے گئے ۔ آیندہ آخرت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچہ عطا ہونے والا ہے وہ یہ ہے ۔ کہ روز قیامت کا اہتمام آپ کے سپرد ہوگا ۔ یعنے حشر کے میدان مین جہنڈا کہڑا کرنا ۔ جس کا نام لواء الحمد ہے ۔ اور آپ کا کرسی ڈالکر عرش کی دہنی جانب مقام محمود پر تشریف رکہنا ۔ جیسا کہ خدا تعالی خبر دیتا ہے کہ ”عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً“ امید ہے کہ تیرا پروردگار تجہے مقام محمود مین کہڑا کرے ۔ اور شفاعت عامہ کی اجازت کا حاصل ہونا ۔ موافق اس آیت کے کہ ”ولسوف یعطیک ربک فترضی“ اور بہت جلد تیرا خدا تجہے اتنا دیگا کہ تو راضی ہوجائیگا ۔ اور سب سے پہلے پل صراط پر سے

※ ہجرت سے ایک سال پہلے ماہ رجب کی ستائیسوین شب مین جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حرم کعبہ مین اپنی پہوپی ام ہانی کے گہر آرام فرماتے تہے ۔ نصف شب گزرنے کے بعد جبرئیل آئے اور حضرت کو سوتے سے جگا کر کہا کہ چلئے جناب باری نے آپکو بلایا ہے ۔ حضرت اوسی وقت دروازہ کہول کر باہر نکلے ۔ آپ نے دیکہا کہ ایک جماعت فرشتون کی حاضر ہے اور ایک براق زین کسا ہوا کہڑا ہے ۔ جبرئیل نے آپ کو بیت اللہ مین لیجا کر آپ کا سینہ مبارک چاک کیا اور آپ کے دل کو آب رحمت سے دہویا اور پہر دستور آپ کے سینہ کو درست کر دیا ۔ وہان سے آپ براق پر سوار ہوکر فرشتون کی جلو کے ساتہ بیت المقدس کو تشریف لیگئے ۔ اور وہان

گذر کر حوض کوثر پر تشریف لیجانا اور وہان سب اون لوگون کی مہمانداری کرنا جو بہشت مین جانے والے ہین ۔ بحکم "انا اعطیناک الکوثر" بے شک ہم نے تجھے کوثر پر اختیار دیا ہے ۔ اور بہشت کا دروازہ اپنے دست مبارک سے کہول کر سب کو بہشت مین پہونچانا ۔ یہ تمام باتین ایسی ہین جنسے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے بعد ہمارے حضرت ہی ہین ۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالے اور اوسکے تمام فرشتے حضرت پر درود بھیجتے ہین ۔ اور مسلمانون کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی درود بھیجا کرو ۔ جیسا کہ قرآن مجید مین آیا ہے کہ "ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" خدا اور اوسکے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہین ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ۔ اوسپر (نبی پر) درود بھیجو اور سلامتی مانگو ۔

تتمہ

ارواح انبیاء کی جماعت کے امام ہوکر نماز ادا فرمائی ۔ پھر وہان سے اوسی براق پر سوار ہوکر آسمان پر چلے گئے ۔ ایک ایک آسمان پر ایک ایک نبی مرسل سے ملاقات اور گفتگو کرکے ساتون آسمان طے فرمائے اور اوسکے بعد سدرۃ المنتہی تک پہونچے (یہ ایک درخت ہے ساتوین آسمان کے پرے جسکو طوبی بھی کہتے ہین ۔ جبرئیل کا مقام وہین ہے) اور وہان بیت المعمور اور حوض کوثر اور نہر الرحمۃ کو ملاحظہ فرمایا ۔ یہانتک تو جبرئیل ہمراہ رکاب تھے ۔ اوسکے آگے آپ کی سواری کے لیے رفرف آیا (یہ ایک تخت رواں کا نام ہے) آپ اوسپر سوار ہوکر عرش معلے تک گئے ۔ اس منزل مین جبرئیل ساتھ نہ تھے ۔ تنہا حضرت کی ذات تھی

اب یہ دیکھنا ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس قوم کو دنیا اور آخرت دونون کی بادشاہت مل گئی ۔ اور اتنے بڑے کام کے بدلے مین خدا تعالی نے حضرت کو اس قوم کی جانب سے ایک ایسی چیز کے لینے کو کہا جو بالکل نظر مین نہین جچتی ۔ اور وہ کیا تھی؟ صرف اہل بیت کی ساتھہ محبت سے پیش آنا ۔ تو کیا اس سے اوس کا پورا معاوضہ ہو جاتا ہے؟ اور کیا یہ لوگ اوس حکم “ہل جزاء الاحسان الا الاحسان” سے عہدہ برا ہو جاتے ہین؟ نہین ہرگز نہین ۔ یہ تو ایک ایسا عظیم الشان احسان ہے کہ جس کا معاوضہ انسان کی قدرت سے باہر ہے ۔ دنیا اور آخرت کے مقابلہ مین کوئی ایسی چیز پیش کرنا جس سے ان دونون کا معاوضہ ہو سکے غیر ممکن ہے ۔ اور ایک سی قوم پر کیا منحصر ہے اس مین تو ایک دنیا قاصر ہے ۔ اسی واسطے اللہ جلشانہ نے اپنے حبیب کو معاوضہ کا سوال کرنے سے منع فرمایا ۔ اور کہا کہ اونکو صرف اہل بیت سے محبت کرنے کی تاکید کر دو ۔ اور رسالت کے معاوضہ کو

تتمہ

یا خدا کی ذات تھی ۔ ہر وقت جناب باری سے حکم ہوتا تھا کہ نزدیک آو ۔ ایک ایک حکم پر ایک ایک پردہ نور کا اوٹھتا جاتا تھا اور آپ ایک ایک درجہ آگے بڑہتے جاتے تھے ۔ یہانتک کہ ایک ہزار بار حکم ہوا اور ایک ہزار درجہ تقرب مین ترقی ہوئی ۔ پھر آپ لامکان مین داخل ہوگئے ۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے “ثم دنٰی فتدلٰی ۔ فکان قاب قوسین او ادنٰی ۔ فاوحٰی الی عبدہ ما اوحٰی” یہ وہ مقام ہے کہ جہان جسم کو تو کجا روح کو بھی دخل نہین فقط اللہ ہی اللہ ہے اور بس ۔ وہان حضرت کا قرب اور وصل ذات باری مین جیسا کہ ہوا اوس کا حال کون بتا سکتا ہے ۔ کسی کے وہم و قیاس کی کیا حقیقت ہے

یہی ایک بات کافی سمجھو ۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اسمین بھی قوم ہی کا فائدہ مدنظر رہا ۔ اور یہ بھی ایک احسان بالائے احسان ہوا ۔ اسلیے کہ درحقیقت یہ معاملہ بھی اونکو اوسیطرح کا نفع پہونچانے والا تھا جسطرح مسلمان ہونیکے معاملہ نے اونکو نفع پہونچایا تھا ۔ اور بظاہر وہ کوئی ایسی چیز بھی نہ تھی جس سے اون پر کسی قسم کا بار پڑتا ۔ یہ تو ایک مفت کرم داشتن کا سا معاملہ تھا کہ جسمین حضرت کی کل احسانات کا معاوضہ ہوجاتا تھا ۔ نہ قوم پر حضرت کی احسان کا بار رہتا تھا ۔ اور نہ اہل بیت پر قوم کا احسان ہوتا تھا ۔ اور پھر اوسپر خدا کی خوشنودی مفت مین ملجاتی تھی جسکا وعدہ خدا نے کیا ہے ۔ معلوم نہین کہ اور کیا ملتا تھا اور کتنا ملتا تھا ۔ مگر افسوس ہے کہ اس قوم ناحق شناس احسان فراموش سے اتنا بھی نہوسکا ۔ بلکہ برعکس اوسکے قوم نے اہل بیت کی ساتھہ وہ بیرحمانہ سلوک کیا جو دشمن کی ساتھہ بھی کسی نے نکیا ہوگا ۔ خدا کا حکم اہل بیت سے محبت کرنیکے واسطے جو ہوا تھا شاید وہ بطور اتمام حجت کی تھا ۔ اللہ جلشانہ اپنی قدرت کاملہ سے جانتا تھا کہ یہ لوگ نہایت سفاک اور بڑے ہٹ دھرم ہین ۔ آئندہ

تتمہ

جو وہان تک پہونچ سکے ۔ ہمارے حضرت نے جاتے وقت بیت المقدس مین نماز بھی ادا کی ۔ اور آسمانون پر ارواح انبیاء سے ملاقات بھی فرمائی ۔ اور لامکان مین جناب باریتعالی شانہ سے راز و نیاز بھی ہوا ۔ اور اپنی قوم کی نجات کے بارہ مین سفارش بھی کی ۔ اور آتے وقت آسمانون کی سیر کی ۔ اور بہشت و دوزخ کا تماشا بھی دیکھا ۔ جب واپس آئے ہین تو چلتے وقت مکان کے دروازہ کی زنجیر جو ہل گئی تھی اب تک اوسکی حرکت باقی تھی ۔ اور بچھونا جو سوتے مین گرم ہوگیا تھا اوس مین ابھی سردی کا اثر نہین پہونچا تھا صبح کو جب حضرت نے اوس سیر کا حال بیان فرمایا تو تمام اصحاب نے جنکو حضرت کا تقدس اور کمال رات دن مشاہدہ ہوتا تھا ۔ جنکو خدا نے چشم بصیرت دی تھی فوراً کہدیا صُدِّق

بہت کچھ فساد مچائینگے ۔ اور اہل بیت کے ساتھ طرح طرح کی بیمروتی سے پیش آئینگے ۔ انکو پیش از پیش آگاہ کر دینا ضرور ہے ۔ ایسا نہو کہ قیامت کے روز اپنی نادانستگی کا عذر کر بیٹھیں ۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ اہل بیت نے انکے ساتھ کیا برائی کی تھی جسکے باعث ان لوگون نے نہ خدا کے حکم کا خیال کیا ۔ نہ پیغمبر کے فرمان کا لحاظ ۔ اور نہ اہل بیت کی عظمت و شان کا پاس کیا ۔ گویا اونکو خدا اور رسول سے کچھ واسطہ ہی نہ تھا ۔

اگرچہ وہ تمام مصیبتین جو قوم کے ہاتھون اہل بیت پر پڑین سب لوح محفوظ پر لکھی ہوئی تھین ۔ اور اون کا علم پیغمبر کے ذریعہ سے خود اہل بیت کو ہوچکا تھا ۔ اور وہ بھی راضی برضائے پروردگار تھے ۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ تمام فتنین جو ہم پر آنیوالی ہین گنہگاران امت کی نجات کا ذریعہ ہونیکے عوض مین ہین ۔ اور جبکہ ہم نے بخشائش امت کا بیڑہ اوٹھایا ہے تو ضرور ہمکو اون تمام مصیبتونکی برداشت صبر و شکر کے ساتھ کرنا چاہیے جو خدا نے مقدر کی ہین ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان لوگونکو اپنی طرف سے ایسا کرنا جائز تھا؟ ہر ایک آدمی کو خدا تعالی نے فاعل مختار بنایا ہے ۔ اور پیغمبرونکو بھیج بھیج کر اچھے برے

تتمہ

یا رسول اللہ،، کفار اور منافقین نے اپنا شک ظاہر کیا تو آپ نے اونکو بیت المقدس کی تمام نشانیان بتلا دین ۔ حالانکہ آپ نے کبھی بیت المقدس کو نہین دیکھا تھا ۔ اور اس راستے مین جو قافلہ کفار کا ملا تھا اوس کا حال من وعن بیان فرما دیا ۔

بعض لوگون کا خیال ہے کہ یہ سیر جسمانی نہ تھی شاید روحانی سیر ہوگی ۔ کیونکہ اس طرح کا عروج اور یہ سرعت جسمانی امکان سے خارج ہے ۔ اون کا یہ خیال صحیح نہین ہے ۔ خدا کی قدرت آدمی کے فہم و ادراک سے باہر ہے ۔ اونکو ذرا غور کرنا چاہیئے کہ جس چیز کو ہم نے ممکن قرار دیا ہے اوس کی بنا صرف ہمارے مشاہدہ پر رکھی گئی ہے ۔ انسان اور حیوان کا توالد و تناسل ۔ نباتات کا نشو و نما اور اونکی اقسام ۔ پھول اور پھل مین

کام سب سمجھا سمجھا دیتی ہین ۔ ہر ایک فعل کی جزا اور سزا سے آگاہ کرا دیا ہی ۔ سارا قرآن ایسی ہی وعدہ و وعید سے بھرا ہوا ہی ۔ اسی لیے اچھے لوگ بری کامونسے پرہیز کرتے رہتے ہین ۔ پھر کیا یہ لوگ مسلمان نہ تھے؟ کیا اچھے بری کام کی انکو تمیز نہ تھی؟ کیا انہون نے قرآن مجید مین یہ آیت نہین پڑہی تھی کہ ،، ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذاباً مہینا ،، جو لوگ خدا کو اور اوسکے رسول کو ایذا پہونچاتے ہین لعنت بہیجتا ہی خدا اونپر دنیا اور آخرت مین ۔ اور مقرر کر دیا ہے اونکی لیے عذاب رسوا کرنیوالا ۔ یہ تمام سوالات ایسے ہین جنکا جواب بجز اقرار کے اور کچھ نہین ہوسکتا جبکہ ان لوگون کو مرنے کے بعد دوسرے عالم مین جانیکا اتفاق ہوا ہوگا تو پھر اونہون نے دیکھا ہوگا کہ خدا نے اون کے ساتھہ کیا سلوک کیا ۔

تتمہ

طرح طرح کا رنگ اور بو اور ذائقہ اور اثر ۔ اگر علمی ممکنات سے درگزر کے دیکھا جائے تو یہی عقلی محالات ہو جاتے ہین ۔ ہم نہین بتا سکتے کہ یہ امور ممکن کیون ہو گئے ۔ قدرت نے اس دنیا کے کارخانہ کو اگر عادی نکر دیا ہوتا تو کیا کوئی کہہ سکتا کہ یہ محال نہین ہے ؟ یہ مقتضائے عقل سلیم نہین ہے کہ جن چیزون کو ہم دیکھین اون کو تو ممکن کہدین اور جو چیزین ہماری نظر سے نہ گزرین اون کو محال قرار دین ۔ گویا ہم قدرت کے تمام کامون سے واقف ہین ۔ ہمارا تجربہ کتنا ! ہر روز نئی نئی چیزین ایجاد ہوتی ہین اور ہم حیران رہ جاتے ہین ۔ پھر وہ کونسی عقل ہے جو اس سیر کو جسمانی نہین تصور کرتی ،، منہ ۔

دوسرا بیان

رتبہ ہے اہل بیت کا تحریر سے فزون
قرآن اور حدیث سے بڑھکر مین کیا لکھون

جس طرح خداوند عالم نے اپنی کل مخلوقات مین گروہ پیغمبران کو موافق اس فرمان کرامت نشان کے “ان اللہ اصطفی آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ۔ ذریۃً بعضہا من بعضٍ” (بالتحقیق برگزین کیا ہے خدا نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام عالم پر ۔ بعض کی اولاد کو بعض سے) شرف بخشا ہے ۔ اور جس طرح گروہ پیغمبران مین بفحوائے اس آیت کے “تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض” (یہ وہ پیغمبر ہین جنکو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی) ہمارے پیغمبر آخر الزمان کو افضل و اکمل بنایا ہے ۔ اوسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار کو نہایت پاک اور منزہ پیدا کیا ۔ یہ ایک بدیہی مسئلہ ہے کہ بڑون کی کمائی چھوٹون کے حصہ مین ارثاً آتی ہے ۔ جبکہ نفس فضیلت آدم سے لیکر بڑھتے بڑھتے سلسلہ بسلسلہ ارثاً ہمارے حضرت تک پہونچی ہے تو بالضرور حضرت کی

آل و اولاد اوس کی مستحق ہے ۔ اسی بنا پر حق سبحانہ وتعالی شانہ نے انکی اطاعت اور محبت کو تمام مسلمانون پر واجب گردانا ہے ۔ اور انکے تقدس اور عصمت کے بارہ مین آیت تطہیر نازل فرمائی ہے ۔

امام احمد اور مسلم نے بی بی عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت باہر تشریف لائے ۔ اوس وقت آپ ایک کمل سیاہ بوٹے دار اوڑہے ہوئے تہے ۔ اوسکے بوٹے اونٹ کی کجاوہ کی شکل کے تہے ۔ اتنے مین امام حسنؑ آئے ۔ حضرت نے اون کو اوس کمل مین لے لیا ۔ بعد اسکے امام حسینؑ آئے ۔ اونکو بہی وہ کمل اوڑہا لیا ۔ بعد اسکے بی بی فاطمہ زہراؑ آئین ۔ آپ نے اونکو بہی کمل مین چہپا لیا ۔ اس کے بعد علی مرتضیؑ آئے ۔ اونکو بہی اوسی کمل مین لے لیا ۔ اور یہ آیت پڑہی کر "انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا" تحقیق خدا یہی چاہتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے پلیدی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک کرے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے ۔

امام احمد نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان مین تشریف رکہتے تہے ۔ صبح کی وقت بی بی فاطمہ رض تشریف لائین ۔ اون کے ہاتہہ مین ایک طبق تہا جسمین حریرہ کا ایک کاسہ تہا اونہون نے وہ طبق حضرت کے حضور مین پیش کیا ۔ حضرت نے اوس وقت میرے اوڑہنے کی خیبری چادر چبوترے پر بچہائے بیٹہے تہے ۔ سرور عالم نے بی بی فاطمہ سے فرمایا کہ تم اپنے شوہر کو اور فرزندونکو بہی بلا لاؤ

بی فاطمہؓ فوراً جاکر علی مرتضیٰؓ کو بلا لائین اور امام حسن اور امام حسین کا بہی ہاتہہ پکڑ کر لے آئین ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون صاحبزادونکو اپنی گود مین بٹھا لیا ۔ علی مرتضیٰؓ داہنی طرف اور بی بی فاطمہؓ بائین طرف بیٹہین ۔ مین اپنے حجرہ مین نماز پڑہ رہی تہی ۔ اتنے مین حق سبحانہ تعالے نے یہ آیت کریمہ "انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً" نازل فرمائی تب آنحضرت نے اوس چادر کو اوٹہا کر اوڑہ لیا ۔ اور ان چارون کو بہی اوڑہا کر اوسکے چارون گوشے پکڑ لیے اور آسمان کی طرف ہاتہہ اوٹہا کر تین بار یہ دعا کی ۔ "اللہم ہولاء اہلی اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیراً" بار خدایا! یہی میرے اہل بیت ہین انسے پلیدی کو دور کر اور ان کو ایسا پاک کر جیسا پاک کرنیکا حق ہے ۔ ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ اوس وقت مین نے اپنا سر اوس چادر کے اندر کرکے کہا کہ یا رسول! مین بہی انکے ساتہہ ہون؟ آنحضرت نے اوس چادر کو میرے ہاتہہ سے چہوڑا کر فرمایا کہ تو اچہی ہے اپنی جائے پر رہ ۔

اسی راوی نے طریق شہر بن حوشب سے روایت کی ہے کہ جس روز امام حسین کی شہادت کی خبر مدینہ مین پہونچی تو مین نے سنا ہے کہ بی بی ام سلمہؓ رو رو کر کوستی تہین کہ اہل عراق کو خدا غارت کرے جنہون نے اوس کو قتل کیا ۔ خدا اون پر لعنت کرے جنہون نے اوسکو فریب دیا اور خوار کیا ۔ مین نے اپنی آنکہون سے دیکہا ہے کہ جس روز آیت تطہیر خدا نے نازل فرمائی تہی سرور عالم نے اوسکو اور اوسکے بہائی کو اور اوسکے مان باپ کو چادر اوڑہا کر فرمایا تہا کہ یہی میرے اہل بیت ہین ۔

ترمذی نے عمر بن ابی سلمہ ربیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آیت تطہیر ام سلمہ کے مکان مین نازل ہوئی ۔ اور جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بلا کر چادر اوڑھائی اور فرمایا "بار خدایا یہی میرے اہل بیت ہین ان سے پلیدی کو دور کر اور پاک کر انکو جیسا پاک کرنے کا حق ہے" ۔ ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ! مین بھی ان کے ساتھ ہون تو آنحضرت نے فرمایا کہ تو اچھی ہے اپنی جاے پر رہ ۔

مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے آخری حج کر کے واپس جاتے وقت مقام غدیر خم پر پہونچے تو بر سر منبر یہ بیان فرمایا کہ مین بھی ایک بشر ہون اور مجھے بھی ایک روز خدا کے پاس جانا ہے ۔ مین تمہارے پاس دو بڑی بھاری عمدہ چیزین چھوڑتا ہون ایک تو خدا کی کتاب جس مین سراسر نور اور ہدایت ہے اوس کو مضبوط پکڑو اور دوسری میرے اہل بیت ہین ۔ مین اہل بیت کے باب مین تمکو خدا یاد دلاتا ہون ۔ مین اہل بیت کے باب مین تمکو خدا یاد دلاتا ہون ۔ مین اہل بیت کے باب مین تمکو خدا یاد دلاتا ہون ۔ حضرت کا تین بار خدا کو بیچ مین دے کر اہل بیت کے واسطے تاکید فرمانا بڑا سخت حکم ہے اہل بیت کا خیال رکھنے اور اونکی اطاعت اور محبت کرنے کے واسطے ۔ گویا قرآن متن ہے اور اہل بیت اوسکی تفسیر ہین ۔ یا یون کہیے کہ وہ قرآن صامت ہے اور یہ قرآن ناطق ہین ۔

مسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایکبار نجران کے نصاری جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسی علیہ السلام کے

کے باب مین بحث کرنے کو آئے تھے۔ جب تقریر کو طول ہوا تو اوس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ”فمن حاجک فیہ من بعد ما جارک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابنائکم ونساءنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین“ (جو شخص تم سے حجت کرتا ہے اوس مین بعد پہونچنے دلائل کے تو پہر کہدو کہ آؤ ہم تم بلائین۔ ہم اپنے بیٹون کو اور تم اپنے بیٹون کو۔ ہم اپنی عورتون کو اور تم اپنی عورتون کو۔ ہم اپنے عزیزون کو اور تم اپنے عزیزون کو پہر مباہلہ کرین اور لعنت چاہین خدا کی جہوٹون پر۔) اس حکم کے موافق حضرت نے اون سے فرمایا اچھا چلو۔ مباہلہ ⁜ کرینگے۔ دیکھین کون سچا ہے اور کس کی دعا اثر کرتی ہے۔ ہم بہی اپنے بیٹون۔ عورتون اور عزیزونکو بلاتے ہین۔ تم بہی اپنے بیٹون۔ عورتون اور عزیزون کو بلاؤ۔ اس بات پر وہ لوگ راضی ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ کرنے کے واسطے گہر سے نکلے۔ اس ہیئت سے کہ امام حسین کو کندہے پر بٹہایا ہے اور امام حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہین بی بی فاطمہ زہرا آپ کے

⁜ زمانہ سابق مین یہ طریقہ تہا کہ جب کوئی پیغمبر نبوت کی دعوت کرتے اور قوم اونکو نہ مانتی تو ایسے موقع مین دونون فریق اپنی اپنی حقیت جتانے کے لیے اپنے اپنے بیٹون۔ عورتون اور عزیزون کو جنکی پاک نفسی پر اونکو اعتماد ہوتا تہا اپنے ساتھ لیکر جنگل مین جاتے تہے ایک فریق خدا کی بارگاہ مین دعا کرتا تہا کہ بارخدایا جو کوئی جہوٹا ہو اوس پر تو اپنا غضب نازل کر۔ اور فریق ثانی آمین کہتا تہا۔ اس طریقہ کا نام مباہلہ تہا۔ اللہ جلشانہ نے اپنے رسول کو اس امتحان کے لیے حکم فرمایا۔ منہ۔

پیچھے پیچھے چل رہی ہین اور اون کے پیچھے حضرت علی ہین ۔ اوس وقت حضرت نے یہ فرمایا ”اللہم ہولاء اہلی“ ای بار خدایا یہی میرے اہل بیت ہین ۔ جب نصاریٰ نے حضرت کو اس ہیئت سے مباہلہ کرنے کے لیے چلتے ہوئے دیکھا ۔ اور یہ مبارک نورانی شکلین ایک جا حالت متفقہ مین اونکی نظر پڑین تو ڈر گئے ۔ اونکو وہ بات یاد آگئی جو اپنی کتابون مین انہون نے دیکھی تہی کہ پچھلے زمانہ مین ایک پیغمبر اسی ہیئت سے اپنی قوم کے اصرار پر مباہلہ کرنے کو نکلے تہے تو اوس قوم پر خدا کا قہر نازل ہوا تہا ۔ ان کو یقین ہو گیا کہ اب بہی ضرور ہم پر خدا کا کوئی قہر نازل ہو جائیگا ۔ لہذا اونہون نے حضرت سے معافی چاہی ۔ اور بعوض اسلام قبول کرنے کے جزیہ دینے پر راضی ہوئے ۔ اوس وقت حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو خدا تعالی اون کی صورتین مسخ کر دیتا اور ایسی آگ برساتا کہ نجران مین کوئی جاندار زندہ نہ بچتا ۔ یہان تک کہ اون کے گھر کی چڑیان بہی جل کر خاک ہو جاتین ۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت جنکو خدا تعالے نے ذوی القربیٰ کے لقب سے یاد فرمایا ہے یہی چار مقدس ذاتین تہین ۔ اور انہین کی پاک نفسی اور تقدس کا درجہ اسقدر بڑہا ہوا تہا کہ ایسے سخت امتحان کے نازک وقت مین انہین کو خدا کی بارگاہ کبریائی مین پیش کرنا مناسب سمجہا گیا ۔

حاکم نے ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی ہے کہ جو اوس مین سوار ہوا وہ تو بچا اور جس نے اوس سے منہ موڑا وہ ہلاک ہوا ۔

اسی راوی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”تم لوگون مین (صحابہ کی طرف خطاب کرکے) وہی شخص اچھا ہے جو میرے بعد اہل بیت کے ساتھ احسان کرے“۔

ابن عساکر نے جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”جو شخص میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کریگا مین اوس کا بدلہ قیامت کے روز کردونگا“۔

دیلمی نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”جو شخص مجھے ایذا پہونچائیگا میرے اہل بیت کے سبب سے تو اوس پر خدا کا سخت غضب نازل ہوگا“۔

خطیب نے جناب علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”میری شفاعت اوسی کے لیے ہوگی جو میرے اہل بیت کے ساتھ دوستی رکھیگا“۔

دیلمی نے جناب علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”مین قیامت کے روز چار قسم کے لوگون کا شفیع ہونگا۔ ایک تو اوس شخص کا جو میری اولاد کی تعظیم کرے گا۔ دوسرے اوس شخص کا جو میری اولاد کی حاجت روائی کریگا۔ تیسرے اوس شخص کا جو اونکی مشکل کے وقت کام آئیگا۔ چوتھے اوس شخص کا جو دل سے اور زبان سے اون کا دوست رہیگا“۔

دیلمی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”آل محمد کے ساتھ ایک دن کی دوستی ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے“۔

خطیب اور ابن عساکر نے اوسی راوی سے یہ بھی روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”مردون مین سب سے بہتر علی ہے اور جوانون مین سب سے بہتر حسن اور حسین ہین اور عورتون مین سب سے بہتر فاطمہ ہے“۔

ابن عساکر نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”جس نے دوست رکھا ان کو (علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کی طرف اشارہ کرکے) اوس نے بالیقین مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے دشمن رکھا انکو اوس نے بالیقین مجھے دشمن رکھا“۔

امام احمد اور طبرانی اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”جو شخص لڑیگا تم سے (علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کی طرف اشارہ کرکے) لڑونگا مین اوس سے اور جو شخص صلح کریگا تم سے صلح کرونگا مین اوس سے“۔

ملّا نے جناب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”حوض کوثر پر میرے اہل بیت کے ساتھہ ملکر (جیسے دو اونگلیان ملی ہوئی ہوتی ہین) وہ لوگ آئینگے جو اون کو دوست رکھینگے“۔

حاکم نے جناب علی مرتضی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (علی مرتضی کی طرف خطاب کرکے) ”اول جو لوگ بہشت مین آئینگے وہ مین اور تو اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہین۔ حضرت علی فرماتے ہین کہ مین نے پوچھا یا رسول اللہ ہمارے دوست کب آئینگے تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے پیچھے“۔

ابن ماجہ اور حاکم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہم فرزندان عبدالمطلب پیشروان اہل بہشت ہین مین اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور مہدی".

یہان تک تو اہل بیت کے فضائل بالاشتراک بیان ہوئے. اب ہر ایک ذات فرخندہ صفات کے فضائل جدا جدا بیان کیے جاتے ہین.

فضیلت علی کرم اللہ وجہہ

عبداللہ بن عباسؓ !! سے منقول ہے کہ جناب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی شان مین تین سو آیتین نازل ہوئی ہین. اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثین بھی آپ کے بارہ مین بکثرت مروی ہین. اگر اون سب کا ذکر کیا جائے تو بہت طول ہوتا ہے لہذا چند حدیثون پر اکتفا کیا جاتا ہے.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے علی کو دوست رکھا اوس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے علی کو رنج پہونچایا اوس نے مجھے رنج پہونچایا. جس نے علی کو برا کہا اوس نے مجھے برا کہا".

اور یہ بھی فرمایا کہ "ای علی تم پر عیسی بن مریم کی مثال صادق آتی ہے. یہود نے

!! بخاری اور مسلم مین ابن سعود و محدث شا نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ اونہون نے جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ کے لیے وضو کا پانی رکھا تو آنحضرت نے اون کے حق مین یہ دعا کی کہ "اللہم فقہہ فے الدین" ای بار خدایا! تو اس کو احکام دین کی سمجھ بوجھ دے. یعنے قرآن کے رموز و نکات سکھا دے. چنانچہ اس دعا کی برکت سے عبداللہ بن عباس بڑے عالم ہوگئے. قرآن کی تفسیر کی اکثر روایتین انہین سے لی جاتی ہین منہ.

اونکو براہ عداوت برا کہا اور رنج پہونچایا ۔ اور نصاریٰ نے اون کو از راہ محبت اس درجہ پر چڑہایا جس کے وہ لائق نہ تھے ۔ اس لیے اون دونون نے اپنی آخرت خراب کی ۔ ایسا ہی وہ دونون فریق بہی ہلاک ہونگے جو میری اور تمہاری دشمنی پر کمر باندہینگے ۔ یا میری اور تمہاری محبت مین حد سے زیادہ بڑہ جائینگے" ۔

مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ای علی تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسی کے لیے ہارون تھے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہین" ۔

بخاری اور مسلم مین براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضی سے فرمایا کہ "تو میرا ہے اور مین تیرا ہون" ۔

انس بن مالک ؓ سے روایت ہی کہ ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر ایک بہنا ہوا پرندہ رکہا ہوا تہا ۔ آپ نے دعا کی کہ "یا خدا ! تو اپنی مخلوق مین جس شخص کو زیادہ دوست رکھتا ہی اوسکو میرے ساتھہ کہانیکے لیے بہیجدے" ۔ ہنوز یہ دعا ختم نہونے پائی تہی کہ علی پہونچے اور آپ کے ساتہہ اوس پرند کو نوش فرمایا ۔

بخاری اور مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہی کہ خیبر کے جنگ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "کل مین اپنا علم اوس شخص کو دونگا جسکے ہاتہہ پر خدا نے فتح رکہی ہے ۔ وہ خدا کو اور اوسکے رسول کو پیارا ہے اور اوسکو بہی خدا اور اوسکا رسول پیارا ہے" ⁂

⁂ خیبر کی جنگ مین علی مرتضی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہین آئی تہی جب لڑائی نے طول کہینچا اور کفار کا غلبہ ہونے لگا تو جبرئیل بارگاہ ایزدی سے یہ بشارت لائے

کہ "نادِ علیاً مظہر العجائب ۔ تجدہ عوناً لک فی النوائب ۔ کل ہم و غم سینجلی ۔ بنبوتک یا محمد و بولایتک یا علی" ۔ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کل مین اپنا علم اوس شخص کو دون گا جس کے ہاتھ پر خدا نے فتح رکھی ہے ۔ مجاہدین مین رات بہر اس بات کا چرچا رہا کہ دیکھئے کل حضرت اپنا علم کس کو عنایت فرماتے ہین خدا کی کرنی کہ جناب علی مرتضی صبح ہونے کے پیشتر ہی مدینہ سے آپہونچے ۔ اور علیحدہ ایک خیمہ مین اوتر پڑے ۔ اوس زمانہ مین آپ کی آنکھین دکھتی تہین ۔ جب صبح ہوئی تو تمام مجاہدین آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کے حضور مین حاضر ہوئے ۔ ہر ایک اس بات کا امیدوار تہا کہ وہ علم مجھے ملے ۔ یکایک آنحضرت نے پوچھا کہ علی کہان ہین ۔ لوگون نے عرض کیا کہ وہ ابہی آئے ہین اور اون کی آنکھین دکھتی ہین ۔ آپ نے فرمایا ۔ اون کو بلاو ۔ جب وہ سامنے آئے تو آنکھون پر پٹی بندہی ہوئی تہی ۔ آنحضرت نے اپنا لعاب دہن اون کی آنکھون مین لگایا اوسی وقت آنکھین اچہی ہوگئین ۔ پہر حضرت نے اپنا علم اون کو عنایت کرکے جہاد کا حکم دیا ۔

مرحب قوم یہود کا ایک بڑا نامی سپاہی لشکر کفار مین تہا ۔ وہ اپنی جماعت سے آگے بڑہکر میدان جنگ مین آیا اور یہ رجز پڑہی ۔ "قد علمت خیبر انی مرحب ۔ شاکی السلاح بطل مجرب ۔ اطعن احیاناً و حیناً اضرب" اوس کو اپنی پہلوانی کا اسقدر دعوی تہا کہ تمام لشکر کفار اوس کو مقدمۃ الجیش سمجہتا تہا ۔ اور فتح و شکست اوسی کی ذات پر منحصر تصور کی گئی تہی ۔ واقع مین وہ تہا بہی ایسا ہی ۔ اب تک اوسکے بل پر اتنا زور و شور بہی تہا ۔ اب جناب مشکل کشا نے اوسکے مقابلہ مین آکر یہ رجز پڑہی "انا الذی سمتنی امی حیدرہ ۔ کلیث غابات کریہ المنظرہ ۔ اکیلہم بالسیف کیل السندرہ"

اگرچہ پہلے تو اوس نے اپنے فخر کے جوش مین کچہ نہ سمجھا ۔ اور لاف زنی کرنے لگا ۔ مگر جب مقابلہ ہوا تو آنکہین کہل گئین ۔ تلوار پر تلوار اور نیزہ پر نیزہ چلنے لگا ۔ اس وقت میدان جنگ کا سمان دیکھنے کے قابل تہا ۔ برابر آٹھ آٹھ گھنٹہ تک مقابلہ رہا ۔ نہ وہ ہارا ۔ نہ یہ تہکے ۔ دونون طرف سے سپہ گری کے جوہر دکھلائے جارہے تہے ۔ اور شجاعت بیچ مین کھڑی جوہری تیکر پر کہہ رہی تہی ۔ آخر کار حضرت علی کا وار چل گیا ۔ وہ ایسا غضب کا وار تہا کہ سر پر پڑتے ہی بجلی کی طرح زمین تک اوتر گیا ۔ حالانکہ اوس کے سر پر فولادی خود تہا ۔ اور جسم مین زرہ بکتر ۔ اور اوسپر فولادی چار آئینہ تہا ۔ اور پشت پر فولادی سپر تہی ۔ ذوالفقار جو خود کو کاٹ کر سر سے اوتری تو ان سب کو برابر دو کرتی ہوئی زین پر آئی ۔ اور زین کو لیتی ہوئی گھوڑے کو بہی دو کر کے زمین پر جا کر ٹھیری ۔ مرحب کا زمین پر گرنا تہا کہ فوج اسلام مین نعرہ اللہ اکبر بلند ہوا ۔ لشکر کفار کے پانون اوکھڑ گئے ۔ پہر کیا تہا ۔ سب کے سب بہاگ کر قلعہ مین گہس گئے ۔ اور دروازہ بند کرلیا ۔ لشکر اسلام کا جوش ایسا نہ تہا جو اتنے مین دب جاتا ۔ اونکے بہاگنے سے اور بڑہ گیا ۔ مجاہدون نے قلعہ پر حملہ کر دیا ۔ مگر چونکہ دروازہ لوہے کا تہا کسی سے نہ کہل سکا ۔ اوس وقت حضرت علی نے قلابہ مین ہاتہہ ڈالکر جو کہینچا تو دیوار مین سے اوکھڑ کر گر پڑا ۔ مجاہدین قلعہ مین داخل ہوگئے کفار ۔ الامان ! الامان !! پکارنے لگے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی حال پر رحم فرما کر امن دیا ۔

ابو رافع کہتے ہین کہ اوس دروازہ کو اوٹہانے کے لیے ہم آٹھ آدمیون نے ملکر برابر زور لگایا مگر وہ ہلا تک نہین ۔ اولٹنا اور پلٹنا کیسا ۔ اس معرکہ سے حضرت علی کے زور ولایت کا اندازہ ہوسکتا ہے ۔ اسی کو زور یداللّٰہی کہتے ہین ۔ اور ضرب حیدری اسی کا نام ہے منہ ۔

فضیلت بی بی فاطمہ زہرا

بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ذات با برکات تو مستغنی عن الصفات ہے۔ اونکی نسبت اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ایک جزو ہین بخاری اور مسلم مین مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ ایکبار ابوجہل نے اپنی بیٹی حضرت علی کو دینی چاہی تھی اور بی بی فاطمہ نے اوسکی شکایت آنحضرت سے کی تو آپ نے فرمایا کہ ”مین ہرگز ابوجہل کو اس امر کی اجازت ندونگا ۔ مین ہرگز ابوجہل کو اس امر کی اجازت ندونگا ۔ مین ہرگز ابوجہل کو اس امر کی اجازت ندون گا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی سے کردے ۔ مگر یہ کہ ابی طالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دے کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے ۔ مجھے بھی وہی چیز رنج دیتی ہے جو اوس کو رنج دیتی ہے اور وہی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے جو اوسکو تکلیف دیتی ہے“۔

بخاری اور مسلم مین اسی راوی سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا ”فاطمہ میری ہے اور البتہ مجھے خوف آتا ہے کہ کہین اوس کے دین مین فتنہ نڈالا جائے۔ اور مین ایسا نہین ہون کہ حلال چیز کو حرام کردون اور حرام کو حلال بتلاون ۔ لیکن قسم ہے خدا کی کہ خدا کے پیغمبر کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی ایک مکان مین کبھی جمع نہونگی“۔

طبرانی نے ابن عساکر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (بی بی فاطمہ کی طرف خطاب کرکے) ”تجھپر اور تیری اولاد پر خدا تعالی عذاب نکرے گا“۔

طبرانی اور بزار اور ابو یعلے نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”فاطمہ نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اس لیے اللہ تعالی نے

اوسپر اور اوسکی اولاد پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیا"۔

بخاری اور مسلم نے بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (بی بی فاطمہ کی طرف خطاب کرکے) "کیا تو راضی نہین ہوتی اس بات سے کہ تو سردار ہے میری امت کی تمام عورتونکی"۔ مطلب یہ کہ بی بی فاطمہ زہرا تمام مسلمان عورتون کی سردار اور مالک ہین ۔ اسی حدیث کی بنا پر بی بی کو سیدۃ النساء اور خیر النساء اور خاتون جنت اور خاتون قیامت کہتے ہین ۔ بی بی کا وہ مرتبہ ہے کہ جب وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتی تھین تو حضرت اونکو سروقد تعظیم دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے ۔

فضائل امام حسین و امام حسن

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تو تھے ہی ۔ مگر اکثر روایتون سے ثابت ہوا ہے کہ ان دونون بزرگوارون کو آنحضرت نے تبنی کیا ہے اور اپنا فرزند فرمایا ہے ۔

امام حنبل نے جناب امیر المومنین علی مرتضی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام حسن پیدا ہوئے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "دکھاؤ میرے فرزند کو ۔ اور تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟" حضرت علی نے عرض کیا کہ مین نے ان کا نام حرب رکھا ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا "نہین ۔ اس کا نام حسن ہے"۔

اور جب امام حسین پیدا ہوئے تو آنحضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ "دکھاؤ میرے فرزند کو ۔ اور تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے"؟ جناب امیر نے

عرض کیا۔ کہ مین نے ان کا نام حرب رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "نہین اس کا نام حسین ہے"۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ مین نے ان بچون کا نام ہارون کے فرزندونکے نام پر رکھا ہے۔ جنکو عبرانی زبان مین شبر وشبیر کہتے ہین [1]۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے نقل کی ہے کہ حسن اور حسین دونون نام بہشت والون کے ہین۔ اسکے پیشتر عرب مین یہ نام کسی نے نہین رکھا تھا۔

ایک روایت مین آیا ہے کہ جبرئیل نے یہ دونون نام خدایتعالی کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ کے لاکر دئے تھے۔

ترمذی اور ابن حبان نے اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مین ایک رات کسی کام کے لیے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتمین گیا تھا۔ دیکھا کہ آپ کسی چیز کو چادر مین چھپائے بیٹھے ہین۔ مین نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے چادر ہٹائی۔ مین نے دیکھا تو امام حسن اور امام حسین حضرت کی گود مین بیٹھے ہین۔ اوس وقت آپ نے فرمایا "کہ یہ دونون میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہین۔ ای باریتعالی! مین انکو دوست رکھتا ہون۔ تو بھی انکو دوست رکھہ۔ اور اوس شخص کو بھی دوست رکھہ جو کہ ان کو دوست رکھے"۔

---

[1] زبیر بن بکار وغیرہ سے منقول ہے کہ امام حسن تاریخ پندرہوین رمضان سنہ ۳ ہجری مین پیدا ہوئے۔ اور امام حسین پانچوین شعبان سنہ ۴ ہجری مین پیدا ہوئے۔ اس حساب سے امام حسین دس مہینے بیس ۲۰ روز امام حسن سے عمر مین چھوٹے ہین منہ

ترمذی نے جناب علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین کو ایکروز اپنے پاس کھڑا کرکے فرمایا ''کہ جو شخص دوست رکھیگا مجھے اور دوست رکھیگا ان دونون کو اور ان کے ماں باپ کو وہ میرے ساتھ اور سبکے درجہ مین قیامت کے روز ہوگا''۔

امام احمد اور ابن شیبہ اور طبرانی نے ابوہریرہ سی روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ''خداوندا! مین ان دونون کو (امام حسن اور امام حسین کی طرف اشارہ کرکے) دوست رکھتا ہون تو بھی انکو دوست رکھہ۔ اور دشمن رکھہ اوس شخص کو جو ان کو دشمن رکھے''۔

ابن عساکر نے ابن عباس سی روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جو شخص حسن اور حسین کو دوست رکھیگا۔ وہ مجھے دوست رکھیگا۔ اور جو شخص ان دونون سی عداوت رکھیگا وہ مجھ سے عداوت رکھیگا''۔

ترمذی نے انس بن مالک سی روایت کی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی پوچھا۔ یارسول اللہ! آپکو اپنے اہل بیت مین زیادہ پیارا کون ہی؟ آپ نے فرمایا ''حسن اور حسین ہین''۔

ابونعیم نے ابوہریرہ سی روایت کی ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جو شخص دوست رکھیگا حسن اور حسین کو دوست رکھونگا مین اوسکو اور جسکو مین دوست رکھونگا اوسکو خدا دوست رکھیگا اور جس کو خدا دوست رکھیگا داخل کریگا اوس کو بہشت مین۔ اور جو شخص دشمنی کریگا ان دونون سی یا ظلم کریگا انپر دشمن رکھون گا مین اوسکو اور جسکو مین دشمن رکھونگا اوسکو خدا دشمن رکھیگا اور جس کو خدا دشمن رکھیگا

داخل کریگا اوس کو دوزخ مین ۔ اور ہمیشہ اوسپر عذاب ہو گا ،،

امام احمد نے عبد اللہ بن شداد سے اور اونہون نے اپنے باپ الہاد سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر یا عصر کی ادا کرنے کے لیے مکان سے باہر تشریف لائے ۔ اوس وقت امام حسن یا امام حسین غرض دونون مین سے ایک صاحبزادے حضرت کے ساتھہ تھے ۔ جب نماز کو کہڑے ہوئے تو ایک سجدہ مین حضرت کو بہت دیر لگی ۔ مین نے سجدہ سے سر اوٹھاکر دیکہا تو وہ صاحبزادے آپکی پشت پر سوار ہین اور حضرت سجدہ مین ہین ۔ مین نے پہر سجدہ مین سر رکھدیا ۔ یہانتک کہ اس سجدہ مین ستّر بار سبحان ربی الاعلیٰ کے کہنے کا وقفہ ہوا ۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ ! آج خلاف معمول سجدہ مین بہت دیر ہوئی ۔ ہم خیال کرتے ہین کہ کوئی نئی بات ہوئی ہے یا وحی اوتری ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا ،، کہ ایسا کوئی امر تو واقع نہین ہوا ۔ لیکن یہ لڑکا میری پشت پر بیٹھا تہا مین نے اوس کے خلاف مرضی حرکت کرنا مکروہ جانکر سجدہ سے سر نہین اوٹھایا ،،

اسی قسم کی اور بھی روایتین امام احمد اور ابن عساکر اور ابی سعید اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہین ۔ طول کلامی کے خیال سے چھوڑ دیگئین ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بزرگوارون کی خاطر داری نماز مین بھی مد نظر رہی ہے حالانکہ نماز خدا کی عبادت ہے ۔ مگر انکی خاطر عبادت سے کم نہ سمجھی گئی ۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے یعلی بن مرہ سے اور طبرانی نے جابر سے روایت کی ہے کہ ہم ایکروز دعوت مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ چلے جارہے ۔ یکایک ہم نے دیکھا کہ حسین بازار مین کہیل رہے ہین ۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

جماعت سے آگے بڑہکر اپنے دونون ہاتہہ پہیلا دئیے ۔ اور حسین اودہر اودہر بہاگنے لگے ۔ آنحضرت اونکے ساتہہ ساتہہ پہرتے تہے اور مسکراتے تہے ۔ آخر اونکو پکڑ لیا اور بوسہ دیکر فرمانے لگے کہ "حسین میرا ہے اور مین حسین کا ہون ۔ دوست رکہیگا خدا اوس شخص کو جو دوست رکہیگا حسین کو ۔ حسین ایک سبط[۱] ہے اسباط مین سے"۔

ابو یعلی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایکروز امام حسن ور امام حسین آپس مین کشتی کرتے تہے ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ "ہیہ حسین ہیہ حسین"، یعنے لو حسین! لو حسین! جانے ندو حسن کو پکڑ لو ۔ بی بی فاطمہ زہرا اوس وقت حاضر تہین ۔ اونہون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسا کیون فرماتے ہین؟ یعنے حسین کی طرفداری بمقابلہ حسن کے کیون کرتے ہین؟ آنحضرت نے فرمایا "کہ جبرئیل کہڑے ہین اور ہیہ حسین! ہیہ حسین! کہتے ہین ۔ ابن شاہین نے بہی اسی مضمون کی ایک روایت جناب علی مرتضی سے بیان کی ہے ۔ معلوم ہوا کہ جبرئیل بہی ان بزرگوارون کے ساتہہ کہیل کود مین شریک رہتے تہے ۔ اور انکو خوش کرتے تہے ۔

ابن ماجہ اور حاکم اور طبرانی اور ابن عساکر نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسن اور حسین دونون سردار ہین

---

[۱] سبط بکسر سین مہملہ و سکون بائے موحدہ درخت شاخدار کو کہتے ہین و اسی مناسبت سے اولاد اور قبیلہ کو بہی سبط کہنے لگے ۔ اور اسباط بالفتح جمع اوسکی ہے ۔ پس جس معنے مین عرب مین لفظ قبیلہ استعمال ہوا اوسی معنے مین بنی اسرائیل کے بارہ قبیلونکو اسباط کہتے تہے اصل حدیث کا یہ مطلب ہے کہ امام حسین بجائے ایک قبیلہ کے ہین ۔ یعنے اونکی اولاد زیادہ ہوگی اور کئی قبیلے بنین گے منہ ۔

نوجوانان بہشت کے ۔ اور ان کا باپ ان سے افضل ہے“۔

دیلمی اور ابن عدی اور ابن عساکر نے انس بن مالک سے روایت کی کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آئے میرے پاس دو فرشتے کہ وہ کبھی زمین پر نہین آئے تھے اور خوشخبری دی مجھ کو اس بات کی کہ بیشک حسن اور حسین سردار ہین نوجوانان بہشت کے ہین کہا انکا باپ انسے بہتر ہے“ یہ حدیث بہت مشہور ہے ۔ اسکے راوی بڑے بڑے جلیل القدر پندرہ صحابی ہین ۔

امام احمد اور بخاری اور ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ”حسن اور حسین دونون پھول ہین میرے باغ دنیا کے“۔

طبرانی نے بی بی فاطمہ زہرا سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی ہین ۔ ”مین نے ایکروز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنحضرت کی بیماری مین اپنے دونون بچونکو لیجا کر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ دونون آپ کے فرزند ہین ۔ انکو کسی چیز کا وارث کرو ۔ حضرت نے فرمایا حسن کو میری عظمت اور سیادت ہے ۔ اور حسین کو میری جرات اور سخاوت“

جابر بن سمرہ نے ام ایمن سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہین ۔ ”ایک روز بی بی فاطمہ نے حسن اور حسین کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکر عرض کیا کہ یارسول اللہ انکو کچھ عنایت کرو ۔ حضرت نے فرمایا ۔ مین نے بڑے کو دبدبہ اور حلم عطا کیا ہے اور چھوٹے کو محبت اور رضا بخشی ہے“۔ اسکے سوائے اور بہت سی حدیثین ہین ۔ اگر وہ سب کی سب لکھی جائین تو ایک دفتر چاہیے ۔ لہذا اسی پر اکتفا کیا گیا ۔

یہ دونون بزرگوار جس طرح جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مین مشابہ تھے اوسی طرح آنحضرت کی صورت مین بھی مشابہت رکھتے تھے ۔ چنانچہ امام احمد اور ترمذی نے جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن

سر سے سینہ تک اور امام حسین سینہ سے لیکر پانون تک جناب رسالتمآب سے پوری مشابہت رکھتے تھے ۔ گویا ان دونون ذاتون کے ملنے سے آنحضرت کا سراپا نظرون مین پھر جاتا تھا ۔ اس اعتبار سے آنحضرت کی صورت بالکمال حقیقت مین دو حصہ ہوکر ان دونونکی خلقت مین شامل ہوئی تھی ۔ اور حضرت علی اور بی بی فاطمہ ان دونون کی خلقت کا باعث بنے تھے ۔ اس حالت مین یہ پنجتن مثل حواس خمسہ کے کامل اور مکمل ہوئے ۔ اور انمین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ کی تمیز کرنیکے واسطے بجز اصلیت اور فرعیت کے اور کوئی دوسری بات نرہی ۔ یعنے ایک درخت ہے اور اوسکی کئی شاخین ہین ۔ اس ہیئت مجموعی سے ان سب کی محبت اور اطاعت مسلمانون پر فرض عین ہوگئی ۔ انمین سے کسی ایک کی دوستی عین دوستی جناب رسول خدا کی ۔ اور انمین سے کسی ایک کی دشمنی عین دشمنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھیری ۔ یہی اون تمام احادیث کا ماحصل ہے جو بیان کی گئی ہین ۔ اور محبت و عداوت کی بھی مدارج ہین جس درجہ کی محبت یا عداوت ہوگی اوسی کے مطابق اوسکا ثمرہ اور نتیجہ ملیگا ۔

تیسرا باب

کیا شام سے اندھیرا مدینہ مین پڑ گیا
گل ہو گیا چراغ بھرا گھر اوجڑ گیا

اب ہم اون واقعات مین سے جو اہل بیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہین صرف ایک واقعہ کا حال بیان کرتے ہین جو مشہور آفاق ہے اور جس کی صحت پر تمام اسلامی دنیا کا اتفاق ہے۔ یہ واقعہ ایسا قیامت خیز ہے کہ نہ کسی کی زبان مین اتنی طاقت ہے کہ اوس کی کیفیت پورے طور پر بیان کر سکے اور نہ کسی کے قلم مین یہ قدرت ہے کہ اوس کی سرگذشت خاطر خواہ لکھہ سکے۔ آج اس واقعہ کو بارہ سو برس سے زیادہ ہو گئے ہین۔ مگر کیا ممکن ہے کہ اوس کا رنج و ملال کچھ کم ہو گیا ہو۔ ہر سال جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو محبان اہل بیت پر اوس کا غم والم تازہ ہو جاتا ہے۔ وہ تمام مظالم جو قوم کے ہاتھون اہل بیت پر نازل ہوئے ہین اوس کا سمان آنکھون مین پھر جاتا ہے۔ اس کے بیان مین صدہا کتابین اور ہزارہا مرثیے لکھے گئے۔ لیکن کیا مجال ہے کہ کسی کے قلم سے اس کی کامل تصویر اوتری ہو۔

ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک ایسا واقعہ نہ کسی آنکھہ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے ۔ دنیا کی تاریخ بتا رہی ہے کہ کسی پیغمبر پر جب کوئی مصیبت گزری ہے تو اون لوگون کے ہاتھون گزری ہے جنھون نے اون کو نہین مانا تھا ۔ اور جو کچھ احکام الہی اون کے ذریعہ سے صادر ہوئے تھے اون کو غیر صحیح جانا تھا ۔ لیکن ایسا کبھی نہین ہوا کہ پیغمبر کو مانتے ہون ۔ احکام الہی جو کچھ اون کے ذریعہ سے صادر ہوئے ہین اون کو صحیح جانتے ہون ۔ پھر اون کی اولاد کو چن چن کر بے دریغ تہ تیغ کیا ہو ۔ اور اولاد بھی کوئی دو چار پشت کی نہین ۔ صرف ایک ہی پشت اور وہ بھی ایسی کہ جس کی خود پیغمبر نے پرورش کی ہو اور اوس کو اپنی جان سے عزیز رکھا ہو اور کل قوم پر اوس کی محبت خدا کے حکم سے فرض ہو گئی ہو ۔ معمولی بات ہے کہ بیگانون سے اگر کچھ اذیت پہونچتی ہے تو اتنا رنج اور اتنا افسوس نہین ہوتا جتنا یگانون کے ہاتھون پہونچنے سے ہوتا ہے ۔ خدا کی پناہ ! ان یگانون نے اہل بیت پر وہ مصیبت ڈالی ہے جس کا بیان نہین ہو سکتا ۔ جس وقت کربلا کے میدان مین حضرت امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام کا خاتمہ ہوا ہے دنیا مین قیامت کے آثار نمودار ہو گئے تھے ۔ چنانچہ بیہقی نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہین "کہ جس روز یہ واقعہ ہوا ہے آسمان سے اسقدر خون برسا کہ صبح کو مین نے دیکھا تو جتنے برتن ہمارے صحن مین تھے وہ سب خون سے لبالب ہو گئے تھے"۔

ابو نعیم اور بیہقی نے زہری سے روایت کی ہے کہ جس روز امام حسین شہید ہوئے اوس روز بیت المقدس مین یہ کیفیت تھی کہ جس پتھر کو اولٹتے تھے اوسکے نیچے تازہ خون نہایت سرخ نظر آتا تھا کوئی پتھر بیت المقدس کا ایسا نہ تھا کہ جس کے

نیچے خون تازہ نہ پایا گیا ہو ۔

بیت المقدس وہ مقام ہے جہان ہزارہا پیغمبر مدفون ہین ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہان کی زمین کو اس سانحہ کا بڑا صدمہ پہونچا اور اون تمام پیغمبرون کی ارواح طیبات نے کربلا کے شہیدون کا خون لاکر وہان بھر دیا تھا ۔

بیہقی نے ام حبان سے روایت کی ہے کہ اس واقعہ کے بعد تین روز برابر اندھیرا چھایا رہا تھا اور ایسی تاریکی تھی کہ کچھ دکھائی نہین دیتا تھا ۔ اور وہ کہتی ہین کہ ہم عورتین جو اپنے منہ پر زعفران ملا کرتی تھین وہ جل کر سیاہ ہو جاتی تھی ۔ اور کوئی پتھر بیت المقدس مین ایسا نہ تھا جس کے تلے خون تازہ نہایت سرخ نہ پایا گیا ہو ۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے اسی مضمون کی روایت بیان کی ہے ۔ آسمان و زمین کا رونا خدا کے کلام سے بھی پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ فرعون کے غرقاب ہونے کے بیان مین آیا ہے کہ ”فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین“ نہین روئے اون پر آسمان اور زمین اور نہین تھے وہ مہلت یافتہ ۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اچھے لوگون پر آسمان و زمین رویا کرتے ہین ۔ خدا کی کائنات مین کوئی مخلوق ایسی نہ تھی جو اس واقعہ پر نہ روئی ہو ۔ جنات کا رونا تو روایتون سے ثابت ہے ۔

حبیب بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے اپنے کانون سے سنا ہے کہ ایک جنیہ غم حسین مین روتی تھی اور ان اشعار مین بین کرتی تھی

“مسح الرسول جبینه . فله بریق فی الخدود . ابواه من علیا قریش . وجده خیر الجدود . رصفوا الیه بالقنا . شر البریة والوفود . قتلوک یا ابن الرسول . فاسکنوا اثار الخلود” !!

ابونعیم نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک رات ایک جنیہ روتی تھی مجھے کھٹکا ہوا کہ شاید حسین نے شہادت پائی . بیقرار ہو کر مین نے لونڈی سے کہا کہ باہر جا کر دریافت تو کر کہ کون روتا ہی . وہ فوراً باہر جا کر خبر لائی کہ فی الحقیقت حسین شہید ہوئے جنیہ رو رہی اور کچھ اشعار عربی پڑھ رہی ہے . ام سلمہ اس بات کو سنکر اتنا روئین کہ غش آگیا .

ابونعیم نے فرندة بن جابر رضی اللہ عنہ سی روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہین مین نے اپنی مان سی سنا ہی کہ ایک جن غم حسین مین روتا تھا اور یہ اشعار عربی کے پڑھتا جاتا تھا “الا یا عین فاحتفلی بجهدی . ومن یبکی علی الشهداء بعدی . علی رهط تقودهم المنایا . الی متجبر فی ثوب عبد” ⁙

!! بوسہ دیا تھا پیغمبر نے اوسکی پیشانی کو . اسی لیے اوسکے رخسارون مین بڑی چمک تھی . اوسکے مان باپ قریش مین اعلی درجہ کے تھے . اور اوسکا نانا سبکے نانا‌ؤن سے بہتر تھا . برچھون سی اوسکو اون لوگون نے گھیر لیا . جو خلائق مین بڑے شریر تھے . اے ابن رسول ! اونھون نے تجکو قتل کیا . جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ مین ڈالے گئے .

⁙ او آنکھ ! رونے مین میری مدد کر . کیونکہ اون شہیدون پر میرے بعد کون رونے والا ہے . جن کے قافلہ کو موت غلامون کا لباس پہنا کر ایک ظالم کے پاس لیجا رہی ہے . منہ .

اسی طرح تمام عالم اس واقعہ جانسوز پر رویا ہے ۔ اب ناظرین کو ذرا غور کرنا چاہیے ۔ جس کی مصیبت پر تمام مخلوق روئی ہو اور جس کے ماتم مین آسمان سے خون برسا ہو اور آفتاب اندہا ہو گیا ہو تو جنکے یہ جگر گوشہ اور نور چشم تہے اون کا کیا حال ہوا ہوگا ۔ اور خصوصاً جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہر پر کیا کچہ صدمہ پہونچا ہوگا ۔ امام حسین کے ساتہ جسقدر محبت آنحضرت کو تہی اوس کی کیفیت آپ سن چکے ہین ۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ امام حسین کے رونیکی آواز آنحضرت نے سنی تہی تو بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا تہا کہ "تم نہین جانتی ہو کہ حسین کے رونے سے مجہے کسقدر رنج ہوتا ہے ۔ اوس کا رونا مجہے ہرگز گوارا نہین ہے"۔

جب ذرا سے رونے مین وہ بہی بچون کا معمولی رونا کہ بے وجہ بہی رو دیا کرتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و ملال ہوتا تہا تو سانحہ کربلا سے جس مین امام حسین کی اور اون کے ساتہ تمام اہل بیت کی مصیبت انتہا درجہ کو پہونچ گئی تہی آنحضرت کس قدر مغموم اور محزون ہونگے ۔ ایک شمہ آنحضرت کے رنج و ملال کا یہ ہے کہ امام احمد اور بیہقی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہین کہ "ایک روز دوپہر کے وقت مین نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ کو خواب مین دیکہا کہ آپ کے سر کے بال پریشان ہین اور اون پر بہت سی گرد پڑی ہوئی ہے ۔ آپ کے دست مبارک مین ایک شیشہ ہے اور اوس مین خون بہرا ہوا ہے ۔ مین نے پوچہا یا رسول اللہ ! یہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا "کہ یہ حسین کا اور اوس کے ساتہ والون کا خون ہے ۔ مین

انہین کی قتل گاہ سے اوٹھا کر لایا ہون"۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہین کہ مین نے وہ دن جس مین یہ خواب دیکھا تھا یاد رکھا ۔ جبکہ امام حسین کی شہادت کی خبر پہنچی اور حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ جس روز مین نے وہ خواب دیکھا تھا اوسی روز امام حسین شہید ہوئے ۔

حاکم اور بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ کہتی ہین کہ مین نے ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپ کے تمام سر اور ریش مبارک پر بہت سی گرد پڑی تھی اور سر سے پاؤن تک خاک آلودہ تھے ۔ مین نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ "مین ابھی قتل گاہ حسین سے چلا آرہا ہون"۔

غضب کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی درد انگیز حالت ہو! اگر حضرت کی ذات رحمۃ للعالمین نہوتی تو اس مین کوئی شبہ نہین کہ اوس وقت خدا کا قہر نازل ہو جاتا ۔ یہ زمین اور یہ آسمان جو نظر آتا ہے اس کا کہین پتہ بھی نہ لگتا ۔ اور خدا کا وہ وعدہ "یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب"، یعنے ایک روز لپیٹ دینگے ہم آسمان کو جیسا کہ لکھنے کے کاغذ کو لپیٹتے ہین ۔ پورا ہو جاتا ۔ آسمان کا اور زمین کا رونا تو کس حساب مین ہے ۔ یہ وہ مصیبت تھی کہ جب پہلے پہل جناب باری نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دینی چاہی تو گوارا نہوا کہ یون ہی سرسری طور پر کہدیا جائے ۔ اللہ جل شانہ جانتا تھا کہ یہ دونون لڑکے (امام حسن اور امام حسین) میرے حبیب کو بہت پیارے ہین ۔ انکو

واسطے اپنے خاص فرزندون کو نذر کردیا ہے ۔ ⁂ ایسی صورت مین اس واقعہ کو سنکر میرا حبیب بہت آزردہ ہوگا ۔ اور اوس کے اہل بیت کو پیشتر از پیشتر بڑا صدمہ پہونچیگا ۔ اس لحاظ سے خداتعالی نے اوس کی تمہید یون شروع کی کہ ،، فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولاتکفرون ،، تم مجھے یاد کرو مین تم کو

⁂ اس کی روایت یون ہے کہ ایک بار جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ اپنے دونون فرزند قاسم اور ابراہیم کو اپنی داہنی جانب اور امام حسن اور امام حسین بائین پہلو مین بٹہاکر باتین کر رہے تہے ۔ اور کبہی اونکی طرف متوجہ ہوکر پیار کرتے تہے ۔ کبہی انکی جانب پہر کر گلے لگاتے تہے ۔ اس اثناء مین جبرئیل آئے اور یہ حکم لائے کہ ان چارون مین سے جنکو آپ زیادہ عزیز رکہتے ہین اپنے پاس رکہہ لو اور دوسرونکو ہمین دیدو ۔ اوس وقت آنحضرت کو تردد ہوا کہ کس کو رکہہ لیا جائے اور کس کو دیدینا چاہیے ۔ آخر دل سے یہ فیصلہ کیا کہ اگر نواسون کو دیدیا جائیگا تو فاطمہ اور علی کو بڑا رنج ہوگا ۔ اور اون کی دل لگی کیسی ہوگی ان کے سوا اون کے اور کون ہے ۔ اور اگر فرزندون کو دیدیا جائے گا تو میری دل لگی نواسون سے ہوجائے گی ۔ صرف ایک ان کی مان کو دکہہ ہوگا ۔ پس دو آدمیون کو دکہہ پہونچنے سے ایک کو دکہہ پہونچنا کسیقدر کم ہے ۔ اس بات کو دل مین نہان کر آپ نے کہا ای جبرئیل مین نواسون کو اپنے پاس رکہہ لینا مناسب جانتا ہون ۔ چنانچہ اسی بناء پر آپ کے دونون فرزند دو تین روز کے عرصہ مین یکے بعد دیگرے انتقال کرگئے معہ ۔

یاد کرتا ہون اور تم میرا شکر کرو اور کفران نعمت نکرو ۔ یعنے گلہ شکوہ نکرو ۔ یہ خطاب بظاہر عام مومنون کی جانب ہے ۔ اس مین اوس واقعہ کا کچھ ذکر نہین ہے ۔ صرف اپنے ذکر اور شکر کی طرف اون کو رجوع کرتا ہے ۔ تاکہ اون کا دل دنیا سے ہٹ جائے اور خدا کی طرف لگ جائے ۔ اس کے بعد یہ فرمایا ۔ ”یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ان اللہ مع الصابرین“ ”اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو ۔ صبر اور عبادت سے کام لو ۔ بے شک خدا صبر کرنے والون کے ساتھہ ہے“ ۔ اس مین بہی اصل مطلب کا کوئی ذکر نہین ہے ۔ گویا عام طور پر صبر اور نماز کی ترغیب دی گئی اور رضا و تسلیم پر مائل کر دیا گیا ۔ اور اوسکی فضیلت کی چاشنی بہی دیگئی ۔ جب یہ تمام باتین تسکین اور دل جوئی کی ہوچکین تو یہ فرمایا ”ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون“ ۔ ”جو شخص خدا کی راہ مین قتل کیا جاتا ہے اوسکو مردہ نکہو بلکہ وہ زندہ ہے لیکن تم اون کو محسوس نہین کر سکتے“ ۔ اس مین شہادت کا شرف اور اوس کی قدر و منزلت کا بیان ہوا تاکہ شہادت کا شوق دل مین پیدا ہو اور مرنے کا خوف نرہے ۔ اب ایک اشارہ اصل مضمون کا کیا گیا جس سے سب کے دل اودہر رجوع ہو جائین ۔ ان سب مراتب کے طے ہو جانے کے بعد اس واقعہ کو بہت ہی مختصر مگر جامع لفظون مین اس طرح بیان فرمایا ”ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات“ ”اور البتہ ہم آزمائینگے تم کو یعنے تمہارا امتحان لینگے ایک ایسی چیز سے جس مین خوف ہے اور بہوک ہے ۔ اور مال کا بہی اور جانون کا بہی اور اولاد کا بہی نقصان ہے“ ۔ یہ پانچون

باتین وقت واحد مین حضرت امام حسین پر گزر گئین ۔ اور حضرت اس امتحان مین پورے اوترے ۔ باوجود اسقدر رعایت اور دلداری کے پھر بھی اون کی آزردگی کا خیال باقی رہا ۔ اور اوس کی تلافی مین یہ فرمایا ”وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون“ ۔ اولئک علیہم صلوٰۃ من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون“ ”اے محمد تو بشارت دے اون صبر کرنے والون کو جبکہ اون پر مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہین کہ ہم خدا کے لیے ہین اور ہم اوسی کے پاس جانے والے ہین ۔ یہی وہ لوگ ہین جنپر خدا درود بھیجتا ہے اور رحمت نازل کرتا ہے ۔ اور یہی وہ لوگ ہین جنکو ہدایت ہوئی ہے“ ۔ اس مین جو کچھ عنایت اور مہربانی کا اظہار کیا گیا ہے اوس کا لطف کچھ اونہین لوگون کو ملتا ہے جو طالبان خدا ہین ۔ اور جنکی طبیعت مین عشق اور محبت کا مادہ ہے ۔ اس امتحان کی تشریح تو آگے چل کر ہم بہت ہی توضیح کے ساتھ کرینگے ۔ لیکن سردست اس موقع مین اوس کی تطبیق معرکہ کربلا سے کر کے بتلاتے ہین کہ جن مصائب کا ذکر اللہ جلشانہ نے پیش از وقوع واقعہ اس آیت مین کیا ہے وہ کہان تک اس کے حسب حال ہین ۔

حضرت امام حسین کو سلطنت کی جانب سے ایذا رسانی کا اسقدر تردد اور خوف ہو گیا تھا کہ گھر مین تو کیا ملک مین رہنا دشوار ہو گیا تھا ۔ بھوک پیاس کا وہ حال تھا کہ اونکو اور اونکے ساتھ والون کو یہان تک کہ بچون کو بھی تین روز تک پانی نہین ملا ۔ کھانیکا تو ذکر ہی کیا ہے ۔ جبکہ پانی نہو تو ایک نوالہ بھی کھایا نہین جاسکتا ۔ اونکے پاس جو کچھ مال و اثاثہ تھا وہ سب لوٹ لیا گیا ۔ جتنے عزیز و اقربا اور یار و انصار

اون کے ساتھ تھے وہ تمام قتل کیے گئے ۔ بھائی ۔ بیٹے ۔ بھانجے ۔ بھتیجے اور وہ خود بھی شہید ہوگئے ۔ گویا حضرت اس آیت کے پورے مصداق ہیں ۔

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں اس واقعہ کے اظہار مین وارد ہوئی ہین ۔ چنانچہ طبرانی نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے “خبر دی مجھے جبرئیل نے اس بات کی کہ یہ جو لڑکا میرا حسین ہے شہید کیا جائیگا زمین طف مین عہ اور لاکر دکھائی مجھے مٹی اوس جگہ کی اور کہا کہ یہ اوس کے مرقد کی ہے“ ۔

ابوداود اور حاکم نے ام الفضل سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ “آئے جبرئیل میرے پاس اور خبر دی مجھے کہ قریب ہے امت محمدی قتل کرے اس میرے لڑکے حسین کو اور لاکر دکھادی مجھے خاک سرخ اوس کے مقتل کی ۔

امام احمد نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے “ایک روز آیا فرشتہ میرے پاس کہ وہ کبھی نہین آیا تھا اور کہا کہ یہ جو تیری لڑکی کا لڑکا (حسین) ہے شہید کیا جائیگا اور تم چاہو تو مین خاک اوس زمین کی جہان یہ شہید ہوگا لاکر دکھاوون پھر لایا وہ فرشتہ تھوڑی سی خاک“ ۔

امام احمد اور ابو حاتم اور بغوی اور بیہقی اور ابو نعیم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز اجازت چاہی ایک فرشتہ موکل بارش نے اپنے پروردگار سے کہ مین چاہتا ہون تیرے رسول کی خدمت مین حاضر ہون ۔ اور

عہ طف ایک جنگل کا نام ہے قریب کوفہ کے جس کو کربلا کہتے ہین منہ ۔

اجازت دی اوس کو خدا تعالیٰ نے ۔ حضرت اوس وقت ام سلمہ کے مکان مین تھے ۔ آپ نے ام سلمہ سے کہا کہ حجرہ کا دروازہ بند کردو اور دیکھتی رہو کہ اندر کوئی آنے پائے ۔ ام سلمہ دروازہ پر بیٹھ گئین ۔ اتنے مین امام حسین دوڑتے ہوئے آئے اور بزور اندر گھس گئے ۔ آنحضرت نے اون کو اپنی گود مین بٹھا لیا اور پیار کرنے لگے ۔ اوس فرشتہ نے کہا یا حضرت آپ اس لڑکے کو بہت چاہتے ہین ۔ حضرت نے فرمایا ۔ ہان ۔ وہ کہنے لگا کہ قریب ہے آپکی امت اس لڑکے کو قتل کرڈالے ۔ اگر آپ چاہین تو مین آپکو وہ مقام بھی دکھا دون جہان یہ قتل ہوگا ۔ پھر وہ تھوڑی سی سرخ مٹی لے آیا ۔ ام سلمہ نے اوس مٹی کو لیکر ایک کپڑے مین باندھ رکھا "۔

حاکم اور بیہقی نے ام الفضل سے روایت کی ہے وہ کہتی ہین کہ "مین نے ایک روز امام حسین کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی اور اون کو آپ کی گود مین بٹھا دیکر مین کسی کام مین مشغول ہوگئی ۔ اتنے مین کیا دیکھتی ہون کہ حضرت کی آنکھون سے آنسو جاری ہین ۔ مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پرسے قربان ! یہ کیا حال ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ ای ام الفضل ابھی جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا کہ اس لڑکے کو تمہاری امت قتل کریگی اور اوس کے مقتل کی خاک سرخ لاکر دکھا دی "۔

اسحق بن راہویہ اور بیہقی اور ابو نعیم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت سو رہے تھے یکایک جاگ اوٹھے اور نہایت غمناک اور آبدیدہ تھے ۔ آپ کے ہاتھ مین سرخ مٹی تھی اور اوس کو

اوچھال رہے تھے ۔ مین نے پوچھا یارسول اللہ یا مٹی کیسی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ میرا لڑکا حسین زمین عراق مین شہید ہوگا ۔ اور یہ خاک سرخ اوسی مقام کی ہے،، ۔

ابونعیم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن اور امام حسین دونون میرے گھر مین کھیلتے تھے ۔ اتنے مین جبرئیل آئے اور کہا اے محمد بے شبہ تمہاری امت اس لڑکے کو شہید کرے گی ۔ اور اشارہ کیا طرف امام حسین کے اور تھوڑی سی خاک سرخ حضرت کو لاکر دی ۔ آپ نے اوس مٹی کو سونگھہ کر کہا کہ اس مین بوئے کرب و بلا ہے ۔ اور فرمایا کہ اے ام سلمہ جب یہ خاک خون ہوجائے تو تم جان لینا کہ حسین شہید ہوا ۔ مین نے اوس خاک کو ایک شیشہ مین رکھہ چھوڑا ۔ جس روز امام حسین شہید ہوئے اوس رات کو مین نے سنا کہ کوئی یہ شعر پڑھتا تھا ۔ ودا ایہا القاتلون جہلاً حسینا ۔ ابشروا بالعذاب والتنکیل ۔ قد لعنتم علی لسان داود ۔ وموسی وحامل الانجیل،، ٭ اس مضمون کو سنکر مجھے رونا آیا اور اوس شیشہ کو کھول کر دیکھا تو وہ مٹی خون ہوگئی تھی اور اوس مین جو کنکر تھے اون مین سے خون جاری تھا،، ۔

بیہقی نے ابی سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اوس وقت بی بی عایشہ کے بالاخانہ پر

٭ ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے ۔ ای جاہل قاتلان حسین ۔ بشارت ہو تم کو عذاب کی اور سختی کی ۔ بے شک تم پر لعنت ہوئی داود کی اور موسی کی اور حامل انجیل (عیسی) کی

آنحضرت کے پاس جبرئیل بیٹھے تھے ۔ آنحضرت سے جبرئیل نے کہا کہ جلد شہید کرے گی تمہاری امت اس لڑکے کو اگر تم چاہو تو اوس زمین کا پتہ بھی مین تم کو بتا دیتا ہون کہ جہان یہ شہید ہوگا اور اشارہ کیا طرف طف کے اور تھوڑی سی خاک سرخ وہان کی آنحضرت کو لا کر دکھا دی ۔

ابن سکن اور بغوی اور ابو نعیم نے انس بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین "کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا بالتحقیق یہ لڑکا میرا حسین زمین کربلا مین شہید ہوگا ۔ پس تم مین سے جو کوئی اوس وقت موجود رہے حسین کا ساتھ دے اور اوسکو اکیلا نہ چھوڑے" ⁜

ابن عساکر نے محمد بن عمر بن حسن سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین "کہ مین امام حسین کے ساتھ کربلا مین نہر فرات پر تھا ۔ امام حسین نے شمر ذی الجوشن کو دیکھ کر فرمایا سچا ہے خدا اور اوس کا رسول ۔ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ مین دیکھتا ہون ایک ابلق کتے کو کہ وہ میرے اہل بیت کے خون مین منہ ڈالتا ہے" +

ابو نعیم نے یحیی حضرمی سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین "کہ مین صفین کے سفر مین جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ رکاب تھا ۔ جس وقت

⁜ اسی حکم کی بنا پر انس بن حارث امام حسین کے ساتھ گئے اور کربلا مین حضرت کے ساتھ شہید ہوئے ۔ منہ ۔

+ شمر کوڑہی تھا اور اوسکی جسم پر سفید داغ تھے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلق کتا فرمایا ۔ یہ شخص اہل بیت کا سخت دشمن تھا ۔ اوسکو انکے قتل ہونیکی خوشی تھی ۔ منہ ۔

جناب امیر مقام نینوی پر پہونچے تو بے اختیار پکار کر کہا کہ ”صبر کرو اى ابا عبداللہ الحسین صبر کرو نہر فرات پر“ ۔ مین نے یہ بات جناب امیر کی زبان سے بے محل سنی تو متعجب ہوکر پوچھا کہ یا حضرت آپ نے یہ کیا فرمایا ۔ جناب امیر نے کہا کہ ایک روز مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا تھا دیکھا تو آپ کی آنکھون سے آنسو جاری ہین ۔ مین نے عرض کیا کہ یا حضرت رونے کا باعث کیا ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل نے آکر مجھسے کہا کہ بالتحقیق حسین نہر فرات پر قتل کیا جائے گا ۔ اور وہان کی تھوڑی سی مٹی بھی مجھے لاکر دکھادی ۔ وہ سرخ مٹی تھی مقتل حسین کی“ ۔

ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صفین کا[ملہ] قصد فرمایا اور فرات کے کنارے نینوی کے مقام پر پہونچے اور وہان سے کربلا کے جنگل مین گزر ہوا تو آپ نے اوس جائے کا نام پوچھا ۔ لوگون نے عرض کیا کہ اس کو کربلا کہتے ہین ۔ آپ نے وہان اوتر کر ایک درخت کے نیچے نماز ادا کی ۔ اور آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ یہان کئے لوگ شہید ہونگے ۔ وہ ایسے بہتر شہید ہین کہ بلا پرسش بہشت مین چلے جائینگے ۔ جس جگہ کی طرف آپ نے اشارہ کیا تھا وہان لوگون نے نشان بنا رکھا اور بعد مین دیکھا تو

[ملہ] صفین وہ مقام ہے کہ جہان امیر المومنین علی مرتضی اور امیر شام معاویہ ابن ابی سفیان سے جنگ ہوئی تھی ۔ یہ جنگ نو روز تک رہی اور اوس مین تیرہ ہزار مسلمان طرفین کے قتل ہوگئے ۔ منہ ۔

حسین وہان شہید ہوئے تھے ۔

ابن ابی شیبہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ مین حضرت علی کے ساتھہ کربلا مین تھا ۔ حضرت نے فرمایا کہ اس جنگل مین سے ستر آدمی اوٹھینگے اور بلاپرسش بہشت مین چلے جائینگے ۔

طبرانی نے شیبان بن مخزوم سے روایت کی ہے کہ جب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کربلا مین پہونچے تو فرمانے لگے کہ اس مقام پر ایسے لوگ شہید ہونگے جنکے مانند کوئی شہید سوائے شہدائے جنگ بدر کے نہوگا ۔

ابن عساکر نے ابن سیرین سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ "مین نے اپنے بعض دوستون کی زبانی سنا ہے کہ ایک روز جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے عمرو بن سعد سے فرمایا کہ ایک روز ایسا ہوگا کہ تم ایک ایسی جائے پر ہوگے جہان بہشت اور دوزخ کا تمکو اختیار دیا جائے گا اور تم دوزخ کو اختیار کروگے"۔

ابونعیم نے اصبغ بن بناتہ سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین کہ "مین جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے ساتھہ صفین کے سفر مین تھا ۔ جب موضع قبر حسین پر پہونچے تو جناب امیر نے اوس جگہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہان اونٹ بٹھائے جائینگے ۔ یہان خیمے کھڑے ہونگے یہان شہیدون کا خون بہیگا اور چند جوانان آل محمد اس میدان مین قتل ہونگے اور اون پر آسمان اور جن روئینگے"۔

حاکم اور ابونعیم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وحی بھیجی خدائے تعالی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مضمون کی کہ بالتحقیق

مین نے یحیی بن زکریا کے انتقام مین ستر ہزار یہودی قتل کیے تھے ۔ تیرے فرزند حسین کے خون کے بدلہ مین اوس کے دوچند یعنے ایک لاکھ چالیس ہزار آدمی قتل کرونگا اور انتقام لونگا +

العظمۃ للہ ! غور کرنے کا مقام ہے ۔ اللہ جلشانہ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی خاطر ہے ۔ اور حضرت امام حسین کا کیسا مرتبہ ہے ۔ یحیی علیہ السلام پیغمبرون کے زمرہ مین ہین ۔ اون کے خون کے بدلہ مین تو ستر ہزار مارے جائین ۔ اور امام حسین کے خون کے عوض مین اوس کے دوچند قتل ہون ! اس مین ایک نکتہ ہے ۔ حضرت امام حسین کی شہادت درحقیقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے ۔ کیونکہ اللہ جلشانہ نے آنحضرت کو جمیع فضائل وکمالات ظاہری و باطنی عطا فرمائے تھے ۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے ۔ لیکن ایک درجہ شہادت کا باقی تھا ۔ جس کا ہونا ایسی ذات مجمع کمالات مین ضرور تھا ۔ اور آنحضرت کو بھی اوسکی تمنا تھی ۔ اوسکے حاصل نہونیکا سبب یہ تھا کہ شہادت کی دو صورتین ہین ۔ ایک خفی اور ایک جلی ۔ شہادت خفی کی تعریف یہ ہے کہ اوسکا ظہور اچھی طرح سے نہو ۔ بلکہ جہانتک ممکن ہے پوشیدہ طور پر ہو ۔ شہادت جلی وہ ہے

+ اس حکم کا ظہور دو دفعہ کے بلتہ مین ہوا ۔ ایک تو امام حسین کی شہادت کے پانچ سال بعد مختار گردی مین ستر ہزار آدمی مارے گئے ۔ جتنے لوگ امام حسین کی شہادت مین شریک تھے مختار نے اون سب کو چن چن کر مارا ۔ دوسرے ستر ہزار عباسیون کی شروع عملداری مین قتل ہوئے منہ ۔

کہ علی رؤس الاشہاد قتل کیا جائے ۔ اور جسقدر اذیتین ممکن ہین وہ تمام گزر جائین ۔ اور اوسکی شہرت ایسی ہو کہ ساری دنیا اوس سے واقف ہو جائے ۔ اور یہی شہادت کاملہ ہے ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت صورت اول کی ہوتی تو کسی کو معلوم نہوتا اور شہادت کاملہ نہ کہلاتی ۔ اگر صورت ثانی کی ہوتی تو یہ امر شان و شوکت اسلام کے منافی تہا ۔ اسلام کی شان و شوکت کو برقرار رکہنا خدا تعالی کو منظور تہا ۔ لہذا حکمت الہی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ اس کام کے سر انجام پا سکنے واسطے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام کیے جائین ۔ تاکہ اون دونون قسم کی شہادت کا وقوع بوجہ کمال ہو ۔ اسوجہ سے امام حسن کی شہادت ایسے خفیہ طور پر ہوئی کہ جسکے ظاہر ہونیکے اسباب مشتبہ رہے ۔ اور گہر ہی کے اندر تمام امور کا فیصلہ ہو گیا ۔ امام حسین کی شہادت ایسی علانیہ صورت کی ہوئی کہ اوسکے حالات تمام دنیا پر مثل روز روشن ظاہر ہو گئے ۔ جتنی باتین اس قسم کی شہادت کے لیے درکار ہین وہ سب کی سب بوجہ اتم وقوع مین آئین ۔ اور بحکم "الولد سر لابیہ،، ان دونون بزرگوارون نے حق فرزندی جناب رسول خدا صلی علیہ وسلم کا ادا کر دیا ۔ اب قوم نے انکے ساتھ جو سلوک کیا وہ درحقیقت خاص آنحضرت کی ذات کے ساتھ کیا ۔ اسکے لیے عذر بہی کتنا معقول پیش کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسین حاکم وقت کی بیعت سے کنارہ کش تہے ۔ ماشاء اللہ ! بہلا یہ کیونکر ہو سکتا تہا کہ خاندانی منصب امامت کے ہوتے سہاتے اون کا ہاتہ کسی حاکم دنیا کے ہاتہ مین دیا جاتا ۔

امامت وہ چیز ہی جسکو قائم مقام نبوت اور رسالت کہنا چاہیے ۔ اور جسکا سرچشمہ

ولایت ہے ۔ مرتبہ ولایت کی تعریف محتاج بیان نہین ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''الولایۃ افضل من النبوۃ'' یہ مرتبہ تقرب الی اللہ کا نام ہی اس مین سوائے ذات حق جل و علا کے کسی دوسری چیز کی گنجایش نہین ہو سکتی ۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل'' مجھے خدا کے ساتھہ کوئی وقت ایسا ہوتا ہے جس مین میرے ساتھہ نہ کسی فرشتہ مقرب کی گنجایش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی ۔ جس طرح نبوت کے لیے ولایت کا ہونا ضروری ہے اوسی طرح امامت کے لیے بھی ولایت کا ہونا لازمی ہے ۔ جب کسی کو پیغمبری کا عہدہ ملا ہے تو پہلے اونکو ولایت کا مرتبہ حاصل ہوا ہی ۔ یہ ایک بدیہی مسئلہ ہی کہ جنکو بارگاہ کبریائی مین رسائی ہو گی اونکو اسرار الوہیت سے واقفیت ہو گی ۔ اور جنکو اسرار الوہیت سے واقفیت ہو گی اونکو تبلیغ احکام الہی کی خدمت ملیگی اس سے ثابت ہو گیا کہ خدا یتعالی کے قرب اور اوسکی معرفت کا نام ولایت ہی ۔ اور مخلوق کو احکام الہی کی ہدایت کرنیکا نام نبوت ہے ۔ ہدایت کرنیکے دو طریقے ہین ۔ ایک تو شریعت مجددہ کو قائم کرنا ۔ دوسرا شریعت قدیمہ کو استواری دینا ۔ پہلے طریقہ کا نام نبوت اور رسالت ہے ۔ دوسرے طریقہ کا نام امامت ۔ جبکہ نبوت اور رسالت ہمارے رسول مقبول پر ختم ہو چکی ہے اور وہ شریعت جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا ہے قیامت تک باقی رہنے والی ہے تو اوسکے استحکام کے لیے خدا یتعالی نے امامت کا منصب اون خاص لوگون کو عطا فرمایا جو مقربان بارگاہ کبریائی ہین ۔ اون حضرات کا یہ کام ہے کہ مسلمانون کو شریعت اسلام کے اوامر و نواہی کے پابند رہنے کی ہدایت کرین ۔ اور اسلام کے مستقیم راستہ سے اونکو بھٹکنے نہ دین ۔ اور اوسکے

ساتھہ خدا کی معرفت اور اوسکے عشق اور ذکر اور فکر اور تصفیہ دل اور تزکیہ نفس اور مراقبہ اور مشاہدہ اور حضور قلب اور فنا اور بقا اور وجود و عدم وغیرہ امور باطنی کی بہی تعلیم و تلقین کریں جسکو اصطلاح صوفیہ میں طریقت اور معرفت کہتے ہیں۔ انکی بیعت خداشناسی کیلیئے اوسی طرحپر فرض ہے جسطرح خداپرستی کے لیئے پیغمبر کی بیعت فرض ہے۔ اس میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہوسکتا کہ اس منصب کا استحقاق پیغمبر کے خاندان کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اور یہ شرف ”ید اللہ فوق ایدیہم،، کا خاص جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہوا ہے کیونکہ خدا تعالی کی بارگاہ سے اون کو ید اللہ کا خطاب ملا ہے۔ گویا اون کا ہاتھہ خدا کا ہاتھہ ہے۔ اس دلیل سے اونکے جانشینوں کا ہاتھہ کل قوم اسلام کے ہاتھوں کے اوپر ہونا چاہیے۔ نہ یہ کہ خود اونکے خاص فرزند کے ہاتھہ کے اوپر کسی دوسرے کا ہاتھہ ہو۔ کتنی بڑی جرات کی بات ہے کہ ایسی ذات مقدسہ کی گستاخانہ سے اس طرح کا سوال کیا جائے جو نہ صرف اون کے ذاتی شرف و منزلت کی بلکہ اون کے خاندان کے بہی خلاف ہو۔ ”چھوٹا منہ بڑی بات،، جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے ”کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم،، واہ واہ پیغمبر کے خاندان کی کیا اچھی عزت کیگئی! اور اون کے احسان کا کیا اچھا معاوضہ ہوا ہے! اور پھر اس منہ پر آیندہ قیامت کے روز شفاعت کی بہی امید رکہی جاتی ہے۔ کاش یہ لوگ کسی دوسرے کو اپنا پیغمبر بنا لیتے۔ اور ہمکو اس قسم کے شکوہ و شکایت کرنیکا موقع نہ دیتے۔ اگر انکے یہی پیغمبر ہیں۔ اور یہی قرآن ان کا دین و ایمان ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت قرآن مجید کی انہیں پر صادق آتی ہے۔ اور یہی نتیجہ اونکے اعمال کا ہے۔ ”کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم وشہدوا ان الرسول حق وجاءہم البینات واللہ لا یہدی

القوم الظالمین ۔ اولئک جزاءہم ان علیہم لعنة الله والملائکة والناس اجمعین خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینظرون ،، کیونکر ہدایت کریگا خدا اوس قوم کو جو کافر ہوگئی بعد ایمان لانیکے اور گواہی دی اس بات کی کہ پیغمبر برحق ہے اور اون کے لیے معجزے بہی آچکے ۔ اور خدا ہدایت نہین دیتا ہے ظلم کرنے والی قوم کو ۔ یہی بدلہ ہے اون لوگو کا اونپر لعنت ہے خدا کی اور فرشتونکی اور کل آدمیون کی ۔ ہمیشہ اسی مین رہینگے نہ انسے کچہ عذاب کم ہوگا اور نہ اونکو کچہ مہلت ملیگی ۔

چوتھا پان

سرگشتگان وادی غربت جہان چلے
رنج والم کا ساتھ لیے کاروان چلے

ایک شب ہمارا خیالی دوست گھر مین بیٹھے بیٹھے اوکتا کر جو باہر نکلا تو رات کا سمان بہت ہی پیارا معلوم ہوا ۔ اوائل ماہ کی اندہیری رات مین تارے خوب چھٹکے ہوئے ہین ۔ آسمان کیا ہے گویا سیاہ اطلسی کارچوبی شامیانہ تنا ہوا ہے ۔ قدم بڑہا کر آگے چلا تو ایک ایسے مقام پر پہونچا کہ جہان لوگون کا بڑا ازدحام تہا ۔ نئی نئی صورتین دیکھہ کر [illegible] عاشق مزاج دوست حیران ہو گیا کہ الہی ! یہ کونسا شہر ہوگا جو اس کثرت سے آباد ہے ؟ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ مدینۂ منورہ ہے ۔ اور یہ لوگ جو دکہائی دیتے ہین آدمی کی صورت مین فرشتے ہین ۔ ہمارے پیغمبر آخر الزمان کی زیارت کے لیے آسمان سے اوترے ہین ۔ جل جلالہ ! اوس وقت اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ جس کی انتہا نہین ۔ سبحان اللہ عما یصفون ۔ کیا خدا کی شان ہے ! تمام عمر

جس روضۂ مطہرہ کے دیکھنے کی آرزو تھی وہ آج یون مفت نصیب ہو گیا ۔ چلو سب سے پہلے زیارت سے مشرف ہو جائین ۔ اوس کے بعد شہر کی بھی سیر کرینگے ۔ جب حرم کے اندر داخل ہوا تو ایک نور کا عالم نظر آیا ۔ وہ نورانی گنبد ۔ اوس اطراف کی رنگین منقش جالی ۔ جس مین بجائے گل بوٹونکے تمام آیات و احادیث سنہری کندہ ۔ بیچ مین بہت ہی بیش قیمت قسطنطنیہ کے ریشمی قالین کا فرش ۔ اور اوپر جا بجا سونے چاندی کے بڑے بڑے روشن کیے ہوئے کنول اور دیکے ۔ خواجہ سراؤنکا وہ اہتمام ۔ زائرین کا وہ ازدحام ۔ خدا کی قدرت کا جلوہ صاف عیان ہے ۔ ہر طرف الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ۔ الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی ندا بلند ہے ۔ لوگ باب السلام سے چلے آ رہے ہین اور طواف کر کے باب الجبرئیل سے نکل جاتے ہین ۔ اوس وقت دل کی کیا کیفیت تھی ؟ کس طرح بیان کرون ۔ تڑپ کر پہلو سے نکلا پڑتا ہے ۔ جوش عقیدت سے آنسو دونون رخسارون پر بہ رہے ہین ۔ گلا گھٹ گیا ہے ۔ زبان سے "اللہم صل علی محمد" پورا نہین نکل سکتا ۔ بہر صورت طواف کر کے مسجد نبوی مین پہونچا تو وہ مقام دکھلائی دیا جو مابین گنبد و منبر ہے ۔ گنبد کی دیوار پر کیا ہی خوشخط جلی قلم طغرا مین بہ خط ثلث سنہری حروف کندہ ہین کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین ۔ غور سے پڑھا تو یہ حدیث لکھی ہے کہ "ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنان" ۔ روحی فداک یا رسول اللہ ! تم نے اپنے زائرین کو جنت عنایت کر دی ۔ اس وقت مسجد مین کچھ عجب ہی لطف ہے ۔ تمام ستون منقش بآیات قرآنی مطلا ہین ۔ روشنی کی کثرت سے سراپا بقعۂ نور بنی ہوئی ہے ۔ بہت ہی پر تکلف فرش بچھا ہے ۔ اوسپر لوگ بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن

کر رہے ہین ۔ اور کچھ نماز پڑھ رہے ہین ۔ دیکھنے والون کی آنکھون کو ایسی ٹھنڈک اور دل کو ایسی تسکین ہے کہ وہان سے نکلنے کو جی نہین چاہتا ۔ ابھی ہمارا دوست محو تماشائے فردوس تھا کہ دفعتًا ایک دردناک آواز کان مین آئی ۔ کیا کہون کسی نے دل کو مسوس ڈالا ۔ یا تو وہ خوشی تھی کہ پھولون نہین سماتا تھا ۔ یا یہ حال ہوا کہ دل قابو ہی مین نہین ۔ جھپٹ کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت امام حسین کے کوچ کی گڑبڑ ہو رہی ہے ۔ سامان گھر سے باہر نکل رہا ہے ۔ خدام پردہ کرا رہے ہین ۔ عورتین محملون مین سوار ہو رہی ہین ۔ ساتھ چلنے والے کمربستہ کھڑے ہین ۔ روانگی کا اہتمام ہو رہا ہے ۔ شہر کی تمام خلقت حضرت کو پہونچانے کے واسطے جمع ہو رہی ہے ۔ جتنے لوگ وہان موجود ہین سب افسوس کر رہے ہین اور گورنمنٹ شام کو برا بھلا کہہ رہے ہین اسی شور و غل نے ہمارے دوست کو پریشان کر دیا تھا ۔ وہ آگے بڑھکر حضرت کا قدمبوس ہوا ۔ اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ ۔ کہان کا قصد ہے ؟ اور کس لیے ؟ حضرت نے فرمایا ۔ بھائی ! بیت اللہ کا ارادہ ہے اور اسکا سبب مشیت ایزدی ہے ۔ ہمارا دوست پنجتن کے نام پر نثار ہونے والا ۔ بھلا وہ ایسے موقع پر کہین رکتا تھا ! وہین سے حضرت کے ہمراہ رکاب ہو گیا ۔ اور یہ آیت پڑھتا ہوا آگے آگے چلا کہ ,, فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ،، جدھر تم پلٹو گے ادھر خدا کا سامنا ہے

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد مبارک سے اہل بیت اطہار مدینہ طیبہ مین رہتے تھے ۔ چنانچہ بی بی فاطمہ زہرا کی رحلت اور امام حسن کی شہادت اسی مقام متبرک مین ہوئی ۔ انکے بعد امام حسین بھی بدستور وہین تشریف رکھتے تھے ۔ اس وقت پنجتن پاک مین یہی ایک باقی رہگئے تھے ۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ایک زندہ یادگار تھے ۔

جنکو دیکھکر لوگ اپنی تسکین کر لیا کرتے تھے ۔

سنہ ۵۶ ہجری مین امیر شام معاویہ ابن ابی سفیان کو یہ خیال ہوا کہ اپنے جیتے جی اپنے فرزند یزید کو اپنا ولیعہد کر دیا جاوے ۔ تاکہ بعد مین کوئی خرخشہ پیدا نہو ۔ اس خیال کی تائید پر ایک فرمان تمام ممالک اسلامیہ مین جاری کیا گیا کہ "یزید کے نام کی بیعت کل اہل اسلام سے لیجائے" اس حکم کی تعمیل اہلکاران ریاست نے بڑی سرگرمی سے کی ۔ یعنے یزید کی بیعت سب سے لیگئی ۔ صرف حضرت امام حسین اور عبد اللہ بن عباس اور عبد الرحمن بن ابا بکر صدیق اور عبد اللہ بن عمر فاروق اور عبد اللہ بن زبیر باقی رہگئے ۔ ان پانچ صاحبون نے قبول نہین کیا ۔ گو اونسے بیعت لینے کی بہت کوشش کیگئی ۔

آخر الامر چار سال کے بعد سنہ ۶۰ ہجری مین جبکہ معاویہ نے رحلت کی اور یزید مسند نشین ہوا تو اس نے نائبونکو اس امر کی اطلاع دی اور اوسکے ساتھ ہی ایک رقعہ علیحدہ ولید بن عقبہ نائب مدینہ کو لکھا کہ جسطرح ہو سکے امام حسین وغیرہ باقی لوگون سے جنہون نے ابتک بیعت نہین کی ہے فوراً بیعت لیجائے ۔ جب یہ دونون خط نائب مدینہ کو پہونچے تو اوسکو تردد ہوا ۔ وہ جانتا تھا کہ امام حسین سے بیعت کا لینا آسان کام نہین ہے ۔ اسمین ضرور فساد ہوگا ۔ اون دنون مروان * مدینہ مین موجود تھا ۔

---

* ہمارے ناظرین مروان کے نام سے واقف ہونگے ۔ یہ وہ ذات شریف ہے کہ ایکبار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسکو وحی کے لکھنے پر مامور فرمایا تھا تو اوس نے وحی کی عبارت مین اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا تھا ۔ جب یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو وہ عبارت وحی مین سے نکال ڈالی ۔ اور

ولید نے اوس کو بلا کر اس امر مین مشورت کی ۔ اس نے کہا کہ اون پانچون مین سے عبد الرحمن ابن ابا بکر نے تو انتقال کیا ہی ۔ اب چار باقی ہین ۔ اور وہ چارون یہان موجود بہی ہین اونکو بلا کر بیعت کا سوال کرو ۔ اگر قبول کرلین تو بہتر ہے ۔ والا اوسی وقت اونکو قتل کرڈالو ۔ بس قصہ پاک ہوگیا ۔ نائب نے کہا ۔ واہ ۔ کیا اچہی صلاح دی ہے ۔ کیا تم نہین جانتے کہ امام حسین کون ہین ۔؟ اور ہمکو اون کے ساتھہ کس طرح رہنا چاہیے ؟ مین اون کو قتل کر کے خدا کو کیا جواب دونگا ۔ اور پیغمبر کو کس طرح

اوس کو اپنے پاس سے دس کوس دور اخراج کرا دیا ۔ آنحضرت کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مین اور دس کوس دور بڑہا دیا ۔ اور پہر حضرت عمر رضی اللہ نے اپنی خلافت مین اور بہی دس کوس دور کا حکم دیا ۔ اسکی فتنہ پردازی اور جعلسازی سے لوگ بہت ڈرتے تہے ۔ اس کا دار الخلافت مین رہنا مناسب نہین سمجہتے تہے ۔ یہ شخص بنی امیہ کے خاندان کا تہا ۔ بنی ہاشم کے خاندان سے سخت عداوت رکہتا تہا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اوسکو قابو ملا ۔ اونہون نے برادری کی رعایت سے اس مردود کو پاس بلایا ۔ اور اپنا مشیر بنایا ۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی امیہ کے خاندان والے تمام ملکی خدمات پر مامور ہوگئے اور خاطر خواہ حکومت کرنے لگے ۔ ہاشمی خاندان کے لوگ منہ دیکہتے رہگئے ۔ آخر اسی کا فساد باعث شہادت حضرت عثمان ہوا اور خلافت کے امور مین تفرقہ پڑگیا ۔ پہر اسی کی سازش سے امام حسن کو زہر دیا گیا ۔ اور اسی کی جنبش سے امام حسن کی جنازہ پر ہنگامہ ہوا جس کے باعث وہ اپنے نانا کے روضہ مین مدفون نہو سکے ۔ منہ

منہ دکھاؤنگا۔ ایسا تو مجھ سے کبھی نہوگا۔ مروان نے کہا۔ اگر تمہارا ایسا خیال ہے تو تمہاری نوکری رہنا محال ہے۔

غرض یہ باتین ہوہوا کر امام حسین کے بلانے کے لیے آدمی گیا۔ اوسوقت آپ مسجد نبوی مین بیٹھے عبداللہ بن زبیر سے باتین کر رہے تھے۔ آدمی نائب کیطرف سے طلبی کا پیغام پہونچایا تو آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ تم جاؤ۔ ہم آتے ہین۔ وہ شخص چلا گیا تو آپ نے ابن زبیر سے کہا۔ شاید امیر شام کا انتقال ہو گیا ہے اسی لیے نائب نے ہمین بلایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کا سوال کریگا۔ ابن زبیر نے عرض کیا کہ میرا بھی خیال ایسا ہی ہے۔ پھر آپ وہان سے اوٹھکر اور چند لوگون کو اپنے ساتھ لیکر نائب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ آدمیون کو دروازہ کے باہر چھوڑکر اون کو فرمایا کہ تم یہان ٹھیرے رہو۔ جب کوئی بلوہ کی صورت نظر آئے تو تم لوگ اندر چلے آنا۔ پھر آپ تنہا اندر تشریف لے گئے۔

نائب سامنے آکر آداب بجا لایا اور ادب سے لیجا کر مسند پر بٹھایا۔ بعد مزاج پرسی کے یزید کا وہ خط ملاحظہ مین گزرانا جس مین امیر شام کے انتقال کا مضمون تھا۔ آپ نے اوس کو ملاحظہ فرما کر “انا للہ وانا الیہ راجعون” زبان مبارک سے پڑھا۔ اور کہا۔ خدا تم لوگون کو اس مصیبت مین صبر عطا کرے۔ اسکے بعد ولید نے عرض کیا کہ تمام لوگون نے یزید کی بیعت قبول کی ہے اور اوس کی اطاعت اپنے ذمہ لی ہے۔ آپ سے امید کیجاتی ہے کہ آپ بھی اوسکی بیعت کرینگے۔ اور اس امر مین تامل نہ فرماینگے۔ حضرت نے فرمایا۔ مین ایسا شخص نہین ہون کہ پوشیدہ طور پر بیعت کر لون۔ تمام مسلمانون کو جمع کرو اور مجھے بھی بلاؤ۔ اوسوقت

سب کی رائے کے موافق عمل کیا جائیگا ۔

ولید ایک سنجیدہ اور صلح پسند آدمی تھا ۔ عرض کیا ۔ بہت درست اور مناسب ہے ایسا ہی ہونا چاہیے ۔

آپ رخصت ہو کر وہان سے اوٹھے ۔ مروان بیٹھا تھا اوس نے ولید سے کہا ۔ دیکھو! موقع ہاتھ سے جاتا ہے ۔ ان کو جانے نہ دو ۔ یہ پھر ہاتھ نہ آئینگے ۔ اور تم بہت پچتاوگے ۔

یہ بات اوس نے اس طرح سے کہی کہ حضرت نے سن لی ۔ اور پلٹ کر فرمایا ۔ خدا کی مرضی کے خلاف کسی سے کچھ نہین ہوسکتا ۔

اتنا کہہ کر وہان سے نکلے ۔ جب اپنے گھر پہونچے تو بہت متفکر ہوئے ۔ اور ایک نوع کا خوف بھی دامنگیر ہوا کہ کہین یہ لوگ براہ مکر وفریب کچھ کر نہ گزرین ۔ کیونکہ جب ان لوگون نے دوبدو کہنے مین کوئی شرم نکی تو در پردہ کسی ایسی کارروائی کے کرنے کو کب چوکنے والے ہین جو مروت کے خلاف ہو ۔

ولید نے اس کے بعد عبد اللہ بن زبیر کو بلا بھیجا ۔ وہ حضرت کی گفتگو سن چکے تھے کچھ حیلہ کر کے مکہ کو چلے گئے ۔ ولید نے اون کی گرفتاری کے لیے سوار دوڑائے مگر وہ ہاتھ نہ آئے ۔

عبد اللہ ابن عمر کو بلا کر بیعت کا سوال کیا گیا تو اونہون نے حضرت کے ساتھ بیعت کرنے کا عذر کیا ۔ غرض ولید سے گورنمنٹ شام کے حکم کی تعمیل نہوسکی ۔ اور وہ اس علت مین خدمت سے موقوف بھی ہو گیا ۔

اب اوس کی جائے پر عمرو بن سعید بن عاص نائب مکہ جو ایک متکبر اور تند خو

شخص تہا مدینہ کا حاکم تہا ۔ اوس نے آتے ہی حضرت کے بارہ مین خفیہ سازش شروع کردی ۔ ہر روز ایک تازہ منصوبہ ہوتا لیکن کارگر نہوتا تہا ۔ رفتہ رفتہ اس خوفناک معاملہ کو یہان تک ترقی ہوئی اور اوس کے اسباب ایسے جمع ہوئے کہ حضرت کو مدینہ مین رہنا دشوار ہوگیا ۔

آخر تنگ ہوکر ایک شب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک مین تشریف لے گئے ۔ اور بعد فاتحہ و درود کے عرض کیا کہ ای سید المرسلین ۔ ای خاتم النبیین ۔ ای رحمتہ للعالمین ۔ مین وہی حسین ہون جس نے آپ کے آغوش شفقت مین پرورش پائی ۔ اور جس کی نازبرداری مین آپ نے کبہی کسی قسم کی کوتاہی نہ فرمائی ۔ ہمیشہ میری خوشی مین آپ کی خوشی رہی اور میری آزردگی مین آپ کی ناخوشی رہی ۔ اور اب مین وہی حسین ہون مگر ایک آفت مین مبتلا ہون ۔ کوئی پرسان نہین ۔ کوئی قدردان نہین ۔ یہ قوم جو آپ کا کلمہ پڑہتی ہے میری جان کی دشمن ۔ میری عافیت کی رہزن ہو رہی ہے ۔ میرا یہان رہنا کیا سنے جینا دشوار ہوگیا ہے ۔ مجہے کچہ نہین سوجہتا کہ کیا کرون اور کہان جاون ۔ یہ آپ کا روضہ اطہر کس طرح چہوڑون ۔

اتنا کہا تہا کہ رونا آگیا ۔ پہر خدا کی بارگاہ مین التجا کی ۔ خداوندا ! یہ قبر تیرے پیغمبر کی ہے ۔ اور مین اوس کا فرزند ہون ۔ اپنے حال مین حیران ہون ۔ اسی قبر کا صدقہ ۔ مجہے بتادے کہ تیری خوشی کس بات مین ہے ۔ تاکہ میرے دل کو تسکین ہو ۔ جب یہ دعا ختم ہوئی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑہی ۔ اور وہین قبر مبارک پر سر رکہہ کر آنکہہ بند کرلی تو دیکہا کہ جناب

رسول کریم تشریف لائے ہین ۔ اور سینہ سے لگا کر فرماتے ہین ۔ ای میرے قرۃ العین ۔ ای میرے مظلوم ابا عبد اللہ الحسین ۔ تو وہ ہے جو بخوشی خدا کے عہد کو پورا کرے گا ۔ تو وہ ہے جو تمام دنیا کی مصیبتین جھیل کر بخشایش امت کا سلسلہ بنے گا ۔ تو وہ ہے جو خدا کی راہ مین بھوکا پیاسا ماریہ کے جنگل مین قتل کیا جائے گا ۔ تو وہ ہے جس کا لاشہ بے گور و کفن تین دن تک دہوپ مین پڑا رہیگا ۔ اب تجھے صبر و شکر کرنا اور دل کو مضبوط رکھنا چاہیے ۔ یہ خدا کی آزمایش ہے ۔ جو لوگ ایسے امتحان مین پورے اوترتے ہین اون کے لیے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے ۔ بسم اللہ کر کے جلد کربلا کو جاو ۔ اور وہان سے سیدہے ہمارے پاس چلے آو ۔

حضرت امام حسین یہ معاملہ دیکھ کر وہان سے مکان کو آئے ۔ اور مکہ کی روانگی کا سامان کیا ۔ حضرت کے ساتھ تمام خاندان مرتضوی چلنے کو تیار ہو گیا ۔ اس طرح کی روانگی دیکھ کر مدینہ والون کو بڑا رنج ہوا ۔ اون کو یقین ہو گیا کہ حضرت پھر یہان تشریف نہ لائینگے ۔ الغرض شعبان کی چوتھی تاریخ حضرت نے مدینہ کو خیرباد کہا ۔

اب مدینہ منورہ مین حضرت علے کے خاندان کا کوئی نہ رہا ۔ صرف محمد بن حنفیہ اور اون کے فرزند اور عبد اللہ بن جعفر طیار باقی رہ گئے ۔ حضرت کی چھوٹی لڑکی فاطمہ صغری اون دنون بہت بیمار تھی ۔ لہذا وہ بی بی ام سلمہ ام المومنین کے پاس چھوڑ دی گئی ۔ اس لڑکی کی بیقراری اور گریہ و زاری ایسی نہ تھی جس کو ہم قلم انداز کر دین ۔ حضرت کے پاؤن پر سر رکھے اور

رو رو کر کهتی هے که مین بیمار نهین هون ۔ راسته مین بیماری کا نام بهی لون تو مجهے مارو ۔ راسته مین چهوڑ دو ۔ مگر خدا کے لیے اب تو نه چهوڑو ۔ مین علی اصغر کی خدمت کرون گی ۔ اوس کو کهلاون گی ۔ رونے نه دون گی ۔ اگر امان کی سواری مین جائے نهو گی تو مین فضه کی سواری مین بیٹهه جاونگی ۔ میرا ایسا کتنا بوجه هے ۔ سواری نهین تو نهین ۔ مین پیدل چلونگی ۔ اتنے بهت سے لوگ چلتے هین تو کیا مین نهین چل سکتی ؟ حضرت اوسکی تشفی کرتے هین ۔ بی بی ! گهبراو نهین ۔ دادی کے پاس آرام سے رهو ۔ هم تم کو جلدی بلا لینگے ۔ بهلا ! راسته مین تمهاری بیماری بڑه جائیگی تو کیسا هوگا ؟ میری پیاری ! تم رؤو نهین ۔ تمهارے رونے سے میرا دل دکهتا هے ۔ اوٹهو ۔ اپنی دادی کے پاس جاو ۔ شاباش ۔ هم تم کو جلدی بلا لینگے ۔ حضرت نے لڑکی کو تو سمجها منا کر اوٹهایا ۔ مگر محبت پدری کب خالی چهوڑتی تهی ؟ اوس کی باتون پر دل بهر هی آیا ۔ دل سے کها ۔ اتنے مین کیا هوتا هے ؟ ابهی تو بهت کچه غم کهانا هے ۔ چلو اپنا کام کرو ۔ اوسی حالت مین گهر سے نکلے ۔ اور چلتے وقت یه آیت پڑهی که فخرج منها خائفا یترقب ۔ قال رب نجنی من القوم الظالمین ،، پهر نکلا وهان سے خوف زده اور امیدوار ۔ کها ای پروردگار بچا تو مجهے ظالم قوم سے ۔

راسته مین جو تکلیفین اوٹهائین اون کے بیان کرنے کی حاجت نهین ۔ جو لوگ حج و زیارت کے لیے مکه اور مدینه کو جاتے آتے هین وه خوب جانتے هین که وه راسته کسقدر دشوار گزار هے ۔ اس سفر مین حضرت کے سنجهلے فرزند امام

زین العابدین کو بخار آگیا اور وہ بہت ہی بیمار ہوگئے ۔ خیر ۔ بہزار وقت مکہ پہونچے وہانکے چھوٹے بڑون نے آپ کا خیر مقدم کیا ۔ مکہ مین داخل ہوتے وقت آپ نے یہ آیت پڑہی کہ "عسی ربی ان یہدینی سواء السبیل"، امید ہے کہ میرا خدا مجھے سیدھا راستہ بتائے ۔ رات دن اصحاب رسول آپ کی خدمت مین حاضر رہتے تھے ۔ اور آپ کی صحبت کا فیض پاتے تھے ۔ ابن زبیر بہی سب کے برابر حضرت کے پاس آتے جاتے تھے ۔

چند روز کے بعد یکایک اونہون نے مکہ کے متولی کو جو گورنمنٹ شام کی جانب سے ماتحت نائب مدینہ تہا نکال باہر کردیا ۔ اور اوس خدمت کو اپنے قبضہ مین کرلیا ۔ اس پر مدینہ کے نائب نے ایک فوج دو ہزار سپاہ کی اونکے مقابلہ کے لیے بہیجدی ۔ جب وہ فوج مکہ کے نزدیک پہونچی تو ابن زبیر بہی اپنے لوگون کو لیکر باہر نکلے اور لڑائی شروع ہوگئی ۔ مدینہ کی فوج کا افسر لڑتے لڑتے عاجز ہوکر منہ پہیر گیا ۔ اور اوس کی فوج پراگندہ ہوگئی ۔ ابن زبیر نے قابو پاکر اوس کو قتل کرڈالا ۔ اب مکہ مین پورا پورا قبضہ ابن زبیر کا ہوگیا ۔

اگرچہ حضرت امام حسین کو اس واقعہ سے کوئی سروکار نہ تہا ۔ یہ تو عبد اللہ بن زبیر کی ذاتی جرأت اور اون کے خاص ارادہ سے وقوع مین آیا تہا ۔ لیکن گورنمنٹ شام کو حضرت ہی کی نسبت شبہ ہوا ۔ اوس کو معلوم ہوا کہ یہ فساد حضرت ہی کی چشمک سے ہوا ہے ۔ لہذا اودہر گورنمنٹ کی توجہ اور بہی زیادہ مبذول ہوئی ۔ اور حضرت پر قابو پانے کے لیے یہان بہی جاسوس مقرر کردئے گئے ۔ اب حضرت کا قیام مکہ مین بہی دشوار ہوگیا ۔ ابن زبیر کی حکومت اس خفیہ کارروائی کا علاج کیا

کرسکتی تھی ؟ آخرالامر نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی مثال سامنے آگئی ۔ جو لوگ
اپنے تھے وہ تو اپنے تھے ۔ مگر جو لوگ بیگانے تھے وہ کیونکر اپنے ہوسکتے تھے ؟
اس اثنا رمین کوفہ والون کو حضرت کے مکہ کو آنے کی خبر پہونچی تو اون کو ہمدردی کا
جوش پیدا ہوا ۔ وہان کے اعیان واشراف نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لیے
ایک کمیٹی سلیمان بن صرد الخزاعی کے مکان مین کی جس مین کل ستر اشخاص جمع ہوئے ۔
ممبران کمیٹی ۔ سلیمان بن صرد الخزاعی ۔ مسیب ابن نجبۃ ۔ رفاعۃ ابن شداد ۔
اور حبیب ابن مظاہر تھے ۔ سلیمان نے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا ۔
ای محبان اہل بیت رسول ! آج کیا اچھا مبارک دن ہے کہ مین آپ کو ایک اسلامی
فائدہ کی غرض سے اس جگہ جمع دیکھتا ہون ۔ مین خوش ہون اور مبارکباد دیتا ہون
کہ آپ کا اس جلسہ مین شریک ہونا اوس جوہر ایمان کا اظہار کرتا ہے جو اسلام کی
جان ہے ۔ مین بالیقین کہہ سکتا ہون کہ ہم پر خدا کی بڑی عنایت ہے ۔ کہ اوسنے
ہمارے دلون مین ایک ایسا جوش پیدا کر دیا جس کا نتیجہ ہمارے پیغمبر کی خوشنودی ہے ۔
اور یہی ایک ایسی چیز ہے جو ہم کو قیامت کے روز سرخرو کر سکتی ہے ۔ (نعرہ خوشی)
صاحبوا ! آپ کو معلوم ہے کہ امیر شام نے انتقال کیا ۔ اور اوس کا فرزند یزید
خلافت کا دعویدار بنا ہے ۔ اوسکی خواہش ہے کہ حسین ابن علی سے بیعت لے ۔
تم خوب جانتے ہو کہ حسین کون ہین ۔ حسین ہمارے پیغمبر کے نواسے ہین ۔ اور
خود پیغمبر نے فرمایا ہے کہ یہ میرا فرزند ہے ۔ فرزند مین اور نواسے مین کچھ فرق نہین
جبکہ ہمارے پیغمبر کے کوئی خاص فرزند نہین ہے اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ یہی
میرا فرزند ہے تو مسلمانون پر فرض ہو گیا کہ اون کو اپنے پیغمبر کا جانشین سمجھین ۔

اور واقع مین ہے بہی ایسا ہی ۔ ہمارے پیغمبر کی مسند آج اونہین سے زیبندہ ہے ۔ (نعرہ لاریب) سنو سنو ! ہم نے جہان تک امیر شام کی اطاعت کی ۔ اور اوس کے احکام کی تعمیل مین سرگرمی دکہائی تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ جو کچہ ہم نے کیا وہ دینداری کے متعلق تہا ؟ یا وہ ہماری فرمان برداری خداپرستی کے لحاظ سے تہی ؟ نہین ۔ ہرگز نہین ۔ وہ تو ہماری دنیاداری کا ایک لازمہ اور شکم پروری کا ایک ذریعہ تہا ۔ ابتک امیر شام کو امور دینیات سے کوئی سروکار نہ تہا ۔ وہ صرف اپنے دنیاوی تعلقات کے انتظام مین مصروف تہا ۔ اور اب اوس کو دینی معاملات مین دست اندازی کرنے کی خواہش ہوئی ہے ۔ تو کیا ہمارا اعتقاد اس بات کا متحمل ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے پیغمبر کے جانشین کو حاکم دنیا کا مطیع دیکہین ؟ (نعرہ تحقیر اور لاحول) ای حضرات آپ خیال کرسکتے ہین کہ ہمارے امام برحق حسین ابن علی پر بیعت کے معاملہ مین کسقدر سختی ہوئی ہوگی جو اونکو اپنا آبائی وطن مدینہ چہوڑنا پڑا ۔ اور وہ اب پریشان ہوکر مکہ مین آئے ہین ۔ پہر آنا بہی کیسا ! بال بچون سمیت اس گرمی کے موسم مین ۔ کہ پکہیرو بہی اپنا گہونسلا نہین چہوڑتا ۔ تو کیا اب ہمکو ایسے موقع مین اونکی اعانت کرنے کی ضرورت نہین ؟ بیشک ہمارا فرض ہے کہ جہانتک ہوسکے مال سے ۔ جان سے اونکی مدد کرین ۔ ہمارا ایمان اوس آہنی دیوار سے کچہ کم مضبوط نہونا چاہیے جو یاجوج ماجوج کی شر و فساد سے بچنے کیلئے ذوالقرنین نے بنائی ہے ۔ اور جسکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے ⁂ (نعرہ خوشی)

⁂ ملک چین کی شرقی شمالی حد پر جس جگہ منچوریا اور منگولیا کے درمیان کوہ یورال

(سلسلۃ الارض) کی ایک شاخ حائل ہوگئی ہے اوس کی حدود مین ایک موڑ ہے ۔ وہان سابق مین ایک درہ کشادہ تھا ۔ اوس کو ذوالقرنین بادشاہ نے بند کرادیا ہے اسکی تحقیقات خلفائے عباسیہ کے عہد مین خلیفہ واثق باللہ نے بذریعہ ایک کمیشن کے کرائی جسکا افسر محمد بن موسی خوارزمی منجم تھا ۔ یہ کمیشن طرخان کے ملک سے ہوکر اوس مقام پر پہونچا کہ جہان یہ دیوار ہے ۔ اور واپس آکر چشم دید یہ کیفیت بیان کیا کہ ڈیڑہ سو گز کا دو پہاڑون کے بیچ مین ایک درہ تھا جس کو دونون طرف سے پندرہ پندرہ گز عریض دیوارین لوہے کی اینٹون سے بنائی گئی ہین ۔ پگھلے ہوئے تانبے سے اوسکی درزین ملائی گئی ہین ۔ اور بیچ مین ایک دروازہ بناکر بڑے مستحکم آہنی کواڑون سے بند کرکے اوس مین ایک زبردست آہنی قفل ڈال دیا گیا ہے ۔

اس دیوار کے علاوہ اور دو تین دیوارین دنیا مین اس بر اعظم پر ہین ۔ چنانچہ ایک دیوار بہت ہی لمبی جسکا طول تخمیناً پندرہ سو میل تبلایا جاتا ہے چین کی شمالی سرحد پر تاتار اور ختا کے درمیان واقع ہے جس کو فغفور چین چی وانگ ٹی نے (۵۴۲) سال قبل سنہ عیسوی کے بنایا تھا ۔ اور ایک دیوار عراق عجم مین بھی چھوٹی سی بنا ہے جس کو کسی بادشاہ ایران نے بنایا تھا ۔ لیکن جمہور محققین اور مورخین کا اتفاق اسی بات پر ہے کہ جس دیوار کا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے اور جس کی تعمیر کی تصریح مین اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ ”حتی اذا ساوی بین الصدفین“ وہ تعریف اسی دیوار پر صادق آتی ہے کیونکہ اس آیت مین ایک محدود مقام کی طرف اشارہ ہے ۔ یہ بات فغفور چین کی بڑی دیوار مین نہین ہے ۔

اس دیوار کا بانی طبقہ سلاطین یمن مین سے تبع حمیریہ کے خاندان کا ایک

بادشاہ تہا ۔ جس کا نام صعب بن حارث الرائش تہا ۔ اسی کا لقب ذوالقرنین تہا ۔ جو قرآن مجید مین مذکور ہے ۔ اسکندر رومی کو جو ذوالقرنین بتلاتے ہین وہ خلاف واقعہ ہے ۔ اس لیے کہ سکندر کو اس دیوار سے کوئی تعلق نہین ہے ۔ البتہ بادشاہ یمن صعب بن حارث پر یہ لقب صادق آتا ہے اس کی عملداری بلاد مشرق مین بہی تہی ۔ سمرقند مین اس بادشاہ نے کئی عمارتین بنوائی ہین ۔ اور مصر مین بہی اس خاندان کے لوگ حکومت کر چکے ہین جو گلہ بانون کی عملداری کے نام سے مشہور ہے ۔ اس بادشاہ کا پردادا شداد بن عاد تہا جس نے باغ ارم بنایا تہا ۔ اور اسی کی اولاد مین سلسلہ بہ سلسلہ بادشاہت چل کر ساتوین پشت مین ملکہ بلقیس تخت نشین ہوئی ہے ۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار مین حاضر ہوئی تہی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دیوار سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے پیشتر کی ہے ۔

کوہ یورال کی پرلی طرف بحر اعظم کے کنارے منچوریا اور منگولیا چین سے ملی ہوئی جو بستیان ہین اون مین ترکون کی قومین رہتی ہین ۔ انہین کو یاجوج ماجوج کہا گیا ہے یہ لوگ یاجوج بن یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہین ۔ انکی سرشت مین وحشت اور خونخواری بہری ہے ۔ غارتگری اور لوٹ مار کے عادی ہین ۔ انہین کے دفع دخل کے لیے وہ درہ بند کر دیا گیا تہا ۔ عوام الناس جو ان لوگون کو عجیب الخلقت تصور کرتے ہین وہ بالکل بے اصل ہے ۔ شاید اون کے اخلاق و عادات مین مبالغہ کیا گیا ہے ۔ ترکون کی قوم تاتار مین بہی رہتی ہے جہان چینی عملداری ہے وہ عام انسانون کے جیسے ہین سنہ ۔

ہماری عزت اور ہماری شرافت اسی سے ثابت ہونے والی ہے کہ ہم اسلام کا حق ادا کرین۔ مال تو کیا مال ہے۔ جان تک اہل بیت رسول کے قدمون پر نثار کر دین۔ آل عبا مین سوائے حسین کے اب کون باقی رہا ہے۔ صرف وہی ہمارے پیغمبر کی ایک زندہ یادگار ہین۔ کل ہمکو اپنے پیغمبر کے سامنے جانا ہوگا۔ اگر ہم آج حسین کی مدد نکرینگے تو کل کس منہ سے اون سے شفاعت کے خواستگار ہونگے۔ آپ لوگ قوم مین نامی گرامی ہین۔ آپکی قومی عزت ہرگز اس بات کو پسند نکریگی کہ قوم اسلام کا پیشوا امیر شام کی ایک ایسی نالائق حرکت کے باعث مجبور ہو جائے جو اوسکے خلاف شان ہو اور قوم بیٹھے منہ دیکھا کرے۔ ہمکو اس مین کوشش کرنی چاہیے۔ ہم حق پر ہین۔ خدا ہماری مدد کرے گا۔ (نعرہ خوشی) سلیمان نے اپنی تقریر ختم کی تو حبیب ابن مظاہر نے کہا۔ میرے نزدیک ضرور قوم کی جانب سے اس بات کا اظہار ہونا چاہیے کہ ہمکو اسلامی عزت کا کس درجہ خیال ہے۔ اور کہانتک ہم امیر شام کی ناشایستہ حرکات کو قابل نفرت جانتے ہین۔ مسیب ابن نجبہ نے کہا۔ میری رائے مین حضرت امام حسین کو بلا لینا مناسب ہے۔ کیونکہ نزدیک سے ہر ایک کام بآسانی طے ہو سکتا ہے۔ رفاعہ ابن شداد نے اوسکی تائید کی۔ حاضرین جلسہ سب کے سب ہم آواز ہو کر (ہم کو اتفاق ہے) اسکے بعد یہ تجویز قرار پائی کہ ممبران کمیٹی کی جانب سے حضرت امام حسین کے نام ایک درخواست بھیجی جائے جسمین اپنے حسن عقیدت اور رسوخ کے اظہار کے بعد اونکی تشریف آوری کی نسبت اصرار بلیغ ہو۔ (جلسہ برخاست ہوا) اس تجویز کے موافق حضرت کے نام ارکان مجلس کی جانب سے ایک عرضداشت لکھی گئی۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد حمد خدائے ذو الجلال والاکرام اور نعت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واضح رائے

الور ہو ۔ ہمنے سنا ہی کہ امیر شام نے انتقال کیا اور اوسکے بیٹے کو خلافت کی ہوس ہوئی ہی اس بات سی ہمکو بڑا رنج ہوا ۔ قسم ہے اوس خدای وحدہٗ لاشریک کی جسکے قبضہ قدرت مین ہماری جان ہی ۔ کہ وہ کسی صورت سی خلافت کا مستحق نہین ہے ۔ خلافت پیغمبر کی اولاد کو سزاوار ہی اور اوسکا استحقاق بلاشک آپکو ہے ۔ ہم لوگ آپکی اطاعت کو عبادت ۔ اور آپکی اعانت کو سعادت جانتے ہین ۔ ہمکو امید ہی کہ آپ ضرور یہان تشریف لائینگے ۔ اور اپنے دیدار سے ہمکو مشرف فرماینگے ۔ یہانکے چھوٹے بڑے آپکا دم بھرتے ہین ۔ رات دن آپکی تشریف آوری کی دعا کرتے ہین ۔ ہمکو آپکی ذات سے ویسی ہی عقیدت ہے جیسی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۔ خدا وہ دن کرے کہ آپکے قدم ہمین نظر آئین ۔ اور ہمارے دل کی تمنائین بر آئین ۔ والسلام ۔ یہ عرضداشت دو معتبر آدمیونکے ہاتھہ مکہ کو روانہ کی گئی ۔ اور زبانی بھی یہانکے لوگونکی عقیدت اور ارادت کے اظہار کے لیے قاصدونکو تفہیم کیگئی ۔ جب یہ عرضداشت حضرت کے ملاحظہ مین گزری اور زبانی کیفیت بھی قاصدونکی طرف سے گوشزد ہوئی تو آپ نے فرمایا ۔ خدا کی جو مرضی ہوگی وہی ظہور مین آئیگی ۔ عرضداشت کا کچھ جواب نہین دیا گیا ۔ اور قاصدونکو رخصت ملی ۔ قاصد واپس روانہ ہوئے ۔ ابھی وہ کوفہ کو نہین پہونچے تھے کہ کوفیونکے صدق ارادت اور جوش محبت نے اتنا توقف بھی گوارا نہ کیا کہ وہ اپنے قاصدونکے واپس آنیکا انتظار کرین ۔ اور حضرت کے ارادہ پر آگاہی پائین ۔ اونہون نے تین قاصد اور روانہ کیے ۔ اور اونکے ساتھہ بہت سے خطوط عام باشندگان کوفہ کے تھے ۔ ان سب خطون کا یہی مطلب تھا کہ ہم لوگ آپکے قدیمی جان نثار ہین ۔ ہم اپنی جان اور اپنا مال آپکے قدمون پر تصدق کرنیکو تیار ہین ۔ ہمارا مالک اور ہمارا والی دونون جہان مین آپکے سوا کوئی نہین ہی ۔ ہماری دلی آرزو یہ ہی کہ آپکے قدم دیکھین اور آپکی خدمت

بجا لائین ۔ آپ ضرور ہماری اس درخواست کو منظور فرمائینگے اور بہت جلد اس طرف تشریف لائینگے ۔ اسکے بعد ہانی سبیعی اور سعید بن عبد اللہ حنفی نے ایک خط اسی قسم کے مضمون کا لکھ کر ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کیا ۔ اور شبیث ابن ربعی اور حجار ابن ابجر اور یزید ابن حارث اور عمرو بن حجائل اور حجاج زبیدی اور محمد بن عمر تمیمی نے بھی بہت ہی شد و مد کے ساتھ حضرت کی طلبی مین خطوط بھیجے ۔ اور اپنے عہد و پیمان کو موکد بایمان کیا ۔ حاصل کلام یہ کہ قاصدون کا تار بندہ گیا ۔ اور خطون کا ایک ڈھیر لگ گیا ۔ یہانتک کہ تین مہینے کے عرصہ مین کوئی تخمیناً ڈیڑہ سو سے زیادہ درخواستین حضرت کی خدمتمین گزر چکین ۔ روز ایک قاصد آتا اور خط کے ساتھ زبانی پیغام کوفیون کے اشتیاق کا سناتا تہا ۔ اسوقت تک حضرت نے نہ کسی ایک خط کا جواب دیا ۔ نہ اپنے ارادہ سے کسی کو آگاہ کیا ۔ مگر جب دیکہا کہ کوفیونکی التجا حد سے تجاوز کرتی چلی ہے ۔ اور خطون کا تار کہین ٹوٹتا ہی نہین تو آپکو اونکی راسخ الاعتقادی کا اعتماد ہو گیا ۔ اور بمقتضاء طبع رحیم اونکی مضطربانہ اور معتقدانہ تحریر و تقریر پر رجوع فرمایا ۔ جب یہ بات مکہ والون پر کہلی اور معلوم ہوا کہ حضرت کا ارادہ کوفہ جانیکا ہے تو اوس وقت کے موجودہ اصحاب رسول مختار اور دیگر اخلاص شعار تجربہ کار جنکو حضرت کے ساتھ دلی محبت اور ارادت تہی ۔ اور خصوصاً عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن زبیر نے آپکی خدمتمین عرض کیا کہ کوفیونکے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہین ہے ۔ وہانکے لوگ بڑے بدعہد اور نہایت بیوفا ہوتے ہین ۔ اونکی بیوفائی اور بدعہدی ضرب المثل ہو گئی ہے کہ ،،الکوفی لا یوفی،، انکے قول و قرار پر ۔ انکے چلن و اطوار پر ہرگز اعتبار نکرنا چاہیے ۔ یہ لوگ دم دلاسا دیکر جنگل مین گلا کاٹنے والے ہین ۔ انکی صحبت سے خدا بچائے ۔ انکے جال مین خدا کسی کو نہ پہنسائے ۔ ہمارے نزدیک آپکا وہان جانا مناسب نہین معلوم ہوتا ۔ خدا خدا کرکے اہل بیت رسول خدا مین صرف ایک آپ باقی رہگئے ہین

خدانخواستہ اگر آپکی ذات کو کسی قسم کا ضرر پہونچگیا تو بڑا غضب ہوجائیگا ۔ اگرچہ یہ بات یقینی ہی کہ "لاتتحرک ذرۃ الا باذن اللہ" خدا کے حکم کے سوا ایک تنکا بہی نہین ہل سکتا ۔ مگر خدا نے ہر ایک بات کی تدبیر بہی تو بتادی ہے ۔ اوسکی تعمیل بہی ایک ضروری امر ہے مقتضای احتیاط یہ ہے کہ اگر اونکا اصرار آپکی طلب مین زیادہ ہے ۔ اور آپکا وہان جانیکا ارادہ ہی تو بہتر ہوگا کہ پہلے کسی اپنے عزیز کو بہیجکر وہان کا رنگ ڈہنگ ملاحظہ فرمائیے ۔ جب یقین ہوجای کہ وہ لوگ اپنے اعتقاد مین پکے اور اپنے قول قرار مین سچے ہین تو پہر کچہ مضائقہ نہین ۔ چونکہ یہ رائے قرین صواب تہی لہذا حضرتکے بہی ذہن مین آگئی ۔ اور سب کی صلاح کے موافق حضرت نے اپنے چچازاد بہائی مسلم ابن عقیل کو کوفہ جانیکے لیے تجویز فرمایا ۔ اور ایک خط کوفیونکے نام لکہا ۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ علی کل حال ۔ والیہ المرجع والمآل ۔ والصلوۃ علی جدنا وسیدنا محمد الرسول اللہ ماحی الکفر والضلال ۔ مین نے اون تمام مراسلات کو پایا جو ابتک تم نے میرے پاس بہیجے ہین ۔ اور اونکے مضامین پر غور کیا ۔ تم نے اپنا حسن عقیدت اور صدق ارادت جو میری نسبت ظاہر کیا ہے اوس سے مین بہت خوش ہوا ۔ خدا تمکو اسکی جزائے خیر دے ۔ تمہاری درخواست کے موافق بالفعل مین نے اپنے بہائی مسلم ابن عقیل کو تمہارے پاس بہیجا ہے ۔ اور اون سے کہدیا ہے کہ وہانکے حالات سے مفصل طور پر اطلاع دین ۔ جب وہ مجہے لکہینگے تو انشاء اللہ تعالی مین بہی آؤن گا ۔ تم یقین مانو کہ امام وہی ہو سکتا ہے جو خدا کی کتاب کے موافق عمل کرے ۔ اور دین حق کو قائم رکہے ۔ اور اوسکے رسول کی پیروی کرے ۔ ربنا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۔ والسلام علی من اتبع الہدی" یہ خط قاصدونکے حوالے کیا گیا اور اونکو مسلم کو ساتہہ جانیکا حکم

دیا گیا ۔ چلتے وقت حضرت نے مسلم کو ہدایت کی کہ تم کوفہ پہونچکر وہانکے حالات اور لوگونکے خیالات دریافت کرنا ۔ اگر وہ فی الواقع ہم سے محبت رکھتے ہون اور ہمارے آنیکی خواہش دل سے کرتے ہون تو ہمکو لکھہ بھیجنا ۔ انشاء اللہ ہم بھی وہان آئینگے ۔ مگر خبردار ۔ ذرا ہوشیاری سے کام لینا ۔ کیونکہ آجکل زمانہ کا رنگ بگڑا ہوا ہے ۔ مبادا کوئی صورت فساد کی پیدا ہو جائے ۔ مسلم جب کوفہ کو جانے لگے تو اونکے دو کمسن لڑکے جنکی عمر تخمیناً آٹھہ آٹھہ دس دس برس کی ہوگی ۔ ساتھہ چلنے کے لیے ہٹ کرنے لگے ۔

چونکہ ان بچونکو باپ سے بڑی محبت تھی ۔ اور مسلم کو بھی یہ بہت پیارے تھے ۔ لہذا بمجبوری اونکو ساتھہ لینا پڑا ۔ اور وہ بھی خوشی خوشی اونکے ساتھہ گئے تھے ۔ یون کہنا چاہیے کہ چار قدم آگے ہو لیے ۔ ان نادان معصومون کو کیا معلوم تھا کہ قضا باپ کی محبت کا لالچ دلاکر عید الضحی کی قربانی کے واسطے لے چلی ہے ۔ مسلم اپنے دونون بچون سمیت کوفہ روانہ ہوئے ۔ اور حضرت نے خدا حافظ کہکر اونکو رخصت فرمایا ۔

پانچوان باب

کوفہ کا نام اہل مدینہ کیواسطے
خنجر کا کام کرتا ہی سینہ کیواسطے

تقدیر کا نوشتہ کوئی مٹا نہین سکتا ۔ ہزار تدبیر کرو کچہ کام نہین نکلتا ۔ ہونیوالی بات ضرور ہو کر رہتی ہے ۔ چنانچہ مسلم کا کوفہ کو جانا بظاہر اسباب تو مناسب معلوم ہوتا تہا ۔ اہل عراق نے حضرت امام حسین کے ساتہہ دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے ۔ اور مسلم حضرت کی طرف سے نائب ہو کر وہان جاتے ہین ۔ ایسی صورتین مسلم کی خاطر و مدارات ہونے مین کیا شبہ تہا ۔ لیکن قسام ازل نے اون کی قسمت مین ایسا نہین لکہا تہا ۔ بلکہ یہ بزرگ تو ایک ایسی کتاب کا دیباچہ ہین جسمین بجز مصیبت کے اور کچہ نہین لکہا ہے ۔ یعنے انکی روانگی حضرتکی شہادت کا آغاز اور خاندان رسالت کی تباہی کا اختتام ہے ۔ ہم کیا کرین ۔ مجبور ہین ۔ ان کے لیے ایک فقرہ بہی ایسا نہین لکہہ سکتے کہ جسکے پڑہنے سے ناظرین خوش ہون ۔ واہ!

مین نے بھی کیا بے تکی بات کہی ہے ۔ بھلا ۔ جو داستان سراپا مصیبت ہو اوسمین خوشی کی بات کیون آنے لگی ؟ مگر انشاءاللہ تعالی ۔ ایک روز ایسا بھی آجائیگا کہ یہی داستان ہمارے ناظرین کی خوشی کا باعث ہوگی ۔ جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ ،، (چہرے اوس روز چمکتے ۔ ہنستے ۔ مسکراتے ہونگے) کیونکہ یہ داستان اوس شخص کی ہے جس کی ذات اسلام کی جان اور جس کی اطاعت موجب ایمان ہے ۔

جبکہ مسلم حضرت سے رخصت ہو کر چلے تو جہان مدینہ کا اور کوفہ کا راستہ جدا ہوتا ہے وہان یہ ارادہ ہوا کہ مدینہ ہو کر کوفہ کو جائین ۔ مگر کوفہ کے قاصدون نے قبول نکیا اونہون نے سیدہا کوفہ کا راستہ لیا اور مسلم نے مدینہ کا ۔ مسلم نے مدینہ پہونچکر دو راہبر ساتھ لیے ۔ اور معمولی راستہ چھوڑکر ایک دوسرے راستہ سے چلے ۔ گرمی کا موسم ہونیکی وجہ سے راتون کو چلنا اختیار کیا ۔ دوسری منزل مین رستہ بھول کر ایک ایسے بیابان مین جا نکلے کہ جہان پانی کا نام و نشان ہی نہ تھا ۔ جس وقت آفتاب چمکا اور دہوپ کی شدت ہونے لگی تو پیاس کے مارے بے تاب ہوگئے ۔ منزل پر پہونچنا تو ایک طرف خود جان کے لالے پڑگئے ۔ آخر ایک رہبر تو جنگل ہی مین مرگیا اور دوسرا ایک مقام (مضیق) پر بہت سا پانی پیکر جان بحق تسلیم ہوا ۔ اب مسلم اکیلے رہ گئے ۔ اونہون نے وہان ٹہیرکر اپنی ساری سرگزشت حضرت کو لکھی ۔ اور منتظر حکم رہے ۔ جب یہ کیفیت حضرت کو پہونچی تو اوس کے جواب مین حضرت نے لکھا کہ یہ زحمت ایک عارضی ہے ۔ اسکا خیال نکرو ۔ جس طرح ہو سکے کوفہ کو پہونچو ۔ اور اہل عراق کا حال دریافت کرکے اطلاع دو ۔ اس راستہ مین جسقدر تکلیف تمہین ہوگی اوس سے

زیادہ خدا تمکو راحت دیگا ۔ اگرچہ مسلم نے اس ابتدائی واقعہ کو بدشگونی تصور کر کے سفر سے واپسی کا ارادہ کیا تھا ۔ لیکن حضرت کے ارشاد پر آگے بڑہنے کا قصد فرمایا ۔ سفر کی تمام سختیان سہہ کر بہزار وقت کوفہ پہونچے ۔ اور ایک معتبر شخص مختار نامی کے مکان پر اوترے ۔ اہل کوفہ ان کے آنے کی خبر پاکر بیحد خوش ہوئے اور ان کی ملاقات کو آنے لگے ۔ مسلم نے اونکو حضرت کا حکم سنا کر اپنے خاندان کے طریقہ کے موافق اون سے حضرت کے نام کی بیعت لینی شروع کی ۔ روز بروز لوگ جوق جوق آتے تھے ۔ اور مسلم کے ہاتھہ پر بیعت کرتے جاتے تھے ۔ یہانتک کہ تہوڑے سے عرصہ مین کم و بیش چالیس ہزار آدمیون نے بیعت کر لی ۔ ان مین بوڑہا جوان ۔ سپاہی ۔ بیوپاری ۔ امیر ۔ غریب سب ہی تھے ۔ یہ لوگ مسلم کے ساتھہ اسقدر تلطف و مدارات سے پیش آئے کہ اونکو ان کی راست کرداری اور ایمانداری کا یقین ہو گیا ۔ نعمان ابن بشیر گورنمنٹ شام کی جانب سے جو وہان کا حاکم تھا وہ بہی دل سے انکا مطیع تھا ۔ اور باوجود آگاہی اس امر کے کہ ہزارہا آدمی مسلم کے ہوادار اور حضرت امام حسین کے جان نثار ہو گئے ہین اور ہوتے چلے جارہے ہین چشم پوشی کرتا تھا ۔ مگر چونکہ وہ بلحاظ اپنی خدمت کے اس قسم کی باتون کا ذمہ دار تہا سرکاری بازپرس اور وقائع نگارون کی کارسازی کے خوف سے ایک روز مسجد جامع مین اہل کوفہ کی حاضری کا حکم دیا ۔ جسوقت سب لوگ جمع ہوئے تو منبر پر کہڑے ہو کر باواز بلند کہا ۔ ای اہل کوفہ ! تم جانتے ہو کہ مین ایک صلح جو انصاف پسند آدمی ہون ۔ میری یہ عادت نہین ہے کہ کسی کام مین پیشقدمی کرون ۔ اور ناحق کسی پر تہمت دہرون بلکہ میری خواہش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ تم لوگ فتنہ و فساد سے محفوظ رہو ۔

اور آپس مین اتفاق سے اپنی زندگی بسر کرو . اب مین دیکہتا ہون کہ اندنون تم نے ایک شورش مچا رکہی ہے . اور پورانی باتون کو از سر نو یاد دلایا ہے . تم خوب سمجہو کہ اگر تم اپنے حاکم کی مخالفت کروگے اور اپنے عہد و پیمان سے پہروگے تو قسم ہے اوس خدائے وحدہ لاشریک کی جو مالک الملک ہے مین کبہی درگزر نکرونگا . ایک ایک کو خاطر خواہ سزا دونگا . نعمان نے یہان تک کہا تہا کہ بیچ مین عبد اللہ بن مسلم حضرمی جو گورنمنٹ شام کا جاسوس اور اوس مجمع مین حاضر تہا بول اوٹہا . ای امیر! ایسی کمزور باتون سے کام نہین نکلتا . ریاست کے لیے سیاست ضرور ہے . نعمان نے جواب دیا کہ خدا کی راہ مین زوردار باغی سے کمزور مطیع بہتر ہے . اتنا کہہ کر نعمان منبر سے اوترا اور اپنے مکان کو چلا گیا . اس عرصہ مین عمارۃ ابن عقبہ اور عمر ابن سعد ابن ابی وقاص نے جو امیر شام کے بڑے خیر خواہ اور جان نثار تہے اپنی خیر خواہی جتانے اور انعام پانے کے لالچ سے یہان کے حالات پوست کندہ لکہہ بہیجے .

اور وہ جاسوس تو بذات خود دمشق کو جا کر امیر شام کی خدمت مین باریاب ہوا . اور یہان کے کل حالات یعنے معززین کوفہ کا حضرت امام حسین کے ساتہہ ہو جانا . مسلم کا کوفہ کو آنا . اور وہان کے خاص و عام ہزارہا آدمیون کا مسلم کے ہاتہہ پر بیعت کرنا . نعمان ابن بشیر کی چشم پوشی بلکہ در پردہ مسلم سے ملجانا . اور اوس کے ساتہہ موجودہ گورنمنٹ کی بیخکنی . بنی امیہ کی سلطنت کا زوال . بنی فاطمہ کا عروج . وغیرہ پولیٹکل امور کی نسبت بحث کرکے آیندہ انتظام کرنے کا طریقہ اور اوس کے اسباب بہت ہی شرح وبسط کے ساتہہ بیان کیے .

امیر شام (یزید) کے حق مین یہ باتین جادو سے کم اثر نہین رکہتی تہین .

فوراً شیطان سر پر سوار ہوگیا ۔ اور بدحواس ہوکر ہذیان بکنے لگا ۔ اوس وقت سرجون نامی جو ایک رومی غلام مصاحب خاص تھا ۔ اور اکثر ملکی معاملات مین رائے زنی کرتا رہتا تھا ۔ موقع دیکھہ کر کہنے لگا ۔ مین تم سے ایک پوچھتا ہون ۔ اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے اور کوئی بات تم سے کہتے تو کیا تم اوسکو پسند نکرتے ؟ یزید نے جوابدیا ۔ بیشک مین اونکی بات کو رد نکرتا ۔ اونسے زیادہ میرا خیرخواہ کون ہوسکتا ہے ؟ سرجون نے کہا ۔ مین بھی تمہارا خیرخواہ ہون ایکبات کہتا ہون ۔ سنو ! یہ واقعہ جو پیش آیا ہے اور جسکے سبب سے تم بہت پریشان ہو ۔ بیشک تمہاری سلطنت کے لیے بہت مضر ہے ۔ مین خیال کرتا ہون کہ اس کا دفعیہ بجز ایک شخص کے دوسرے سے ناممکن ہے ۔ خاندان رسالت کی تباہی کون مسلمان گوارا کریگا ؟ اس کام کے لیے وہی شخص موزون ہوسکتا ہے جس کو آخرت سے زیادہ دنیا پیاری ہو ۔ افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کی قدر نہین کرتے جس سے تمہاری سلطنت کی تقویت متصور ہوتی ہے ۔ یزید نے چونک کر کہا وہ ایسا کون شخص ہے جو میرا خیرخواہ ہے اور مین اوسکی قدر نہین کرتا ہون ؟ یہ بات تو کچھ عقل مین نہین آتی ۔ سرجون نے جوابدیا ۔ عبیداللہ ابن زیاد کو تم برا جانتے ہو ۔ اوس کو بصرہ کی حکومت سے معزول کیا چاہتے ہو ۔ مگر یاد رکھو کہ اس کام کی انجام دہی کیلئے اوس سے بہتر کوئی نہ ملیگا ۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اب اوس کو کوفہ کی حکومت دیجائے ۔ تاکہ اس فتنہ کا استیصال قرار واقعی بہت جلد عمل مین آئے آیندہ تم کو اختیار ہے ۔ یہ ایک مشہور مثل ہے " دیوانہ ہم بکار خود ہشیار " معلوم ہوتا ہے کہ سرجون کو ابن زیاد کے ساتھہ کوئی خصوصیت ہوگی جب ہی تو

اوس لئے اتنی لمبی چوڑی سفارش کی۔ ورنہ اوس وقت ابن زیاد سے بڑھ کر سفاک اور نا عاقبت اندیش اور بھی بہت سے تھے۔ ابن زیاد مین کوئی سرخاب کا پر نہ تھا خاندان نبی فاطمہ پر سب ہی ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ خیر یون سمجھنا چاہیے کہ اس نیکنامی کا تمغہ اسی کے حصہ کا تھا۔ تقدیر نے یزید کے دل کو اوسپر مہربان کر دیا۔ اور بموجب سفارش سرجون کے سرکاری طور پر ایک فرمان عبید اللہ ابن زیاد حاکم بصرہ کے نام اس مضمون کا جاری ہوا کہ "بعض ہواخواہان دولت کی طرف سے ہماری سماعت مین آیا ہے کہ مسلم ابن عقیل کوفہ کو آئے ہین اور حسین ابن علی کی جانب سے لوگون کو اغوا دیکر بیعت لے رہے ہین۔ چونکہ یہ امر نہایت مخل انتظام مملکت ہے لہذا تم کو لازم ہے کہ بمجرد صدور اس حکم کے کوفہ کو جاؤ۔ اور نعمان ابن بشیر سے جائزہ لیکر ایسی کوشش عمل مین لاؤ جس سے سرکار پر تمہاری خیرخواہی ثابت ہو۔ اور سردست مسلم کو گرفتار کرکے قتل کر ڈالو۔ تاکہ لوگون کے دلون پر سرکاری رعب چھا جائے"۔

مسلم کو اس کارروائی کی کچھ خبر نہین۔ وہ ایک سیدھے سادے بزرگ خدارسیدہ ان پولیٹکل امور کو کیا جانین۔ اگر کوئی چالاک تجربہ کار دنیا کے مکر و فریب سے ہوشیار ہوتا تو اس کام کو جو انکے ذمہ کیا گیا تھا بہت خبرداری سے انجام دیتا۔ کیونکہ بیعت کا معاملہ اوس زمانہ مین دینداری سے اوتنا متعلق نہ تھا جتنا کہ دنیاداری سے متعلق تھا۔ یا یون کہیے کہ اوسکے دونون پلّے برابر تھے۔ جو شخص بادشاہ ہوتا تھا وہ امام کہلاتا تھا۔ اس بات کو خلفائے راشدین کی پیروی خیال کرتے تھے۔ ہرچند کہ یہ بات حضرت امام حسن کے عہد سے موقوف ہو گئی تھی۔ لیکن امیر شام کو اب تک اوسکا

خیال باقی تہا ۔ اور یہ کارروائی اوسی خیال کی بنا پر ظہور پذیر ہوئی تہی ۔ مسلم کے ہاتہہ پر حضرت امام حسین کے نام کی بیعت وہی بیعت خیال کیگئی جو امیر شام نے حضرت سے لینی چاہی تہی ۔ حالانکہ یہ بیعت صرف مذہب کے متعلق تہی ۔ اوسکو دنیا سے کوئی واسطہ نہ تہا ۔ چنانچہ اس کی تصدیق ہم آگے چلکر خود حضرت کی زبان سے کرادینگے جو کربلا کے مقام پر برملا افسران فوج شام سے فرمایا ہے ۔ اب بہی ہم دیکھتے ہین کہ اکثر ناواقف لوگ حاکم کو سرکار کہتے ہین ۔ جیسا کہ اب سرکار اور حاکم مین فرق نہین کرتے ویسا ہی اوس وقت امام اور سلطان مین تمیز نہین کرتے تہے ۔ دونون کی بیعت ایکہی سمجہتے تہے ۔ اسی وجہ سے یہ ساری خرابی واقع ہوئی ۔ مسلم کچہ سمجہے ۔ اور امیر شام کچہ ۔ اوس نے اپنی سمجہ کے موافق تو وہ کارروائی کی جو اوپر بیان کیگئی ۔ اور مسلم نے یہ کیا کہ کوفیونکی راسخ الاعتقادی ۔ واثق الانقیادی کی کیفیت اور ایک جماعت کثیر کی بیعت ۔ اونکا اخلاص ۔ اونکی محبت من وعن حضرت کی خدمتمین لکہہ بہیجی ۔ اور حضرت کی تشریف آوری کی نسبت بہت کچہ ترغیب اور تشویق ظاہر کی ۔ اب انتظار صرف اس بات کا رہا کہ یہ خط جلد مکہ کو پہونچے ۔ اور خدا کرے حضرت یہان تشریف لائین ۔ تاکہ چند روز اطمینان سے بسر فرمائین ۔

اس عرصہ مین امیر شام کا فرمان ابن زیاد کو پہونچا ۔ اوس وقت جسقدر خوشی اوس کو ہوئی ہمکو اوسکے بیان کرنیکی قدرت نہین ۔ جسکی دنیاوی عزت و دولت کو ترقی ہو اور اوسکے ساتہہ اپنے دشمن کو نیچا دکہانیکا قابو ملے تو پہر اوسکی خوشی کا کیا ٹہکانا ! اوسی روز اوس نے اپنے بہائی عثمان ابن زیاد کو بصرہ کی حکومت کا چارج (جائزہ) دیکر اور اہل بصرہ کو اوسکی اطاعت اور اپنی سطوت کے متعلق بہت کچہ تاکید اور تہدید کرکے

دوسرے روز دو تین بصرہ کے چلتے پرزے (مسلم بن عمر باہلی ۔ منذر بن جارود شریک بن اعور ہمدانی) ساتھ لیکر کوفہ کو روانہ ہوا ۔ جب کوفہ کے قریب پہونچا تو دو تین میل کے فاصلہ پر ٹھیر کر شام ہونیکا انتظار کیا جس سے یہ مطلب تھا کہ اندھیرے مین کوفیونکو معلوم نہو کہ کون آتا ہے اگر اونکو حضرت امام حسین کا خیال ہوگا تو اوس کا اندازہ ہی کر لیا جائے ۔ غرض آٹھ بجے شب کے حجازیونکے لباس مین اونٹ پر سوار ہوکر سیاہ رنگ کی چادر سر پر اوڑھے ہوئے ستر سوار جلو مین لیکر مکہ کے رستہ سے شہر مین داخل ہوا ۔ بازار مین جو شخص اوسکو دیکھتا تھا دھوکا کھا کر حضرت کی سواری کا گمان کرتا تھا ۔ ایک سے ایک کو خبر ہوتے ہوتے سارے شہر مین غل مچگیا کہ حضرت امام حسین تشریف لائے ۔ اب کیا پوچھنا ؟ ہر ہر محلہ سے لوگ دوڑتے ہوئے چلے آرہے ہین ۔ اور "مرحبا یا ابن رسول اللہ مرحبا ۔ قدمت خیر مقدم مرحبا" کا شور مچاتے ہوئے سواری کے گرد چکر لگا رہے ہین ۔

عبید اللہ ابن زیاد کا مزاج اوس وقت کیسا تھا ؟ ہم کیا بتائین ۔ جس طرح سپیرے کے سامنے کالا پیچ وتاب کھا کھا کر سر پٹکتا ہے اور کچھ زور نہین چلتا ۔ اوسی طرح یہ بھی اونٹ پر بیٹھا ہوا ادھر اودھر جھک رہا ہے لیکن زبان سے کچھ نہین نکلتا ۔ خاموش چلا جارہا ہے ۔ بار بار منہ مین کف آتا ہے اور غصہ کے ساتھ نگل جاتا ہے ۔ آخر مسلم بن عمر پکارا کہ ای لوگو ہٹ جاو ۔ کیا تم نہین جانتے کہ یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہی ؟ اتنا سننا تھا کہ سب کے ہوش اوڑ گئے ۔ اور جہانکے تہان سہم کر رہ گئے ۔ ابن زیاد نے یہ حال دیکھکر اونٹ کو تیز رفتار کیا اور شاہی محل کے دروازہ پر پہونچا ۔

نعمان بن بشیر اور اوسکے علاقہ دار دروازہ بند کرکے چھت پر کھڑے دیکھ رہے تھے ۔

ابن زیاد کو عربی لباس مین دیکھہ کر نعمان نے سامنے لب بام آکر کہا یا ابن رسول اللہ! مین امیر شام کا امانت دار ہون۔ بے اجازت آپکا استقبال نہین کر سکتا۔ معاف فرمائیے! ابن زیاد نے بڑے اصرار سے دروازہ کھلوایا۔ اور اندر داخل ہوا تو نعمان نے پہچانا کہ یہ تو عبید اللہ بن زیاد ہے۔ بہت نادم ہوا اور عفو قصور کرایا۔

دوسرے روز علی الصباح شہر مین منادی کرادیگئی کہ جامع مسجد مین سب لوگ حاضر ہون سرکاری حکم مرگ مفاجات کے برابر ہوتا ہے۔ اوسی وقت تمام چھوٹے بڑے ہزارون آدمی مسجد مین جمع ہوگئے۔ جاے کی قلت اور لوگونکی کثرت سے دم بند ہونے لگا اتنے مین ابن زیاد آیا اور منبر پر چڑھکر سب کی طرف مخاطب ہوا اور کہا" شکر ہے اوس خدائے ذوالجلال کا جسنے کل مخلوقات کی موت اور حیات اپنے قبضۂ قدرت مین رکھی ہے۔ اور اپنے فضل و کرم سے انہین مین سے کسی کو امیر کسیکو فقیر بنایا۔ کسی کو تخت و تاج اور ملک و مال دیا۔ کسی کو قوت سے محتاج اور سقیم الحال کیا۔ انتظام سلطنت کیلیے بادشاہونکو حکومت اور رعایا کو اطاعت کی تلقین فرمائی۔ اسی بنا پر امیر المومنین یزید کو کل مسلمانونکا مالک اور اوسکی طرف سے مجھے یہان کا حاکم گردانا ہے۔ دیکھو! یہ اوسکا فرمان ہے۔ (خط کھولکر دکھاتا ہے) اب تمکو لازم ہے کہ اپنے مالک کی خیرخواہی اور وفاداری مین بہ جان و دل سعی اور میری اطاعت مین اپنی رفاہیت سمجھو۔ اگر ایسا کروگے تو مین تمہارا مددگار رہونگا۔ تمہارے ساتھ مہربانی اور انصاف سے پیش آونگا۔ اگر کوئی شخص میرے حکم کے خلاف عمل کریگا تو اوسکو سزا دینے مین ہرگز دریغ نکرونگا۔ میری سیاست اور میری عدالت کبھی اس بات کو پسند نہین کرتی کہ کوئی شخص حکم عدولی کرے اور اوسکو سزا نہ دیجائے۔"

اتنا کہکر منبر سے اوتر آیا ۔ اور محکمے کے اجلاس پر آکر اہل دفتر کو حکم دیا کہ مخبرون کے ذریعہ سے ایک فہرست اون تمام اشخاص کی لکھکر پیش کرو جو بغاوت مین مسلم کے شریک ہین ۔

اس حکم کی تعمیل اوسی وقت ہوگئی ۔ بعد ملاحظہ فہرست کے حکم ہوا کہ کل صبحکو پھر سب لوگ مسجد مین حاضر کیے جائین ۔

دوسرے روز بھرے مجمع مین آکر منبر پر چڑھ کے کہا ۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ اکثر لوگ اس جگہ بانی فساد موجود ہین ۔ مین اونکو دیکھتا ہون تو آنکھون مین خون اوتر آتا ہے ۔ شاید ان لوگونکو معلوم نہین کہ میری سخت گیری کیسی ہے ۔ جس طرح بھڑکتی ہوئی آگ سوکھا گیلا کچھ نہین دیکھتی سب کو یکسان جلادیتی ہے ۔ اوسیطرح میری غضب آلود نظر بھی اپنا پرایا کچھ نہین دیکھتی سب کو خاک مین ملادیتی ہے ۔ یون تو مجھے غصہ آتا نہین ۔ مگر جب آتا ہے تو آتش کا شعلہ بھی کانپ جاتا ہے ۔ اچھا ! اب مین کہتا ہون"

یہ کہکر اوس فہرست کو کوتوال کے حوالہ کیا اور کہا کہ جتنے نام اس مین ہین اون سب کو گرفتار کرکے قتل کر ڈالو ۔

بموجب اس حکم کے دس بیس آدمی تو اوسی وقت قتل کیے گئے ۔ اور باقی لوگ حراست مین لے لیے گئے ۔

اوس نے چلتے ہوئے یہ بھی کہا کہ تمام شہر مین منادی کردو کہ جس نے مسلم کو پناہ دی ہے اوسکو لازم ہے کہ اونکو ہمارے پاس حاضر کردے ۔ اگر حاضر نکریگا اور ہماری تلاش سے معلوم ہوگا تو اوسکا گھر تاراج کردیا جائیگا ۔ اور وہ خود اپنے بال بچون سمیت قتل کیا جائیگا ۔

اسکارروائی سے سب کے دلونمین دہشت سما گئی۔ بیچارے چھوٹے دل کے آدمی تہر تہر کانپنے لگے۔ امام حسین کی محبت کا جوش گویا دودہ کا اوبال تھا۔ معلوم بھی نہوا کہ وہ کبھی آیا بھی تھا؟ کہان کے مسلم اور کس کی بیعت۔ سب منہ چھپانے لگے۔ چالیس ہزار مین مسلم کو ایک بھی صورت نظر نہین آتی تھی۔ یہانتک کہ اون کو خود مختار کے گھر مین رہنا بھی دشوار ہوگیا۔

رات کے وقت بیکسی کی حالت مین تن تنہا دونون بچون کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہانی بن عروہ کے مکان پر گئے۔ اور ملتجی ہوئے کہ تھوڑی سی جگہ ملے تو سر چھپائیمین۔ ہانی کو انکی حالت پر رحم آیا اور ایک تہ خانہ مین انکو جگہ دی۔

ابن زیاد کو تو مسلم کی تلاش تھی ہی۔ اور اوس نے جاسوس لگا ہی رکھے تھے۔ آخر پتا لگ گیا کہ وہ ہانی کے مکان مین ہین۔

ہانی ایک معزز آدمی قبیلہ بنی مذحج کا تھا۔ اوسکو سرسری طور پر گرفتار کرنا خلاف مصلحت تصور کرکے محمد بن اشعث اور اسما ابن خارجہ سے اوس کی ملاقات کی نسبت گفتگو کی۔ اونہون نے کہا۔ ہانی ان دنون بیمار ہے اسی وجہ سے آپکی ملاقات سے مشرف نہوسکا۔ ابن زیاد نے کہا۔ تم جاکر میری طرف سے مزاج پرسی کرو اگر وہ آسکتے ہین تو بلا لاو۔ مجھے اونکی ملاقات کی آرزو ہے۔

وہ دونون صاحب ہانی کے مکان پر گئے۔ اور ابن زیاد کا پیغام پہونچا کر ہانی کو لیکر آئے۔ بعد سلام وعلیک کے ابن زیاد نے پوچھا۔ مسلم بن عقیل کہان ہین؟ ہانی نے کہا۔ مین نہین جانتا۔

ابن زیاد نے اوس جاسوس کو بلا کر سامنے کھڑا کردیا جس نے ہانی کے مکان مین مسلم کے

ملاقات کرکے تین ہزار درہم باظہار عقیدت نذر کئے تھے ۔

ہانی نے اوسکو دیکھتے ہی پہچان لیا ۔ اور شرمندہ ہو کر کہا ۔ ای امیر! خدا تمکو نیکی دے ۔ واللہ مسلم کو مین نے نہین بلایا ہے ۔ اور نہ مین اونکے منصوبہ مین شریک ہون ۔ لیکن وہ خود رات کے وقت میرے مکان پر چلے آئے ۔ اوس وقت مجھے شرم آئی کہ اون کو کیسے نکال دون ؟

ابن زیاد بولا ۔ خیر اب اونکو حاضر کردو ۔ ہانی نے جواب دیا ۔ ایسا تو مجھ سے کبھی نہوگا ۔ جو شخص میرا مہمان بنکر آئے اور مین اوسکو اوسکے دشمن کے حوالہ کردون! اس بات کو تو نہ شریعت جائز رکھتی ہے نہ شرافت ۔ اور نہ یہ عرب کی عادت ہے ۔ اگر ایسا کرون تو قیامت تک میرے نام پر داغ رہجائیگا ۔

ابن زیاد نے غصہ ہو کر کہا ۔ اگر تم اونکو حاضر نکروگے تو تمکو اپنی زندگی سے ہاتھ دہونا پڑیگا ۔ مسلم بن عمر نے ہانی کو سمجھایا کیا غضب کرتے ہو! کیون جان سے بیزار ہوگئے ہو! کیا تم کو اپنے عیال و اطفال پر رحم نہین آتا ؟ اگر کوئی غیر شخص تمہارے مہمان کو طلب کرتا تو تمہارا یہ بیان معقول تھا ۔ جب سرکار اپنا مجرم تم سے مانگتی ہے تو اوسکے دینے مین کوئی عیب نہین ۔ بلکہ اطاعت حکم سرکار تو بموجب اس آیت کے فرض ہے کہ ”یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولوا الامر منکم“ ای مومنو! اطاعت کرو خدا کی اور رسول کی اور اپنے حاکم کی ۔

اس قسم کی باتون سے بہت کچھ تفہیم کی گئی مگر ہانی نے ایک نہ سنی ۔ بات بڑھتے بڑھتے یہان تک بڑھی کہ ابن زیاد نے اوٹھ کر ہاتھ کی لکڑی ہانی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اوس کا سر پھٹ کر لہولہان ہو گیا ۔ اور ہاتھون

ہاتھہ اوٹھواکر ایک حجرہ مین بند کرا دیا ۔

اسماء بن خارجہ نے جو ہانی کو بلا کر لایا تھا غضبناک ہوکر کہا ۔ تم نے میرے ذریعہ سے ہانی کو بلا کر مجھے بدنام کیا ۔ اگر مین تمکو پیشتر ہی سے دغاباز سمجھتا ہوتا تو ہانی کو کبھی نہ لاتا ۔ اب مجھے بھی ہانی کے ساتھہ جان دینی پڑی ۔

ابن زیاد نے دیکھا کہ اسماء بگڑا ہوا ہے شاید مار بیٹھے ۔ لہذا جوانو نکو اشارہ کردیا کہ اوس کو بھی گرفتار کرلو ۔

اس کشمکش مین اسماء نے بہت مار کھائی ۔ حاضرین کو یقین ہوگیا کہ اب وہ جینے والا نہین ۔

جب یہ خبر شہر مین مشہور ہوئی تو بنی مذحج جو ہانی کے اقربا تھے برافروختہ ہوکر ہانی کو چھڑانے اور اوس کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوگئے ۔ مسلم نے اس موقع کو غنیمت جان کر باتفاق ایک جماعت کثیر کے بسرکردگی مختار ابن ابی عبید اور عبداللہ بن نوفل فوج کو ترتیب دیکر دار الارۃ کا محاصرہ کرلیا ۔ عبید اللہ بن زیاد کو اس وقت بجز اسکے اور کچھ نہ بن پڑا کہ دروازہ بند کرکے اپنے لوگون کو چھت پر چڑھا دیا اور اوپر سے پتھر اور تیر مارنے لگے ۔ مگر اس سے کیا ہوتا تھا ۔ مسلم کے ساتھہ والے بہت تھے اون کے نزدیک چھوٹے سے مکان کو مسمار کردینا کچھ مشکل نہ تھا ۔ وہ کچھ قلعہ بھی نہ تھا جس کو فتح کرنا دشوار ہو ۔ بلکہ وہ وقت تو ایسا تھا کہ اگر قلعہ بھی ہوتا تو یہ لوگ فتح کرلیتے ۔

ابن زیاد نے گھبرا کر صلح کا جھنڈا کھڑا کر دیا اور قاضی شریح و دیگر عمائد شہر جو اوس وقت اوسکے پاس حاضر تھے اون کو لب بام کھڑا کرکے کہا کہ اہل کوفہ کو سمجھاو

انہون نے بموجب حکم پکارکر کہا ” افسوس ہے کہ تم لوگون کو اپنے نفع ونقصان کی کچہ خبر نہین ۔ سرکار سے لگاڑ کر کیا بناوگے ۔ ناحق اپنی ذات پر اور اپنے بال بچون پر کیون ظلم کرتے ہو ۔ ذرا خیال کرو کہ جب تک دمشق سے رسالے کے رسالے فوج کے آئے لگینگے تو تمہارا کہین پتا بہی نہین لگیگا ۔ اور کسی کو معلوم بہی نہوگا کہ کدہر کہب گئے ۔ ابن زیاد نے عہد کرلیا ہے کہ اگر تم اپنی فضول کارروائی سے باز نہ آوگے تو تمہارے وظائف اور انعامات سب ضبط کرے گا ۔ ایک ایک کو چن چن کر قتل کرے گا ۔ پہر قصور بے قصور کچہ نہ دیکہے گا ۔ اور جتنے بچینگے اون کا اخراج کرادیگا ۔ اگر تمکو ہانی کا کچہ خیال ہوگا تو ہم قسمیہ کہتے ہین کہ وہ زندہ موجود ہے ۔ اوسے صرف مسلم کی طلب کا تقاضا ہے اور بس ۔ “

ان خوفناک باتون سے اہل کوفہ کے دلون مین ہیبت سماگئی ۔ اون کے دماغون مین ہانی کے قتل ہونے کا جو سودا تہا وہ دفع ہوگیا ۔ اب اونکو ایسی کیا پڑی تہی جو کہتے کہ مسلم تو ہمارے ساتہ ہین ۔ ہانی سے اونکی طلبی کے کیا معنے ؟ اگر مسلم کو چاہتے ہو تو ہم سے مانگو ۔ مگر اون کے عہد و پیمان ایسے واثق کہان تہے ۔ جنکا خیال ہوتا اور اپنی بات کی پچ کرتے ۔ اونکو تو صرف ہانی کے بچانے کی فکر تہی ۔ جبکہ معلوم ہوگیا کہ ہانی زندہ موجود ہے تو پہر مسلم سے کیا واسطہ رہا ؟ ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہوگئی ۔ کسی نے اتنا بہی نہ پوچہا کہ اب مسلم کو کیا کرنا چاہیے ؟ جسکے لیے یہ ہنگامہ برپا ہوا ہے ۔ آیندہ اون کی کیسی گزریگی ؟ تو چل مین چل کرتے کرتے تہوڑی ہی دیر مین سب کے سب ہوا ہوگئے ۔

مسلم جب وہان سے نکلے ہین تو اونکے ساتہ صرف تیس آدمی رہ گئے تہے ۔

مغرب کا وقت ہوگیا تھا ۔ مسلم نماز پڑھنے کو مسجد مین گئے ۔ نماز سے فارغ ہوکر دیکھتے ہین تو ایک بھی نہین ہے ۔

اب مسلم کو بہت تشویش ہوئی ۔ دل مین کہنے لگے ”افسوس ہے کہ مین دشمنو نمین پھنس گیا ۔ اپنون سے جدا ۔ وطن سے آوارہ ہوگیا ۔ یہان نہ تو کوئی غمخوار ہے جس سے کچھ کہون ۔ اور نہ کوئی رازدار ہے جس کو حضرت کے پاس بھیجون ۔ عجب طرح کی مصیبت مین گرفتار ہون ۔ حاکم کو دیکھو تو جان کا قاتل ۔ جن لوگون پر بھروسا تھا وہ سب بیدل ۔ اب سوائے خدا کے کسی کا سہارا نظر نہین آتا ۔ نہ جانے کا کوئی راستہ ہے ۔ نہ رہنے کا کہین ٹھکانا ہے ۔ خدانخواستہ اگر مجھے کچھ ہوگیا تو بچون کا کیا حال ہوگا ؟ یہ اپنے وطن کو ۔ اپنے گھر کو کیسے پہونچینگے ؟ یہ تو ابھی ناسمجھ ہین ۔ بھلا اپنے آپ کیسے جا سکینگے ۔ ایسا ہمدرد کون ہے جو میرے بعد انکو انکے گھر پہونچائے ۔ بالفعل تو یہ ہانی کے مکان مین پڑے ہین اور ہانی ابن زیاد کی قید مین ہے ۔ اسکو یہ قید بھی میری ہی بدولت نصیب ہوئی ۔ آیندہ معلوم نہین کہ اوس کا کیا انجام ہوتا ہے اور ان بچون کا کیا حشر ہونے والا ہے ؟ کاش ! یہ میرے ساتھ نہ آئے ہوتے تو اچھا ہوتا ۔ مگر یہ کس کو معلوم تھا ؟ چلو خدا کی مرضی ! اونکی تقدیر مین جو لکھا ہے وہ ہوکر رہیگا ۔ مین کیا کرسکتا ہون ۔ اب تو مین ہانی کے مکان پر بھی نہین ٹھہر سکتا ۔ اوسکے گھر والے کیا کہینگے ؟ اور یقین ہے کہ وہ میرے بچونکو بھی نہ رکھینگے ۔ مین ان کو ساتھ لیے کہان کہان پھرون گا ؟ مین نے حضرت کو ناحق کو لکھا ۔ وہ میرے لکھنے پر ضرور

آئینگے۔ بلکہ قتل بہی چکے ہونگے۔ دیکھئے اونپر کیا کیا مصیبتین پڑتی ہین۔ سچ ہے ،، الکوفی لایوفی ،، انکی کسی بات کا اعتبار نکرنا چاہیے۔ انکو نہ خدا کا ڈر ہے نہ پنجتن کی لاج۔ اہل بیت رسول کی محبت تو کجا۔ خیر! اب کیا کرنا چاہیے۔ چلو رات تو کہین گزار دینگے۔ صبحکو جو کچہ ہوگا وہ دیکہہ لینگے۔ ،،

انہین خیالات مین غلطان و پیچان۔ اندہیری رات ہے اور مسلم ٹہوکرین کہاتے ہوئے گلی کوچون مین چلے جا رہے ہین۔ انکو یہ بہی نہین معلوم ہوتا تہا کہ مین کہان جا رہا ہون۔ اور کہان جانا چاہیے۔ چلتے چلتے یکایک اونکی نظر ایک مکان کے دروازہ پر پڑی۔ جسکے سامنے ایک عورت ادہیڑ عمر کی بیٹہی تہی۔ اوسکے چہرہ سے معلوم ہوتا تہا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ مسلم کو بہت پیاس لگی تہی اوس عورت سے پانی مانگا تو وہ پانی لانیکو اندر گئی۔ اور مسلم دیوار سے پیٹہہ لگا کر بیٹہہ گئے۔

دن بہر کی بہوک پیاس۔ اہل کوفہ کی دغا بازی۔ حاکم شہر کی دشمنی۔ بچونکی تباہی۔ یہ سب سامان ایسے جمع ہوگئے تہے کہ جنکی وجہ سے پیچ و تاب کہا کہا کر بہت ہی پست و ناتوان ہوگئے تہے۔ جب وہ عورت پانی لائی تو ایک ٹہنڈی سانس بہر کر ہاتہہ بڑہایا اور پانی پیکر پہر دیوار سے لگ گئے۔ عورت مسلم کا برا حال دیکہہ کر کہنے لگی کہ ای شخص تو یہان کیون بیٹہا ہے؟ اپنے گہر جا۔ کیا تجہے معلوم نہین کہ آجکل شہر مین کیسا ہنگامہ مچا ہوا ہے؟ ایسے موقع پر راتون کو باہر پہرنا اچہا نہین۔ مسلم نے کہا۔ ای نیکبخت مین مسافر ہون۔ اس شہر مین میرا گہر نہین۔ اور نہ یہان میرا کوئی دوست ہے۔

اگر تو میرے حال پر رحم کرے گی تو خدا تجھے اسکا اجر دیگا۔ عورت نے کہا۔ مین تم کو پہچانتی نہین۔ تم کون ہو۔ مسلم۔ مین ایک بڑے خاندان کا ہون۔ اور آوارہ ہون۔ کیا بتاؤن؟ غریب الوطن ہون۔ عورت بہت اصرار کرنے لگی تو کہا: ”مین مسلم بن عقیل ہون۔ یہان کے لوگون نے میرے ساتھ بڑی بے وفائی کی۔ پہلے تو بہت اصرار سے بلایا اور اپنا مہمان بنایا۔ یاری و مددگاری کا عہد و پیمان کیا۔ اور اب عین وقت پر ایسے کورے ہو گئے گویا کچھ جانتے ہی نہین۔ نہ کوئی ہمدرد ہے نہ ساتھی ہے۔ ایک مصیبت ہے اور مین ہون۔ ان لوگون نے مجھے کہین کا نہ رکھا،،

وہ عورت مسلم کا نام سنتے ہی قدمون پر گر پڑی اور بہت عذر و معذرت کرنے لگی۔ للہ! میری خطا معاف کیجئے۔ مین نے آپکو پہچانا نہین۔ آپ رسول اللہ کے خاندان کے ہین۔ ہمارے سرتاج ہین۔ یہ گھر آپ ہی کا ہے۔ اور مین آپکی لونڈی ہون۔ زہے نصیب! کہان ہم اور کہان یہ قدم! یہ بھی ایک وقت کا مقتضی ہے۔

مسلم کو اس وقت یہ باتین ایسی معلوم ہوئین گویا کوئی اپنا عزیز کہہ رہا ہے حالانکہ کبھی کی جان پہچان نہ تھی۔ بلکہ نام تک بھی نہین سنا تھا کہ اس کو (طوعہ) کہتے ہین اور قبیلہ بنی کندہ کی ہے۔

اس سے مسلم کی بیکسی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے: اور قوم کی ایمانداری کے بھی جوہر کھلتے ہین۔ جس مین اس وقت بہت سے مشیخت مآب کہلاتے تھے۔ اور یا غفور۔ یا رحیم کی تسبیح پھیرا کرتے تھے۔

غرض وہ بڑھیا مسلم کو مکان مین لے گئی ۔ اور جو کچھ ماحضر تھا لا کر حاضر کر دیا کبھی اپنی خوش قسمتی پر ہنس پڑتی کہ نہ ان پر ایسا وقت پڑتا نہ میرے گھر آتے ۔ انکی بری تقدیر میرے حق مین اچھی ہو گئی ۔ کبھی اونکی مصیبت پر رو دیتی کہ ہائے اتنے بڑے شہر مین جہان ہزارہا مسلمان رہتے ہین پیغمبر کے خاندان کے ایک آدمی کو جگہ نہین ملتی ۔"

اس رات تو مسلم کو جگہ ملگئی ۔ آیندہ خدا ہے ۔ تھوڑی دیر کے بعد اوس عورت کا بیٹا آیا جسکا وہ انتظار کر رہی تھی ۔ مسلم حجرہ مین سو رہے تھے ۔ مان کو خلاف عادت اوس حجرہ مین جاتے آتے دیکھکر پوچھنے لگا ۔ مان نے بیٹے کو اہل بیت کی عظمت اور اونکی محبت جتا کر بڑی تاکید کے ساتھ کہا کہ اس راز کو ہرگز نہ کھولنا چاہیئے ۔ مسلم ہمارے مہمان ہوئے ہین ۔ اور سارا شہر انکا دشمن بنگیا ہے ۔ ان لوگونکو عام آدمی نہ سمجھنا چاہیے ۔ یہ خدا کی رحمت ہے جو بشکل انسان زمین پر اوتری ہے ۔ ان کو ایذا پہونچانا خدا کا قہر نازل کرانا ہے ۔ کیا تم نے لوط کی اور صالح کی قوم کا حال قرآن مین نہین پڑھا ہے ۔ لوط علیہ السلام کے یہان فرشتے ایسی ہی صورتون کے آدمی بنکر آئے تھے ۔ جب قوم نے اونپر دست درازی کی تو صبح کے ہوتے ہوتے اونکا سارے کا سارا شہر اوندھا کر دیا گیا ۔ ابتک وہان ایسا غار پڑا ہوا ہے جیسے سمندر کا پاٹ ۔ صالح علیہ السلام کو خدا نے اونکی قوم کی درخواست پر ایک اونٹنی پتھر مین سے نکال کر دی تھی قوم نے اوسکو مار ڈالا تو اوسکے بچے نے ڈر کر ایک چیخ ماری ۔ وہ ایک ایسے جلے ہوئے دل کا نالہ تھا کہ جسکے صدمہ سے تمام عالم ملکوت مین لرزہ پڑ گیا ۔ پھر کیا تھا ۔ غیب سے ایک ایسی چیخ آئی کہ تمام شہر کا دم نکل گیا ۔

مروڈالینگے گاؤ بچے تک کو بھی کوئی زندہ نہ بچا۔ بیٹا! مین بہت ڈرتی ہون کہ کہین اس شہر پر بھی کوئی آفت نہ آجائے،،

بیٹا یہ لیکچر (تقریر) سنکر چپ ہو رہا۔ مان نے جانا کہ اسکے دل پر کچھ اثر ہوا مگر نہین۔ اوسکو کچھ اثر نہوا۔ کیونکہ وہ تڑکے ہی اوٹھکر سیدہا ابن زیاد کے گھر گیا اوس وقت ابن زیاد کے پاس محمد بن اشعث بیٹھا باتین کر رہا تھا۔ اس نے ابن اشعث کے کان مین کہا کہ مسلم ہمارے گھر مین ہین۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے محمد بن اشعث بولا کہ مسلم کا پتا بتاتا ہے۔ وہ اسکے مکان مین ہین۔ یہ بات سنتے ہی ابن زیاد اوچھل پڑا۔ اوسکو تو مسلم کی تلاش تھی ہی۔ شام سے اونکی گرفتاری کی فکر ہو رہی تھی۔ منادی کرادیگئی تھی کہ جو شخص مسلم کو پکڑ لائیگا وہ خلعت و انعام پائیگا۔ اور جو شخص اونکو چھپائیگا اوسکا گھر لوٹ لیا جائیگا۔،، جاسوس انکا پتا لگانے کے لیے مامور کیے گئے تھے۔ حصین ابن نمیر کو حکم دیا گیا تھا کہ شہر کے تمام رستون پر ناکہ بندی کرے اور صبحکو ایک ایک کی خانہ تلاشی کیجائے۔ ایسی حالت مین مسلم کا پتا لگنا اگرچہ کوئی مشکل امر نہ تھا لیکن ابن زیاد کے لیے حد سے زیادہ خوشی کا باعث ہوا۔ فوراً کوتوال شہر عمر بن حریث مخزومی کو بلاکر حکم دیا کہ تین سو سوار اور پیدل لیکر محمد بن اشعث کے ساتھ جاؤ اور مسلم کو گرفتار کرکے لاؤ۔ محمد بن اشعث سے کہا کہ ہون! اب جلدی کرو۔ غرض ان لوگون نے جاکر طوعہ کے مکان کا محاصرہ کیا۔ مسلم اوسوقت نماز صبح سے فارغ ہوکر تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ آدمیون کا شور و غل سنکر جان گئے کہ یہ ہنگامہ میرے لیے ہو رہا ہے۔ اور اب بجز مارنے اور مرنے کے کوئی علاج نہین ہے۔ یکایک ہاشمی خون نے رگون مین جوش مارا۔ اور حمیت

اس بات گوارا نہ کر سکی کہ ایک عورت کے گھر مین چھپ کر بیٹھے رہین ۔ قرآن گردان گلے مین حائل کر اور تلوار ہاتھہ مین لے گھر سے باہر نکل پڑے ۔ جمعیت تو ان کی منتظر کھڑی ہی تھی چارون طرف سے گھیر لیا ۔ مسلم نے جب یہ حال دیکھا تو شیر کے مانند اونپر حملہ کر دیا ۔ پھر کیا پوچھنا ہے ؟ ہاشمیونکی شجاعت تو ساری دنیا مین ضرب المثل ہے ۔ اسلامی ممالک مفتوحہ کی تاریخین پکار پکار کر کہہ رہی ہین کہ وہ کونسی جنگ تھی جس مین اس خاندان کے لوگونکی تلوار نے سیاہ دشمن کو اپنے گھاٹ نہین اوتارا ۔ اور وہ کونسا بہادر سپاہی تھا کہ ان کے سامنے آکر اپنا سارا کس بل نہین ہارا ۔ اس خاندان کے ایک ایک جوان نے پرے کے پرے اولٹ دئے ہین ۔ بڑے بڑے نامی پہلوان جو فخر سام و نریمان تھے ان کے ایک ایک وار مین دو دو کے چار چار ہو گئے ہین ۔ حضرت علی اور امیر حمزہ کے حملون سے کون واقف نہین ہے ۔ اور آگے بڑھکر ہم بتلائینگے کہ کربلا کے میدان مین جبکہ فوج شام سے مقابلہ ہوا ہے تو چھوٹے چھوٹے لڑکون نے کیسے بڑے بڑے حملے کیے ہین جنکے سننے سے حیرت ہو جاتی ہے ۔ مسلم بھی تو اسی خاندان کے تھے وہ ہاتھہ صاف کیے ہین کہ ارمان باقی نہ رہا ۔ اس مین کوئی مبالغہ نہین اگر مین کہون کہ بکریون کے گلے مین شیر گھس پڑا تھا ۔ پینتالیس آدمی تو مارے گئے اور قریب سو کے زخمی ہوئے ۔ اور جو بچے وہ بھاگ نکلے ۔ میدان صاف ہو گیا ۔ ابن زیاد کو جب یہ خبر پہونچی تو کہلا بھیجا کہ ایک آدمی کو اتنے سپاہی بھی نہ پکڑ سکے ! تعجب کا مقام ہے ! مانا کہ مسلم بہت شجیع ہین ۔ آخر ہین تو ایک ہی آدمی ۔ اونکے کوئی دس ہاتھہ نہین ۔ بیس پانون نہین ۔ یون کہو کہ

تم لوگون کو اونکا پاس خاطر ہے ۔ اور کیون نہو؟ آخر تمہارے پیغمبر کے قرابت دار ہین ۔

اس پیغام سے محمد بن اشعث کا دل جل گیا اور کوتوال سے کہا ۔ دیکھو! ہم تو اسکے حکم پر اپنی آخرت کو یون بگاڑدین اور اوسکا صلہ یہ پائین! لعنت ہے ایسی حکمرانی پر اور ایسی قدردانی پر! عمر بن حریث (کوتوال) نے کہا ”حضرت! اونکو شاید معلوم نہین ۔ وہ سمجھتے ہونگے کہ کسی دھنئے جولاہے کو پکڑ لانا ہے ۔ کئے اور ہاتھ پکڑ لیے ۔ یہ بنی ہاشم ہین ۔ انکا پکڑنا منہ کا نوالہ نہین ہے ۔ اگر وہ یہان آکر ہماری کیفیت دیکھتے تو آنکھین کھل گئی ہوتین“

ادہر تو یہ باتین ہو رہی تہین ۔ ادہر سپاہی مکانون کے چھتون پر چڑھکر مسلم کو سنگسار کرنے لگے ۔ مسلم حیران کھڑے ہین اور اونپر چارون طرف سے پتھر اور تیر برس رہے ہین ۔ تمام جسم زخمون سے چور ہو گیا ہے ۔ تشنگی نے بیتاب کر دیا ہے ۔ مجبور ہین کچھ بن نہین آتا ۔ مقابلہ کرین تو کس سے کرین ۔ دشمن قابو سے باہر ہین ۔ آخر لاچار تن بتقدیر ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئے ۔ اتنے مین کسی نے ایک گوشہ سے نکل کر سر پر تلوار ماری ۔ وہ پیشانی اور رخسار کو پیتی ہوئی ہونٹون پر سے اوتر گئی ۔ جس سے تمام چہرہ اور ڈاڑہی اور لباس خون مین تربتر ہو گیا ۔ مگر مسلم نے اوسکو بھی جانے نہین دیا ۔ بھاگتے کو ایک ہاتھ مین دو کرکے گرا دیا ۔

ابن اشعث نے دیکھا کہ انکے سامنے کوئی جاتا نہین تو خود آگے بڑھکر کہنے لگا کہ آپ ناحق ہم سے لڑتے ہین ۔ ہم آپ سے کچھ لڑنے کو نہین آئے ہین ۔ ہم تو آپکے چچا کی امت ہین ۔ ہم اقرار کرتے ہین کہ آپسے کسی قسم کا تعرض نکیا جائیگا ۔ ابن زیاد نے آپکو بلایا ہے ۔ اور اوسی نے آپکو امن بھی دیا ہے ۔ چلئے وہین تمام امور طے ہو جائینگے ۔

مسلم نے کلمات صلح آمیز سنکر اپنے خاندانی حلم ومروت کو کام فرمایا۔ اور اونکے ساتھہ چلنے کو راضی ہوگئے۔ اونکو کیا معلوم تھا کہ پیغمبر کا آسرا بتلاکر فریب دینگے۔ جب چلنے لگے تو سب نے انکو گھیر لیا۔ ایک نے انکی تلوار لے لی اور کہا کہ اب اسکا کام نہین ہے۔ اس حرکت سے مسلم کو مایوسی ہوگئی۔ سمجھے کہ اب خیر نہین۔

ابن زیاد کو مسلم کے لانے کی خبر معلوم ہوئی تو اوس نے سپاہیونکو حکم دیا کہ دروازہ پر آتے ہی بلا پرسش قتل کرڈالو۔ سپاہی مسلح تیار کھڑے تھے۔ دروازہ پر آتے ہی مسلم پر ایک ساتھہ دونون طرف سے تلوارین پڑین۔ اوس وقت مسلم کی زبان سے یہ آیت نکلی کہ "ربنافتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین" (خداوندا تو ہم مین اور ہماری قوم مین ٹھیک فیصلہ کر اور تو بہت اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے) جب اتنی تلوارین ایک تن زار سراپا مجروح پر پڑین تو پھر کیا باقی رہ سکتا ہے؟ مسلم زمین پر گر پڑے اور اون کا سر کاٹ لیا گیا، "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور جسم مبارک دروازہ کے باہر پھینک دیا گیا۔

اب ہانی کی نوبت آئی۔ یہ بزرگ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف تھے۔ ان کی عمر نوے برس سے تجاوز کرگئی تھی۔ ان کو بکرون کے کمیلہ مین لے جاکر ذبح کیا۔ ان دونون کے سر تو دمشق کو امیر شام کے پاس بھیجدیے گئے۔ اور لاشین شہر پناہ کے دروازہ پر لٹکا دی گئین۔

جس وقت یہ دونون سر ابن زیاد کے خط کے ساتھہ امیر شام (یزید) کے ملاحظہ مین گزرے تو بہت خوش ہوا اور جواب مین لکھا کہ تم نے ایسا عمدہ کام

گیا ہے کہ جسکا عوض مین دے نہین سکتا ۔ تمہاری نمک حلالی ۔ خیر خواہی ۔ ہوشیاری تجربہ کاری اس کام سے بخوبی ثابت ہوگئی ۔ ابھی ایک کام تمکو کرنا ہے ۔ سنتے ہین کہ حسین بن علی بھی عراق کا قصد کرنے والے ہین ۔ اونکی نقل و حرکت کی ذرا ذرا خبر رکھنی چاہئے ۔ اگر وہ ادہر کا رخ کرین تو اونکے آنے کے رستے روک دو ۔ اور جس طرح بن پڑے اونکو قتل کرڈالو ۔ اور اون کے حالات کی روزانہ اطلاع ہمکو دیا کرو ۔ تمہارے قاصدون کو جو یہ دونون سر لائے ہین فی نفر دو دو ہزار درہم بطور انعام کے عطا کیئے گئے ہین ۔ والسلام ۔

ابو مخنف نے صعقب بن زہیر سے نقل کی ہے کہ مسلم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے ۔ ان کی عمر چھیالیس سال کی تھی ۔ صورت مین جناب رسول خدا سے مشابہ تھے ۔ طبیعت بہت شجیع اور متین واقع ہوئی تھی ۔ ان کے والد بزرگوار عقیل اور جعفر طیار اور علی مرتضی تینون حقیقی بھائی ابو طالب کے فرزند ہین ۔ ان تینون کی مان فاطمہ بنت اسد ہین ۔ سب مین بڑے عقیل اون سے دس برس چھوٹے جعفر طیار اور اون سے دس برس چھوٹے علی مرتضی ہین ۔ مسلم کی شادی بی بی رقیہ دختر جناب علی مرتضی سے ہوئی تھی ۔ ان کے پیٹ سے دو فرزند تولد ہوئے تھے ایک محمد اور دوسرا ابراہیم ۔ یہی دونون صاحبزادے کوفہ کو اپنے باپ کے ساتھ آئے تھے ۔ ان دونون کا مسلم کے بعد جو کچھ انجام ہوا وہ آئندہ نذر ناظرین کیا جائیگا ۔ داستان مصیبت کا ابھی تو آغاز ہے ۔ خاندان رسالت کی تباہی پر بہت کچھ رونا باقی ہے ۔

افسوس ہے کہ قوم نے اسلام کے دامن پر یہ ایسا دہبہ لگادیا ہے جو قیامت تک کے رونے سے بہی نہین مٹ سکتا ۔ جنکا ہم کلمہ پڑہتے ہین ۔ اور جنکی شفاعت باعث نجات سمجہتے ہین ۔ مسلم اون کے بہتیجے تہے کسی نے بہی خیال نہ کیا کہ یہ کون ہین ۔ ان کے ساتہہ کیا سلوک کرنا چاہیئے تہا اور کیا ہوا ۔ ای دنیا ! ای کم بخت دنیا ! تو نے کیسے کیسے دیندارون کا ایمان چہین لیا ۔ افسوس !

کتب خانہ آصفیہ سرکار
حیدرآباد دکن

چھٹا پان

ای چرخ کچھ بھی رحم نہ آیا تجھے بھلا !
یہ طفل بے پدر ! یہ چھری ! اور یہ گلا !

آج ذیحجہ کی دسوین تاریخ ہے ۔ کوفہ مین گھر گھر عید الضحی کی تیاریان ہو رہی ہین ۔ لوگ صبح ہی صبح نہا دہو کر اور عمدہ عمدہ لباس رنگ برنگی پہن کر آراستہ و پیراستہ ہین ۔ سڑکون پر گویا جا بجا تختہ لالہ و نافرمان کہلا ہے ۔ عیدگاہ مین جانے کے لیے تمام شہر مین ایسی ہل چل پڑی ہے کہ کسی کو کسی کی خبر نہین ۔ ہر شخص اپنی اپنی دہن مین لگا ہوا ہے ۔ نوکر چاکر غریب غربا قصابون کو ساتھ لیے ہوئے ادہر اودہر دوڑتے پہرتے ہین اور قربانی کے لیے بکرے پکڑ پکڑ لیجا رہے ہین ۔

ایسے مین منادی نے ندا کی کہ جس شخص کے پاس مسلم کے بچے ہون اون کو سرکار مین لاکر حاضر کر دے ۔ اگر کوئی اونکی ہمدردی کر کے چھپا رکھیگا یا اون کو کہین بہیجدیگا تو نہ صرف اوس کا قتل سرکار پر واجب ہوگا بلکہ اوس کا گھر تاراج ۔

اوسکی ملک و معاش اور اوسکا منصب و انعام سب ضبط اور خالصہ کرلیا جائیگا ''

یہ آواز جسکے کان مین پڑی بس وہ نقش دیوار بن گیا ۔ یا تو عید کی وہ دہوم دہام تھی یا یہ عالم ہوا کہ یہ بہی ایک شہر خموشان ہے ۔ سب کے دماغون مین یہی خیال بندھ گیا کہ شاید میرے ہی گہر مین کسی نے اونکو چہپا رکہا ہو ۔ اور مجہے اوسکی خبر نہ ہو ۔

جس وقت مسلم پر ہنگامہ ہوا یہ دونون لڑکے گہبرا کر باہر نکل پڑے تھے ۔ معلوم نہین کہ یہ کیونکر قاضی شریح کے گہر مین پہونچ گئے ۔ چونکہ قاضی ایک خدادوست اور رحم دل آدمی تہا اوس کو ان لڑکون کا آنا ناگوار نہوا ۔ مگر اب جو یہ حکم قضا توام سنا تو اوسان خطا ہوگئے ۔ کہانکی خدا پرستی ! کس کی رحمدلی اب تو جان پر بن گئی ۔ وہ سمجھ گیا کہ دو قضا ایک جا جمع ہوا چاہتی ہین ۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے ۔ یا تو خدمت قضا ہی رہیگی یا حکم قضا ہی نافذ ہوگا ۔ اوس کے ساتہہ سب ہی کچہ ہے اور اس کے ساتہہ کچہ بہی نہین ۔

یہ سوچکر قاضی صاحب نے اون لڑکون سے کہا کہ اب تمہارا یہان رہنا اچہا نہین ہے ۔ مین تم کو تمہارے وطن مین بہیجدیتا ہون ۔

اس وقت تک لڑکون کو اپنے باپ کے شہید ہونے کی خبر نہ تہی ۔ اونہون نے خوش ہوکر کہا ۔ کیا ہمارے باپ نے ہمین بلایا ہے ؟ کیا وہ بہی مدینہ کو جاتے ہین ؟ قاضی صاحب رو پڑے ۔ اور کہا تمہارے باپ کہان ہین ؟ وہ تو مارے گئے ۔

بچون نے جو یہ بات سنی تو چہرون کا رنگ اوڑ گیا ۔ یا تو ابہی خوش ہوئے تہے

یازار زار رونے لگے ۔

قاضی صاحب نے اونکو سمجہایا کہ تم اہل بیت رسول ہو تم کو مصیبت میراث مین ملی ہے ۔ خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہیے ۔ صبر و شکر تمہارے خاندان کی ایک معمولی بات ہے ۔ مجھے خوف ہے کہ کہین تمہاری خبر ابن زیاد کو معلوم نہ ہو ۔ اور تمہاری جان کو کوئی صدمہ نہ پہونچے ۔ مناسب یہی ہے کہ تم یہان سے نکل جاو ۔ مین تمکو مدینہ بہیجدیتا ہون ۔

پہر قاضی نے اپنے فرزند سے کہا کہ شہر کے باہر قافلہ اوترا ہے اور وہ مدینہ کو جانے والا ہے ۔ ان کو لے جاکر وہان پہونچادو ۔ اور یہ پچاس درم بہی ان کے راہ خرچ کے قافلہ سالار کے حوالہ کردو ۔

شام کو جب ذرا اندہیرا ہوا تو قاضی صاحب کے فرزندان بچون کو چہپاکر شہر کے باہر لے گئے اور دیکہا تو وہان قافلہ نہین ہے ۔ اندہیرے مین جو ایک اوترتی سیاہی زمین پر نظر آتی ہے اوس کو گرد کاروان سمجہا ۔ بچون سے کہا ۔ دوڑو ۔ اور وہ جو دہوان نظر آتا ہے وہی قافلہ ہے ۔ یہ درم اپنے راہ خرچ لو اور جاکر قافلہ مین مل جاو ۔

ان بچونکی ابہی ایسی کیا عمر تہی ؟ جو اتنا انتظام کرسکتے اور اتنی جرات اور تجربہ کہان سے لاتے ؟ مگر جان کے خوف نے اونکو آمادہ کردیا ۔ ایک مٹہی مین درم اور ایک مٹہی مین درم لیکر اوسی طرف دوڑ پڑے جدہر قاضی کے بیٹے نے اشارہ کیا تہا ۔

قافلہ تو کب کا جاچکا تہا ۔ نہ گرد کاروان تہی ۔ نہ جرس کی فغان تہی ۔

وہ تو ایک اندھیرا تھا جو رات کو دنیا پر چھا رہا تھا ۔

قاضی کے فرزند رشید تو دور سے رستہ بتا کر چلدیئے ۔ اور یہ دوڑتے دوڑتے تھک گئے ۔ نہ قافلہ ملا ۔ نہ راستہ ۔ رات زیادہ ہوگئی ۔ اندھیرا بھرپور چھا گیا ۔ آدمی کا نام نہین ۔ راستہ کا نشان نہین ۔ نہ کوئی ساتھی ہے ۔ نہ غمخوار ہے ۔ صرف ہو کا میدان ہے اور اوس مین وحشت نمودار ہے ۔ کم سن لڑکے رات کو جنگل کی صورت دیکھہ کر ڈر گئے ۔ پھرتے پھرتے اوسی جگہ پر آگئے جہان سے چلے تھے ۔

برگشتہ تقدیر والے بھی کہین منزل پر پہونچتے ہین ؟ قسمت ان کا ہاتھہ پکڑ کر شہر مین لائی ۔ اور گشت والون کے حوالے کر دیا

اونہون نے پہچان کر پہرہ مین بٹھا دیا ۔ رات بھر تو پہرہ مین ہاتھہ پانون بندھے پڑے رہے ۔ اور صبح کو ابن زیاد کے پاس حاضر کر دیے گئے ۔

ابن زیاد کی بیرحمی اور سفاکی کس طرح بیان کی جا سکتی ہے ؟ کیسا ہی سنگدل کوئی کیون نہو ان بچون کی کم سنی ۔ غریب الوطنی اور یتیمی ایسی تھی جو اوسکو نرم نہ کر دیتی ۔ لیکن ابن زیاد کو اون کے حال پر کچھ بھی افسوس نہوا ۔ ہان اتنا تو ہوا کہ ان کو سر دست قتل نہین کیا ۔ بلکہ اون کے قتل کو امیر شام (یزید) کے ایما پر اوٹھا رکھا ۔ اور اون کو جیلخانہ مین بھیجدیا ۔

ان دونون لڑکون نے کبھی کاہیکو جیلخانہ کی صورت دیکھی تھی ۔ اون کے فرشتون کو بھی خبر نہین کہ جیلخانہ کسے کہتے ہین ۔ جب یہ وہان پہونچے تو ڈر کر ایسے سہم گئے جیسے کاٹھ کے پتلے ۔ حیرت کا یہ عالم تھا گویا نقش تصویر ہین ۔ اوسوقت

اون کے دلون سے پوچہا چاہیے کہ چہوٹے چہوٹے سینون مین کیسے دہڑکتے ہونگے۔ اگر مان باپ ہوتے تو ان کو چہاتی سے لگاتے۔ اب اون کا کون والی ہے؟

میرا ہی عجب خیال ہے کہ ان بچون کے ہمدردونکو ڈہونڈتا ہے۔ ان کی قسمت ایسی کہان ہے! وہان تو ان معصومون کے قتل کی تدبیر ہو رہی ہے اور ہم اون کے مان باپ کو یاد کرتے ہین۔

وہ جیلخانہ جس مین یہ لڑکے قید کیے گئے تہے توبہ! توبہ! ایسا وحشت ناک تہا جس کے دیکہنے سے بدن پر رونگٹے کہڑے ہو جاتے تہے۔ ایک چہوٹا سا مکان تنگ و تاریک ویران دقیانوس کے زمانہ کا بنا ہوا اور اوس مین چند حجرے ایسے مختصر جیسی قبرین۔ ان مین نہ ہوا آتی ہے نہ روشنی کیجاتی ہے۔ ایسے مقام پر اچہے مضبوط دل کے آدمی بہی ہار جاتے ہین تو پہر ان کم سن لڑکون کا کیا ٹہکانا ہے۔

بارے داروغہ جیلخانہ ایک نیک دل آدمی اور ایماندار شخص تہا۔ جس کا نام “مشکور” تہا۔ اوس نے ان لڑکون کے حال پر رحم کیا۔ وہ دن بہر ان کی خبر لیتا۔ اور ان کی مصیبت پر افسوس کرتا تہا۔ دوسرے روز شب کو اوس نے ان کو جیلخانہ سے نکالا اور کہا۔ چلو! مین تمہاری رہائی کی صورت کرتا ہون۔ مجہ پر جو کچہ آفت گزرنی ہو بلا سے گزر جائے۔ مگر تمہاری مصیبت دیکہی نہین جاتی۔

اوس نے شہر کے باہر لیجا کر راستہ پر کہڑا کر دیا۔ اور اپنی اونگلی مین سے

انگوٹھی اوتار کر اون کو دی ۔ اور بولا کہ یہ راستہ قادسیہ کا ہے ۔ سیدھے چلے جاؤ ۔ راستہ مین کچھ ڈر نہین ہے ۔ تھوڑی دور پر قادسیہ ایک گانون ہے ۔ اوس مین میرا بھائی رہتا ہے ۔ میرے نام کے پتے سے اوسکو ڈھونڈھنا تمہین ملجائیگا ۔ یہ انگوٹھی اوسکے حوالے کر دینا اور کہنا کہ ہمین مدینے پہونچادو ۔ وہ بہت اچھا آدمی ہے ۔ اہل بیت رسول کا دوست ہے ۔ تم کو ضرور مدینے پہونچادیگا ۔

مسلم کے فرزندون نے انگوٹھی لیکر شکریہ ادا کیا اور چل نکلے ۔ مگر تقدیر کب جانے دینے والی تھی ۔ تھوڑی دور جاکر راستہ بھول گئے ۔ بھلا یہ بھی کوئی رہائی کی صورت تھی ۔ داروغہ کی عقل پر پتھر پڑین ! ان بچون کی عمر پر خیال نہ کیا کہ ابھی تو یہ سات آٹھہ ہی برس کے ہین ۔ رات کے وقت جنگل مین کوسون اکیلے جانا ان سے کیسے ہو سکیگا ؟ اور اس بلا کا توڑ جوڑ ان کو کہان سے آئیگا ؟ اونہین کیا معلوم کہ قادسیہ کہان ہے ۔ اور داروغہ کا بھائی کون ہے ۔ وہ گورا ہے یا کالا ۔

اس قسم کی کارروائی کے ایسی خوفناک حالت مین کسی ہوشیار عمر رسیدہ تجربہ کار آدمی سے بھی پوری ہو سکنے کی امید نہین کیجا سکتی ۔ پھر یہ نادان کمسن لڑکے جو اب تک گھر کے باہر نہین نکلے تھے کس طرح منزل مقصود کو پہونچتے ۔ اگر ان کے ساتھہ سلوک کرنا منظور تھا تو کسی آدمی کو ساتھہ کر دیا ہوتا ۔ یہان تو وہ مثل ہوئی کہ ،، نادان دوست دشمن سے بدتر ،، ۔

ان بچونکی حالت کچھ نہ پوچھئے ۔ ساری رات بدحواس ۔ مارے وحشت کے دم نکلا جاتا ہے ۔ وہ سنسان بیابان ۔ وہ اندھیری رات کا سمان ۔

اوس مین یہ دونون لڑکے حیران وپریشان ۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ وہ رات اونپر کیسی گزری ہوگی ۔ باپ کا مارا جانا ۔ اپنا قید ہونا ۔ جیلخانہ سے بہاگ کر نکلنا ۔ اور اب کہین آسرا نہ ملنا ۔ یہ تمام باتین موت کی ڈراونی شکل بنکر سامنے کہڑی تہین ۔

اگرچہ رات کا پردہ اون کی جان چہپانے کو اچہا تہا ۔ لیکن اکیلاپن غضب ڈہا رہا تہا ۔ وہ خود جان سے بیزار ہوگئے تہے کہ نہ یہ ہوتی نہ یہ مصیبت پڑتی ۔ ذرا کہین پتا کہڑکا یہ تہر تہر کانپنے لگے ۔ بے پاؤن وہان سے نکل کر کسی دوسری جگہ ہو رہے ۔ اور وہان بہی کوئی آہٹ معلوم ہوئی تو اور طرف چل دیئے ۔

یون ہی بہاگتے بہاگتے اور چہپتے چہپتے رات پوری ہوگئی ۔ چلتے تہے قادسیہ جانیکو ۔ صبح کو دیکہتے ہین تو کوفہ کی فصیل کے پاس ہین ۔ ان کے حق مین کوفہ گویا جزیرہ انڈمان ÷ تہا ۔ وہان کے جانے والون کو خدا ہی نکالے تو نکالے ۔ جب دن نکلا تو اور بہی خوف دامنگیر ہوا کہ اگر کوئی دیکہہ پائیگا تو ہمین پکڑ لیگا ۔ پہر کیا ہوگا ۔ دونون بہائی آپس مین منصوبہ کرنے لگے کہ کہان چہپ جائین ۔ ایک نے کہا ۔ اگر یہان کوئی غار ہوتا تو اچہا ہوتا ۔ دوسرے نے کہا ۔ غار نہ سہی اب بہی اگر زمین پہٹ جائے تو کیا برا ہے ۔ ہم زمین مین دہنس جانے پر راضی ہین ۔ چہوٹے نے کہا ۔

÷ انڈمان ایک جزیرہ کا نام ہے جسکو عام لوگ کالا پانی کہتے ہین جہان اعظم الجرم قیدی بہیجے جاتے ہین

اگر ہم زمین مین دہنس گئے تو پہر جئین گے کیسے ؟ بڑے نے جواب دیا ۔ ہاے ایسے جینے سے تو مرنا بہتر ہے ۔ مگر وہ بہی تو نہین ہوتا ۔ اب کیا کرنا چاہیے جب تک بن پڑے جان کا بچانا ضرور ہے ۔ چلو اسی کہجور کے بن مین جو سامنے نظر آرہا ہے چہپ جائینگے ۔

دونون لڑکے دوڑکر اوس بن مین گہسے اور ادہر ادہر ڈہونڈہنے لگے ۔ وہان ایک سوکہا ہوا درخت کہڑا تہا جس کا پیڑ کہوکلا تہا ۔ سامنے پانی کا ایک چشمہ بہی تہا ۔ دونون اوس کہوکلے پیڑ مین گہس گئے ۔ پیاس کے رفع کرنیکو تو پانی نزدیک تہا ۔ لیکن بہوک کا کیا علاج تہا ؟ جس نے روٹی کا تقاضا لگا رکہا تہا ۔ جون جون دن چڑہتا جاتا ہے ان کے چہرے اوترتے جاتے ہین ۔ اتفاقاً ایک عورت کا اوس چشمہ پر گزر ہوا جو پانی بہرنے کو آئی تہی ۔ اوس نے دیکہا کہ یہ دونون لڑکے درخت مین چہپے کہڑے ہین ۔ اور اون کے گورے گورے چہرون کا عکس پانی مین عجب کیفیت دکہا رہا ہے ۔ گویا کسی نے پری کو شیشہ مین بند کر دیا ہے ۔ نکہرے چاند کے ٹکڑے ہین مگر گہنائے ہوئے ۔ قد سرو کے پودے ہین مگر مرجہائے ہوئے ۔ رخسارے ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے کملائے ہوئے گلاب کے پہول ۔ کسی نے اونکو پانی مین ڈبو دیا ہے ۔ شاید یہ خیال ہوگا کہ وہ پہر تازہ ہو جائینگے ۔ نہین ۔ وہ دونون رو رہے ہین ۔ آنسوون سے منہ دہو رہے ہین ۔ پوچہا ۔ ای پیارے لڑکو تم کون ہو ؟ تم پر ایسی کیا مصیبت پڑی ہے جو اس جنگل مین چہپ کر رو رہے ہو ؟ اونہون نے کہا ۔ ای امان جان ! ہم دونون مسافر غریب

وبیکس ۔ مان باپ سے جدا ۔ وطن سے آوارہ ۔ خویش واقربا سے دور ۔ مصیبت مین مبتلا ۔ تنہائی سے لاچار ۔ دشمنون کے ہاتھون مین گرفتار ہین ۔ جان کے بچانے کو یہان چھپے ہین ۔ ہمارا کوئی والی وارث نہین ہے ۔ نہ ہمکو اپنے وطن کا راستہ معلوم ہے ۔ نہ کوئی ہم کو راستہ بتانیوالا ہے ۔ اب ہم ہین اور ہمارا خدا ہے ۔

اس تقریر پر اوس عورت کو بہی رونا آگیا ۔ کہا ۔ شاید تم مسلم کے فرزند ہو ۔ ایسی مصیبت اون کے سوائے اس شہر مین کس پر پڑی ہے ۔

باپ کا نام سن کر یہ اور بہی رونے لگے عورت نے اون کو گلے سے لگا لیا اور کہا ۔ تم گہبراو نہین ۔ ہمارے گہر چلو ۔ ہمارے گہر کی مالک بڑی نیک بی بی ہے ۔ اور پیغمبر کے خاندان پر دل سے فدا ہے ۔ وہ تمہاری بہت خاطر کریگی ۔ اور تم کو بہت آرام سے اپنے پاس رکہے گی ۔ بلکہ تمہارے وطن کو بہی پہونچا دیگی ۔

اتنا کہہ کر وہ دونون کو اپنے گہر لے گئی ۔ اور دروازہ کے باہر کہڑا کر کے خود اندر جا کر اپنی بی بی سے سارا حال بیان کیا ۔ وہ مسلم کے بچون کا نام سنتے ہی دروازہ تک دوڑی آئی ۔ اور ان دونون کو گلے لگا کر رونے لگی ۔

اوس وقت ان بچون کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ گویا ان کی سگی مان ہے ۔ بے اختیار پہوٹ پہوٹ کر رونے لگے ۔ پہر اوس نے انکو بٹہا کر اور بڑی محبت سے اونکے سر اور پیٹہہ پر ہاتہہ پہیر کر منہ دہلایا ۔ اور نہایت خاطر سے کہانا کہلایا ۔

یہ لڑکے جب سے اپنے باپ سے جدا ہوئے تہے آج پہلا دن ہے کہ اون کی

اتنی خاطرداری ہوئی ہے ۔ اس گھر مین ان کے دل کو بہت تسکین ہوئی ۔

وہ عورت ان دونون کا منہ دیکھہ دیکھہ کر روتی تھی اور ان کے دشمنون کو کوستی تھی ۔ خدا ان کے دشمنون کا منہ کالا کرے ۔ اون کو دنیا مین درد و غم اور آخرت جہنم نصیب ہو ۔ انکی دولت اور حشمت غارت ۔ ان کی نماز اور روزے سب اکارت ہون ۔ ہمارے گھر کا خانہ خراب مردوا بہی اوسی گت کا ہے ۔ اوسکی صحبت دشمن کو بہی نصیب نہو ۔ مگر خدا کرے ان معصوم بچون کا حال اوس پر کہلنے نہ پائے ۔ دیکھہ ری (لونڈی کی طرف خطاب کرکے) کہین اوس موئے سے ان کا ذکر نہ کرنا ۔ اوس کو نہ خدا کا خوف ہے ۔ نہ دنیا کی لاج ۔ اوس کا دین و ایمان ۔ اوس کا دل و جان جو کچھ ہے پیسا ہے

غرض ایسی ہی باتون مین شام ہوگئی ۔ اوس نیکبخت عورت نے رات کو ان بچون کو کہلا پلا کر ایک حجرہ مین بچہونا کرکے سُلا دیا ۔

پہر رات گئی ہوگی کہ اوس کا شوہر آیا ۔ اوس کو دیکھتے ہی عورت کا دل دہڑکنے لگا ۔ گہبرا کر پوچہنے لگی ۔ کیون آج خلاف معمول رات کرکے آنے کا سبب کیا ہے ۔ اوس نے کہا ۔ مسلم کے بچونکو جیلخانہ کے داروغہ نے بہگا دیا ہے ۔ اونکی گرفتاری کے لیے ابن زیاد نے انعامی اشتہار لگایا ہے ۔ چونکہ انعام کی رقم معقول یعنے دو ہزار درم ہے اس لیے مین نے صبح سے اب تک اون کی تلاش کی ۔ مگر کہین پتہ نہ لگا ۔ تہک کر آیا ہون ۔ کل تڑکے ہی پہر ڈہونڈہنے کو جاون گا ۔ اگر قسمت لڑ گئی تو وہ ملجاینگے ۔

عورت نے کہا کیا تمکو خدا کا خوف نہین آتا ! پیغمبر کے خاندان کے

ساتھہ برائی کرکے قیامت مین کیا پاوگے ؟ اور پیغمبر کو کیا منہ دکھاوگے ؟ ذرا تو خیال کرو ۔ اگر یہ انعام تمھین نہ ملیگا تو کیا ہو جائیگا ۔ یہی نہ کہ چار دن ہاتھہ کھلا نہ رہیگا ۔ لیکن آخرت تو برباد نہوگی ۔ ایسا کام کیون کرو جس سے خدا کی رحمت اور پیغمبر کی شفاعت سے محروم رہو ۔ مسلم کے لڑکے ہمارے پیغمبر کے خاندان کے ہین ۔ اگر کوئی تمھارے خاندان والے کو اذیت پہونچائے ۔ یا کچھ برا بھلا کہے تو تم ہی کہو کہ تمھارا دل کیا کہیگا ؟ اسی پر قیاس کرو کہ اون لڑکون کو دشمن کے پنجہ مین پھنسا دینے سے پیغمبر کا دل کیا کہیگا ۔ تم یہ نہ سمجھو کہ پیغمبر ہماری نظر کے سامنے نہین ہین ۔ بیشک وہ ہم کو دیکھتے ہین ۔ ہمارے اچھے کامون سے راضی اور برے کامون سے بیزار ہوتے ہین ۔ اگر ایسا نہو تو ساری باتین دینداری کی غلط ہو جائین ۔ دیکھو ! قرآن کی پہلی سطر مین خدا تعالی نے مسلمانون کی سب سے اول صفت ایمان بالغیب لانے کی بیان فرمائی ہے "الم ۔ ذلک الکتاب لاریب فیہ ۔ ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ۔" یعنے اس مین کوئی شک نہین کہ یہ کتاب (قرآن) ہدایت کرنے والی ہے اون پرہیزگارون کو جو غیب کی باتون پر ایمان لاتے ہین ۔

جب عورت نے اس لکچر (تقریر) کو ختم کیا تو حارث (شوہر) نے کہا ۔ تجھے ان باتون سے کیا واسطہ ہے ۔ ہم لوگ دنیادار ہین ۔ دو ہزار درم ملینگے تو بہت سے کام نکلینگے ۔ نقد معاملہ چھوڑ کر ادھار پر نظر رکھنا کون عقلمندی کی بات ہے ۔

عورت نے جواب دیا ۔ کیا دنیادار لوگ دیندار نہین ہوتے ؟ یہ دنیا تو

بڑے بڑے پیغمبرون کے پاس ہی ہے ۔ مگر اونھون نے دنیا سے وہین تک مطلب رکھا جہان تک کہ آخرت کا تعلق نہین ہے ۔ اگر آخرت بگڑ گئی تو دنیا کس کام کی ؟ عقلمندی تو یہ ہے کہ جتنا دنیا کا خیال کرین اوس سے زیادہ آخرت کا خیال کرین ۔ کیونکہ دنیا تو گزشتنی و گزاشتنی ہے ۔ ہمیشہ رہنے کی جائے کا نام آخرت ہے ۔ دنیا کتنی ! اور اوس مین آرام کیسا ! دنیاداری جتنی زیادہ ہوگی اوتنی ہی تکلیف زیادہ ہوگی ۔ ہر ایک چیز کی فراہمی کا اہتمام ۔ اور اوس کی نگہداشت کا انتظام کچھ کم تکلیف کی بات ہے ؟ عقلمندی کی بات تو یہ ہے کہ جب چیز کی ہمین خواہش ہو اوس کے بے تردد مل جانے کی تدبیر کیجائے ۔ اور پھر اوس کی حفاظت کی بھی ضرورت نہ پڑے ۔ یہ بات آخرت مین حاصل ہونے والی ہے بشرطیکہ وہان کی درستی کی فکر مدنظر رہے ‘‘ ۔

حارث نے لاجواب ہوکر غصہ کا منہ بنایا ۔ عورت خاموش ہوگئی ۔ حارث کیا تھا ملک الموت تھا ۔ ان لڑکون کی جان لینے کو آیا تھا ۔ افسوس ہے کہ تقدیر نے ان کو جیلخانہ سے نکل کر دم لینے کی فرصت نہ دی ۔

حارث کھا پی کر سوگیا ۔ پچھلی رات ابراہیم (چھوٹے لڑکے) نے اپنے باپ مسلم کو خواب مین دیکھا کہ اوس نے دوڑ کر اون کو پکڑ لیا ہے ۔ اور رو رو کر اون سے شکایت کرتا ہے ۔ اتنے دن کہان تھے ۔ مین نے تم کو بہت ڈھونڈھا ۔ اب نہین چھوڑون گا ۔ باپ اوس کو سمجھا رہے ہے کہ نہین نہین اب مین تم کو اکیلا نہین چھوڑتا ۔ چلو مین تم کو تمھارے گھر لیے چلتا ہون ۔ وہ مانتا نہین ۔ باپ کے گلے مین ہاتھ ڈالکر رو رہا ہے ۔

اوس حالت مین آنکھ کھل گئی ۔ دیکھا تو اپنے بڑے بھائی (محمد) کے گلے مین ہاتھ ہے ۔ خواب کا سمان آنکھون مین پھر رہا تھا بے اختیار چیخ مار کر رو دیا ۔ پھر تو دونون ملکر رونے لگے ۔

ان بچون کو مطلق اس بات کا خیال نہ رہا کہ ہم کس کے گھر مین ہین ۔ اور اس رونیکا انجام کیا ہوگا ۔ ان کے رونے نے غضب کر دیا ۔ اوس ظالم (حارث) کی آنکھ کھل گئی ۔ گھر مین اندھیرا تھا ۔ عورت سے پوچھا ۔ کون روتا ہے ؟ عورت کا ہیبت کے مارے دم فنا ہوگیا تھا ۔ وہ کیا جواب دیتی ؟ آخر خود ہی اوٹھ کر آواز کی طرف گیا ۔ اور پکارا ۔ تم کون ہو ؟ لڑکے چونک پڑے ۔ اور سہم کر دم بخود ہو گئے ۔ گویا جان نکل گئی ۔ اوس نے ٹٹولا تو ابراہیم پر ہاتھ پڑا ۔ پکڑ لیا ۔ اور کہنے لگا ” بولو ۔ تم کون ہو ؟ دونون نے ہاتھ جوڑ کر کہا ۔ اگر ہم سچ بولینگے تو کیا تم ہم کو امن دوگے ؟ اوس نے کہا ۔ بیشک مین تم کو امن دیتا ہون ۔ سچ کہو تم کون ہو ؟ انہون نے کہا ۔ کیا تم خدا اور اوس کے رسول محمد بن عبد اللہ کی گواہی سے ہم کو امن دوگے ؟ حارث ۔ ہان ہان ۔ خدا اور اوس کے رسول محمد بن عبد اللہ کی گواہی سے مین نے تم کو امن دیا ہے “ ۔

اب اون بچون کو ذرا تسکین ہوئی ۔ کہا ” ہم محمد رسول اللہ کے خاندان کے ہین مسلم کے فرزند ہین ۔ جان کے بچانے کو ابن زیاد کی قید سے بھاگ کر نکلے ہین ۔ اب تمہاری عنایت کے امیدوار ہین “ ۔

حارث نے خوش ہوکر کہا ۔ واہ ری قسمت ! جسکو مین دن بھر ڈھونڈھتا پھرا وہ تو گھر ہی مین ملے ۔ کیا خوب ! تم موت سے ڈر کر بھاگے تھے ۔

پھر موت ہی کے منہ مین آگئے ۔ مین تمہاری تلاش مین بہت حیران ہوا ۔ میرا گھوڑا بھی دوڑتے دوڑتے شل ہو گیا ۔ مگر شکر ہے کہ تم ہاتھ لگ گئے ۔ اتنا کہا اور گھوڑے کی باگ ڈورسے دونون کی مشکین کس ستون سے باندھ کر کھڑا کر دیا ۔

لڑکے تو دنگ ہو کر منہ دیکھتے رہ گئے ۔ مگر اوس عورت نے اپنے شوہر کے پاؤن پر سر رکھ دیا ۔ اور کہا ۔ "خدا کے لیے ان کی بیکسی اور یتیمی پر رحم کرو ۔ ان بچون پر خود یہ مصیبت کیا کم ہے کہ وطن سے اور خانمان سے آوارہ ہو گئے ۔ ایک باپ تھا وہ بھی قتل ہو گیا ۔ اب ان کا کوئی والی وارث نہ رہا ۔ گھر گھر کے ہو گئے یہ قابل ترحم ہین ۔ ان پر ظلم نکرو ۔ ان کی فریاد سے ڈرو ۔ کہین خدا کا قہر نہ آجائے ۔ دیکھو! خدا یتعالی اپنے کلام پاک مین کیا فرماتا ہے کہ "فاما الیتیم فلا تقہر" (یتیم پر غصہ نکرو)"

حارث نے جھڑک کر کہا "بس ۔ زیادہ کہنے کی ضرورت نہین ۔ صبح تک یہ مظلوم بے وارث لڑکے ویسے ہی بندھے کھڑے رہے ۔ جب دن نکلا تو ان کے لیے قیامت کا دن نکلا ۔ حارث دونون کا ہاتھ پکڑ کر قتل کرنے کے لیے باہر لے چلا ۔ عورت بھی روتی بلبلاتی ہوئی ساتھ ہولی ۔ ایک بیکس کمزور عورت سے اس سے زیادہ کیا ہو سکتا تھا؟ شوہر کو ہزارون قسمین دیتی دیتی ۔ اور کہتی تھی کہ انکے بدلے مین مجھے مار ڈالو ۔ تمہاری جوانی کا صدقہ ان کو چھوڑ دو ۔ اری لوگو! یہ معصوم لڑکے بے قصور ہین ۔ اری یہ پیغمبر کے اہل بیت ہین ۔ اری اللہ! کوئی ان کو بچانے والا نہین ۔ خداوندا! تو غیب سے ان کی مدد کر ۔ تجھے سب طرح کی

قدرت ہے ۔ نوح کو طوفان سے ۔ ابراہیم کو آتش سوزان سے ۔ یونس کو مچھلی
کے پیٹ سے ۔ یوسف کو زندان سے ۔ موسی کو فرعون کے بیداد سے ۔ عیسی کو
قوم جہلا سے بچایا ۔ تو کیا ان مظلومون کو ظالم کے ہاتھہ سے نہین بچا سکتا ہے ۔ تو چاہے
تو سب کچھہ ہوسکتا ہے ۔ نہین تو کچھہ بھی نہین ہوتا ۔ آخر لاچار ہوکر بیچ مین آپڑی ۔
اور اون کو چھوڑانے لگی ۔ حارث نے ابتک کچھہ نہ کہا ۔ خاموش چلا جا رہا تھا ۔ جب
دیکھا کہ یہ بالکل تنگ کر رہی ہے تو ایک ذرا سا چرکا تلوار کا اوسکو دیدیا ۔ عورت ذات تھی
ڈر کر چھوڑ دیا ۔ اور روتی ہوئی پیچھے ہوگئی ۔ حارث نے نہر فرات پر پہونچکر تلوار
میان سے کھینچی ۔ ننگی تلوار کے دیکھتے ہی بچون کا لہو سوکھہ گیا ۔ تھر تھر کانپنے اور چھوٹے
چھوٹے ہاتھہ جوڑ کر کہنے لگے ۔ خدا کے لیے ہم کو نہ مارو ۔ خدا سے باز آؤ ۔ ہمین بیچ ڈالو
تم نے خدا کی اور پیغمبر کی ضمانت سے ہمین امن دیا ہے اوسکا خیال کرو ۔ حارث ۔ ایسا
نہین ہوسکتا ۔ مین تمکو قتل کرونگا ۔ اور تمہارے سر ابن زیاد کے پاس لیجاونگا اور انعام
پاونگا ۔ انھون نے پھر عرض کیا ۔ ہم پیغمبر کے قرابتدار ہین ۔ پیغمبر کی قرابت کا لحاظ کرو ۔
اونکے نام پر ہمین آزاد کردو ۔ ہم امید کرتے ہین کہ تم وہ بات کبھی پسند نکروگے کہ جس کے
باعث اپنے پیغمبر کے کسی قرابتدار کو ایک ایسی حالت مین دیکھو جو بلحاظ اوسکی خاندانی عزت
کے بالکل ناقابل برداشت ہو ۔ حارث ۔ تم ہرگز پیغمبر کے قرابتدار نہین ۔ بچون
نے کہا ۔ خیر ہم پیغمبر کے قرابتدار نہ سہی ۔ ہماری کم سنی پر اور ہماری بیکسی پر تو رحم کرو ۔
کیا ہماری موجودہ حالت اس لائق نہین ہے ؟ کہ ہمارے ساتھہ وہ سلوک کیا جاتا ہے
جسکے ہم مستحق سمجھے جائین ۔ حارث ۔ تم ہزار عاجزی کرو مین ایک نہین سنتا ۔
حارث ایسا سنگدل تھا کہ اون اسیران بچون کی عاجزی کا کچھہ بھی اثر نہوا ۔ حالانکہ عورت

ایسا تھا کہ اگر کوئی کافر آہن دل ہوتا تو بھی نرم ہو جاتا ۔ مگر یہ مسلمان ۔ کیا کہوں ؟ کس قسم کا تھا ۔ اوسکی طبیعت کو ذرا جنبش نہوئی ۔ ان لڑکون نے دیکھا کہ کسی طرح اسکے دل مین رحم نہین آتا تو مایوس ہو کر کہا ۔ اچھا ! تمہاری مرضی ۔ قتل کر ڈالو ۔ مگر اتنا تو سنو ۔ ہمکو دو رکعت نماز ادا کرنیکی اجازت دو ۔ ہم خدا کی درگاہ مین التجا کرینگے کہ وہ ہمکو صبر و شکر کی توفیق دے ۔ اوس نے کہا ۔ ایسا کرنے سے کیا ہوتا ہے ؟ اچھا تمہاری طبیعت چاہتی ہے تو کر لو ! مین مسلمان ہون نماز کو منع نہین کرتا ۔ دس پانچ منٹ کی دیر ہوگی اور کیا ہوگا ؟ واہ رے مسلمان ! آفرین ہے ! مسلمان ایسے ہی تو ہوتے ہین ! دونون لڑکون نے خدا کو سجدہ کیا ۔ اور ہاتھون کو آسمان کی طرف اوٹھا کر دعا کی ۔ خداوندا ! تو جانتا ہے ہم نے کچھ گناہ نہین کیا ہے ۔ ناحق ہم قتل کیے جاتے ہین ۔ تو اسکا انصاف کرنے والا ہے ۔ حارث تلوار کھینچے کھڑا ہے ۔ اور پوچھتا ہے ۔ کہو ؟ پہلے کس کی باری ہے ۔ اب لڑکون کو بھی خدا نے صبر دیدیا ۔ دونون مرنیکو تیار ہوگئے ۔ ایک کہتا ہے ۔ پہلے مجھے مار ڈالو ۔ مین اپنے بھائی کی لاش کو دیکھنا نہین چاہتا ۔ دوسرا کہتا ہے ۔ نہین پہلے مجھے مار ڈالو ۔ یہ ابھی بچہ ہے کوئی دم جینے دو ۔

عورت سکتے کے عالم مین خاموش کھڑی منہ دیکھ رہی ہے ۔ حارث ہنستا ہے ۔ اور کہتا ہے ۔ کیا نادان لڑکے ہین ۔ مرنا بھی کوئی اچھی چیز ہے ؟ جو "پہلے مین پہلے مین" کہتے پہلے جارہے ہین ۔ ٹھیرو ۔ اسکا فیصلہ مین کرتا ہون ۔ تم دونون مین بڑا کون ہے ؟ وہ سامنے آئے ۔ پہلے اوسکا حصہ ہے ۔ محمد نے آگے بڑھ کر کہا ۔ مین بڑا ہون میرا نام محمد ہے ۔ حارث ۔ ٹھیک ہے ۔ آؤ ۔ سر جھکاؤ ۔ محمد نے سر جھکا دیا ۔ ابراہیم دیکھ رہا ہے ۔ حارث نے بہت ہی خاطر جمعی سے جیسے بکری کو ذبح کرتے ہین

محمد کا گلا کاٹ کر سر جدا کر دیا ۔ اوسکو نام کا بھی کچھ لحاظ نہوا کہ یہ نام کس کا ہے ۔ اور اس نام کی تعظیم مسلمانوں پر کہانتک فرض ہے ۔ ابراہیم بیتاب ہو کر آگے بڑھا اور اپنے بھائی کی پھڑکتی ہوئی لاش پر گر پڑا ۔ اور اوسکا خون لیکر اپنے منہ پر ملا اور کہا ۔ "مین ایسا ہی منہ لیکر پیغمبر کے سامنے جاؤنگا ۔ حارث ۔ اچھا آؤ! کچھ پروا نہین ۔ تم ایسا ہی منہ لیکر پیغمبر کے سامنے جاؤ ۔ یہ کہکر ابراہیم کا بھی سر کاٹ لیا ۔ اور دونون کی لاشین نہر فرات مین ڈالدین ۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

حارث جب اس کام سے فارغ ہوا تو دونونکے سر توبڑے مین ڈال گھوڑے پر سوار ہو ابن زیاد کے پاس گیا اور دونون سر بطور نذر کے سامنے رکھکر کھڑا ہو گیا ۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ سر کس کے ہین؟ حارث ۔ یہ آپکے دشمن مسلم کے فرزندون کے ہین جنکے لیے دو ہزار درم انعام کا اشتہار دیا گیا ہے بہت تلاش کرکے مین نے ان کو نکالا ہے ۔ ابن زیاد آگ ہو گیا ۔ اور کہا اے نمکحرام ۔ بدمعاش! تجھے انکے قتل کرنیکو کس نے کہا تھا؟ انکو زندہ کیون نہین لایا؟ مین نے تو امیر شام کو انکے زندہ گرفتار ہونیکی اطلاع دی تھی ۔ اب اگر وہ انکو طلب کرے تو کیا جواب دون؟ تو مجھے ذلت دینا چاہتا ہے ۔ لے! اب مین تجھے جہنم مین بھیجتا ہون ۔ تیرا یہی انعام ہے ۔ یہ کہکر جلاد کو حکم دیا کہ اس ظالم کو بھی اوسی جگہ لیجا کر قتل کرو جہان اس نے ان لڑکون کو قتل کیا ہے ۔ اور اسکا سر نیزہ پر چڑھا کر تمام شہر مین پھراؤ ۔ اور منادی کرو کہ جو شخص خلاف حکم سرکار عمل کرتا ہے اوسکی یہ سزا ہے ۔

جلاد حارث کو پکڑکر نہر فرات پر اوسی جگہ لے گیا جہان یہ دونون لڑکے قتل کیے گئے تھے ۔ اور اوسکو قتل کرکے لاش کو فرات مین ڈالدیا اور سر نیزہ پر چڑھا کر تمام شہر مین تشہیر کیا ۔

افسوس ہے کہ حارث کیسا سنگدل تھا ۔ اوسکے دل مین ذرا بھی رحم ان لڑکونکی طرف سے

نہ آیا۔ کم سنی۔ یتیمی۔ بیکسی۔ غریب الوطنی۔ بے جرمی۔ عزت خاندانی یہ باتین ایسی ہین کہ اگر ان مین سے ایک بات بہی کسی مین ہو تو رحم کرنے کے لیے کافی ہی۔ حالانکہ ان لڑکون کو یہ سب باتین نصیب تہین۔ طرفہ یہ ہے کہ انکے قتل کا حکم بہی تو اوسکو نہین ملا تہا۔ پہر یہ کیا تہا؟ اگر انکو ابن زیاد کے پاس زندہ لیجاتا تو اس کا کیا نقصان ہوتا تہا؟ انعام کی جو طمع تہی اوس مین کیا کمی ہوتی تہی؟ بات یہ ہے کہ حارث مین ایمان کی بو تہی۔ نہ انسانیت کی خو تہی۔ اور ایک اسی پر کیا موف ہے۔ اوسوقت تو سب کے سب جتنے گورنمنٹ شام کے نمک پروردہ تہے وہ خدا کو اور رسول کو بہولے ہوئے تہے جب ہی تو اونکے ہاتہون سے ایسے کام ہوئے ہین کہ جو سنتا ہے کانپ جاتا ہی اور لاحول پڑہتا ہے۔ خدا اپنا فضل کرے۔

ساتوان باب

آنکہین بچھی ہین راستہ مین مشتاقین کی
آتی ہے کربلا مین سواری حسین کی

اب وہ وقت آگیا کہ ہم اپنے معزز ناظرین کو حضرت امام حسین کی پیشوائی کیلیے میدان کربلا مین لیجا کر کہڑا کردین ۔ اگرچہ موسم گرمی کا ہے ۔ آفتاب کی تیزی حد سے گزر گئی ہے ۔ تہرما میٹر (مقیاس الحرارت) اپنے پورے ایک سو بیس درجہ پر ہے ۔ دہوپ کیا ہے گویا آگ برس رہی ہے ۔ زمین مثل تنور جل رہی ہے ۔ سایہ کا کہین نام نہین ۔ درختون کا کہین پتا نہین ۔ ایک سنسان کف دست بیابان ہے ۔ مگر کیا کیا جائے ۔ موقع ہی ایسا آن پڑا ہے ۔ ناظرین کو ذرا صبر کرنا چاہیے ۔ اس سختی کی برداشت آیندہ آپ کو فائدہ دیگی ۔

دیکہو تو! حضرت کی سواری آرہی ہے ۔ ایک نورانی جماعت بہشت مین رہنے کے لائق ساتھ ہے ۔ آپ کو خبر ہے؟ کہ ایسے سخت مقام پر حضرت

وضع کے گل اندام نوجوانون کو اور خضر کے جیسے مقدس بزرگون کو ساتهہ لیے ہوے کیون تشریف لاتے ہین ۔ یہ آپ ہی کی محبت کی کشش ہے کہ اون کو یہان کہینچ لائی ہے ۔ نہین تو اون کو یہان آنے سے کیا مطلب تہا ۔ اب یہان سے بہوکے پیاسے صرف اپنی جان سے چلے جائینگے ۔ اور یہ کل کائنات اپنے سراپا مجروح جسم کے ساتهہ یہان چہوڑ دینگے ۔ کیا آپ سے اتنا بہی نہو سکیگا کہ اون کے نام پر فاتحہ اور درود پڑہین ؟ پہر یہ قدم کہان میسر آنے والی ہین ۔ یہ اون کا آخری سفر ہے ۔ اب یہان سے اون کا مقام جنت مین ہوگا ۔ ہم وہان کیسے جا سکتے ہین ۔ شاید حشر کے روز پہر ایسا موقع ہاتهہ آئے کہ آپ اور ہم سب کے سب حضرت کی خدمت مین دست بستہ کہڑے ہون ۔

لیجئے ! وہ گرد کاروان نمودار ہوئی ۔ وہ پیش خیمے آ گئے ۔ جناب ! نہر فرات سامنے بہہ رہی ہے ۔ چلئے ! ذرا ہاتهہ مونہ تو دہو لین ۔ گرمی سے تسکین ہو جائے گی ۔ اور وضو بہی کر لیجئے ۔ حضرت کے قدمبوس ہونا ہے ۔ یہ قرآن ناطق ہین ۔ ان کے قدمون کو بے وضو ہاتهہ نہ لگانا چاہیے ۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ "لا یمسہ الا المطہرون" "نہین چہوتے اوس کو مگر پاک لوگ" ۔

نہر سے ذرا فاصلہ پر جانب مغرب خیمے استادہ ہونے لگے ہین ۔ دیکہو ! وہ حرم سرا قائم ہوئی ۔ عصمت کے سراپردے بہی اطراف لگا دئے گئے ۔ اس مین اہل بیت رسول اللہ کی حرمین اوترینگی ۔ اب تو فرشتے بہی وہان نہین جا سکتا کچہ کام کاج پڑیگا تو شاید حورین آتی جاتی رہینگی ۔ اب یہان سے ہٹو ۔

مقام ادب ہے ۔ اور دیکھو تو ! حرم سرا کے بائین پہلو پر اور بہی خیمے نصب ہو رہے ہین ۔ یہ دربار کے خیمے ہین ۔ ان مین پانچون وقت اذان اور نماز ہوگی ۔ اور حضرت کے اصحاب رہینگے ۔

این ! یہ شمالی مشرقی کونے سے سوار کیسے آرہے ہین ؟ ادہر تو کوفہ کا راستہ ہے ۔ سوار بہت ہین ۔ ایک ہزار سے کم نہونگے ۔ ہان ۔ خوب یاد آیا ۔ شاید کوفہ کے لوگ حضرت کے استقبال کو آتے ہونگے ۔ کوفہ یہان سے نزدیک ہے ۔ کوئی تیس چالیس میل ہوگا ۔ سوار تو بہت نزدیک آگئے ۔ ہم کو ایک طرف ہوجانا چاہیے ۔ بس اب گڑبڑ ہوگئی ۔ یہان سے نکلو اور آگے بڑہو ۔

مسلم کا خط اون کی شہادت کے سات روز پیشتر حضرت امام حسین کو پہونچ چکا تہا ۔ جس مین کوفیون کی کمال عقیدت اور ارادت مندرج تہی ۔ اور ایک جماعت کثیر کے بیعت کرنیکا بہی ذکر تہا ۔ اس پر حضرت نے کوفہ جانیکا مصمم ارادہ کیا ۔ جبکہ سامان سفر درست ہونے لگا تو اوس وقت بہی عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور جابر اور ابوسعید خدری اور ابوواقد لیثی اور بہت سے اصحاب جلیل القدر آپ کی روانگی کے مانع ہوئے اور کہا کہ آپ کوفیون کے قول وفعل پر اعتماد نہ کیجیے ۔ اور یہ خانہ خدا ہے ۔ یہان سے تشریف نہ لیجائیے ۔ ہم کو آپ کی جان کا بڑا خوف ہے ۔ خدا جانے کیا معاملہ پیش آئے اور کیسی افتاد پڑے ۔ کیا آپ کو معلوم نہین ؟ کہ ان کوفیون نے آپکے والد کے ساتہہ اور آپ کے بہائی کے ساتہہ کیا سلوک کیا ہے ۔ اور

کیا آپ کو یاد نہین ؟ کہ آپ کے بہائی امام حسن ؓ نے اپنے انتقال کے وقت آپکو وصیت کی تہی کہ ،، کوفہ کے کمینہ لوگون کا اعتماد نکرو ۔ اور اون کے قول قرار پر نہ بہولو ۔ وہ لوگ تم کو فریب دیکر گہر سے نکالینگے ۔ اور دشمنون کے حوالے کر دینگے ،،

جب ان لوگون کا اصرار حد سے تجاوز کر گیا اور آثار رنج و ملال کے ظاہر ہونے لگے تو حضرت نے اون سے فرمایا کہ ،، ای حضرات ! مین نے اپنے باپ سے اور اونہون نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ۔ ایک بکری حرم کعبہ مین ذبح کیجائیگی اور اس کا ذبح ہونا موجب ہتک کعبہ کا ہوگا ۔ [*] اس واسطے مین پسند نہین کرتا کہ وہ بکری مین ہون ،، سبحان اللہ ! خانہ کعبہ کا حفظ مراتب حضرت نے یہان تک پیش نظر رکہا کہ اپنا قتل ہونا ایک ایسے بیابان مین جہان کوئی پرسان حال نہو منظور فرمایا ۔ لیکن خانہ کعبہ کی بے حرمتی پسند نکی ۔

سچ ہے ۔ جو لوگ خدا پرست ہوتے ہین اونہین کو خدا کی عظمت کی قدر ہوتی ہے ۔ دنیا پرستون کو نہ خدا یاد ہے نہ اوس کی عظمت کا خیال ہے ۔

چونکہ اون دنون مکہ مین حکومت کے عزل و نصب سے عام بدنظمی پہیلی ہوئی تہی

---

[*] اس حدیث کے مصداق عبد اللہ بن زبیر ہوئے ۔ بعد شہادت امام حسین کے گورنمنٹ شام کی جانب سے حجاج بن یوسف نے مکہ معظمہ پر چڑہائی کی ۔ اور منجنیق لگاکر خانہ کعبہ کو گرادیا ۔ اور عبد اللہ بن زبیر کو حرم کعبہ کے اندر شہید کیا ۔ یہ بزرگوار جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پہوپی زاد بہائی کے فرزند تہے ۔ منہ ۔

اور خاص کر حضرت کے لیے تو بہت کچھ بے اطمینانی کی صورت نظر آ رہی تھی ۔ یہانتک کہ ایک دن کا قیام بھی دشوار ہو گیا تھا ۔ اور اب بلحاظ کوفیون کے حسن ارادت کے اظہار کے کوفہ ایک مقام امن معلوم ہوتا تھا لہذا ایام حج تک بھی ٹھیرنا مناسب نہ جانکر ذیحجہ کی آٹھوین تاریخ ارکان حج ادا کرکے کوفہ کی طرف کوچ فرمایا ۔

حضرات ناظرین ! یہی وقت ہے حضرت کے لیے "انا للہ و انا الیہ راجعون" کہنے کا ۔ کیا آپ لوگ امید کر سکتے ہین ؟ کہ حضرت اس سفر کے بعد مع الخیر و العافیہ اپنے وطن کو واپس آئینگے ۔ اور پھر آپ کو اون کے قدم دیکھنے نصیب ہونگے ؟

ای عراق ! اگر تجھ مین کچھ بھی غیرت اسلام ہے تو عرق ندامت مین غرق ہو ۔ افسوس ہے کہ تو نے ہمارے ہاتھ سے ایسے انمول جواہر کو چھین لیا ۔ اور اوس کی کچھ قدر نہ کی ۔ استغفر اللہ ! قدر کیسی ۔ اوس نے تو توڑ پھوڑ کر مٹی مین ملا دیا ۔

جب حضرت چلے ہین تو بہت سے لوگ ساتھ ہو گئے ۔ وہ سمجھے تھے کہ حضرت کے ساتھ کوفہ مین چین کرینگے ۔ لیکن یہ خبر ہی نہین تھی کہ کوفہ کو پہونچنا آسان نہین ہے ۔

اس مابین مین حضرت کی روانگی کی خبر سن کر مدینہ سے چند لوگ خاندان عبد المطلب کے حضرت کی ہمراہی کی غرض سے آئے تو اون کے ساتھ محمد بن حنیفہ بھی جو حضرت کے علاتی بھائی تھے تشریف لائے ۔ اور بہت سی دل سوزی کی باتین کرکے ہی سے معذرت چاہی ۔ حضرت نے اون سے فرمایا کہ اگر تم نہین آتے ہو تو اپنے

فرزندون کو میرے ساتھہ کردو ۔ اونھون نے عرض کیا کہ آپ کا یہ سفر بہت خوفناک ہے ۔ مین خیال کرتا ہون کہ اس سفر مین آپ کی جان کی خیر نہین ہے ۔ ایسی صورت مین مین مناسب نہین سمجھتا کہ آپ کے ساتھہ ان کی بہی جان مفت مین جائے ۔

حضرت کو اس بات سے رنج ہوا اور فرمایا کہ اگر میرے ساتھہ آنے مین تمہارے فرزندون کا نقصان ہے تو کچہ مضائقہ نہین جانے دو ۔

محمد بن حنیفہ نے کہا میرے فرزند کچہ آپ سے زیادہ مجھے عزیز نہین ہین ۔ مگر مجھے خود آپ کا جانا بہی تو پسند نہین ہے ۔ اس کا کیا علاج ہے ۔

آخر الامر حضرت سب سے مل ملا کر اپنے ہمراہیون سمیت روانہ ہوئے ۔ تہوڑی دور گئے تھے کہ عمر بن عاص نائب مدینہ کی طرف سے اوس کا بہائی یحیے سپاہیون کو لیکر حضرت کے روکنے کے لیے آیا ۔ حضرت نے فرمایا ۔ تم کو ہمارے مزاحم ہونے کا کوئی سبب نہین ۔ واپس چلے جاؤ ۔ اوس نے نہ مانا ۔ حضرت کے ہمراہی والون نے بہی بہت کچہ اوس کو سمجھایا ۔ آخر ہتیار چلنے کی نوبت پہونچی ۔ یہ حال دریافت کرکے عمر بن عاص نے اپنے جوانون کو واپس بلالیا ۔ اور عبید اللہ بن زیاد حاکم کوفہ کو لکھہ بھیجا کہ حسین تمہاری طرف آنے کا قصد کرکے نکلے ہین ۔ میرے روکنے سے رکے نہین ۔ تم ہوشیار رہو ۔ اون کی طبیعت مین غرور بہت ہے ۔ کسی کو کچہ سمجھتے نہین ۔ اون کا برتاوا ایسا ہے جیسا کسی آقا کا اپنے غلامون کے ساتھہ ہوتا ہے ۔

جب حضرت مقام (تنعیم) پر پہونچے تو وہان ایک قافلہ ملا جو یمن سے امیر شام کے یہان

کچھ سامان پہونچا کر واپس جاتا تھا ۔ حضرت نے اوس قافلہ کے اونٹ کرایہ پر لیے ۔ آگے بڑہ کر مقام (صفاح) پر فرزدق شاعر ملا ۔ وہ عراق سے آتا تھا اوس نے سامنے آکر سلام کیا اور دعا دینے لگا ۔ آپ نے پوچھا ۔ کیون فرزدق عراق کے لوگون کی کیا کیفیت ہے ۔ اوس نے عرض کیا ۔ یا ابن رسول اللہ ! خیریت ہے ۔ وہان کے لوگون کے دل آپ کی طرف ہین مگر اون کی تلوار بنی امیہ کے ہاتھ مین ہے ۔ معلوم نہین قضائے آسمانی کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا ۔ سچ ہے ۔ خدا کا حکم نافذ ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ۔ جو چاہیگا وہ کرے گا ۔ اگر اوس کی مشیت ہماری خواہش کے موافق ہے تو مقام شکر ہے ۔ اور اگر ہماری خواہش کے خلاف ہے تو محل شکایت نہین ہمکو ہر حال مین شکر گزار رہنا چاہیے ۔

فرزدق رخصت ہوا اور حضرت آگے بڑھ کر مقام (ذات العرق) پر پہونچے تو حضرت کے دونون بھانجے عون اور محمد آئے ۔ اون کے ساتھ اون کے والد عبد اللہ ابن جعفر طیار کا خط تھا ۔ جس مین لکھا تھا کہ "آپ کی روانگی مین بہت جلدی ہوئی ۔ اگر چندے توقف ہوتا تو اچھا تھا ۔ اب بھی اگر ممکن ہو تو مراجعت فرمائیے ۔ قسم ہے اوس وحدہ لاشریک کی ! اگر خدا نخواستہ کچھ ہوگیا تو بس کیا کہون ۔ اسلام کی رونق جاتی رہیگی ۔ آپ تمام مسلمانون کے ملجا و ماوا ہین ۔ آپ ہمارے پیغمبر کے جانشین ہین ۔ مین امید کرتا ہون کہ آپ میرے معروضہ کو قبول فرمائینگے ۔ اور واپس تشریف لائینگے ۔ مین بھی بہت جلد آپ کی خدمت مین حاضر ہوتا ہون"

حضرت نے اوس کے جواب مین لکھا۔ "تم کو معلوم نہین مین نے خواب مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ اونہون نے مجھے جو ارشاد فرمایا ہے اوس کی بجا آوری کے لیے مجھے کوفہ جانا ضرور ہے۔ اب مین واپس نہین آسکتا۔ اور اوس کی کیفیت بھی بیان نہین کرسکتا"

وہان سے کوچ کرکے مقام (بطن الرمہ) پر پہونچے تو آپ نے ایک خط اہل کوفہ کے نام لکھہ کر قیس ابن مسہر کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ اوس مین یہ لکھا تھا کہ "برادر عزیز القدر مسلم کے خط سے معلوم ہو کہ تم کو میرے آنیکی بڑی آرزو ہے۔ اور تم کو میرے ساتھ دلی محبت ہے۔ خدا تم کو اس کا اجر دے۔ اور جو کچھ میرے لیے تمھاری کوشش ہے اوس کو ضائع نکرے۔ مین ذیحجہ کی آٹھوین تاریخ منگل کے روز نکلا ہون۔ انشاء اللہ تعالی اس خط کے پیچھے ہی وہان پہونچتا ہون۔ میرے قاصد کو بہت آرام سے رکھو۔ والسلام۔"

اس اثناء مین امیر شام کی جانب سے حاکم کوفہ کے نام ایک تاکید پہونچی کہ "خارجاً سنا گیا ہے کہ حسین کوفہ کا ارادہ کرکے مکہ سے نکلے ہین۔ چونکہ تمھارے لیے یہ ایک مصیبت کا سامنا ہے جس کا دفع کرنا خود تمھاری ہمت پر منحصر ہے۔ لہذا فوراً اون کو گرفتار کرکے ہماری بیعت لے لو۔ اگر وہ انکار کرین تو تم کو اختیار ہے جیسا مناسب معلوم ہو بندوبست کرکے ہم کو اطلاع دو۔"

حاکم کوفہ ابن زیاد نے ہوشیاری کو کام فرما کر حضرت کا رستہ روکنے کے لیے چار ہزار سوار زیر کمان حصین بن نمیر کے قادسیہ مین اوتار دیے۔ جس سے کوفہ کو آنے جانے کے تمام رستے بند ہوگئے۔ حضرت کو اس کارروائی کی

اب تک خبر نہین ۔ وہان سے کوچ کرکے مقام (حاجز) پر پہونچے تو نہر فرات کے کنارے عبداللہ بن مطیع ملے ۔ اونہون نے حضرت کو دیکھتے ہی دوڑتے ہوئے آکر سلام کیا اور پوچھا ۔ یا ابن رسول اللہ ! میرے مان باپ آپ پر سے قربان ۔ کہان کا قصد ہے ؟ آپ نے فرمایا کوفیون کی طلب اور تقاضا مجھے لے چلا ہے ۔ عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا ۔ مین نے پیشتر ہی آپ سے عرض کیا تہا کہ آپ وہان نہ جائیے ۔ اسلام کی عزت آپ ہی سے ہے ۔ بنی امیہ آپ کے دشمن ہین ۔ اون کی تلوار کے منہ پر آپ چلے ہین ۔ خدا کے لیے اودہر کا ارادہ نفرمائیے ۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا ۔ ابتو مین جاتا ہون خدا کی مرضی پر رکہو ۔ وہ جو چاہیگا وہ ہوگا ۔

وہان سے آگے بڑہکر مقام (زرود) پر پہونچے تو وہان کچھ خیمے استادہ نظر آئے ۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ زہیر بن القین اوترے ہین ۔ حج سے فارغ ہوکر کوفہ کو چلے ہین ۔ حضرت نے اون کو بلایا ۔ جب اون کی نظر حضرت پر پڑی تو نور ایمان چمک اوٹہا ۔ اوسی وقت اپنا خیمہ اوکہاڑ کر حضرت کے خیمے کے پاس کہڑا کرادیا ۔ اور اپنی بی بی سے کہا کہ اب تم اپنے میکے مین چلی جاو ۔ مین حضرت کے ساتہ رہتا ہون ۔ اور اپنے ساتہ والون سے کہا کہ جس کو شہادت کی آرزو ہو وہ میرے ساتہ رہے اور جس کو اپنے وطن جانا ہو چلا جائے سب لوگ کوفہ کو چلے گئے ۔ زہیر بن القین حضرت کے ساتہ ہوگئے ۔ واہ ری تقدیر ! خوش قسمتی اس کو کہتے ہین ۔ موسی علیہ السلام کو پیغمبری ایسی ہی ملی تہی ۔ خدا کی شان ہے !

اسی مقام پر عبد اللہ بن سلیم اسدی اور مزری مشمعل اسدی جو حج کے لیے گئے تھے اور حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سے ملنے کے لیے جلدی سے آرہے تھے حضرت کی ملاقات سے مشرف ہوئے ۔ اونہون نے بیان کیا کہ ابھی راستہ مین ایک شخص قبیلہ بنی اسد کا ملا تھا اوس نے کہا کہ مین کوفہ مین تھا بچشم خود دیکھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ دونون کو قتل کرکے اور اون کے پانون پکڑکر بازار مین کھینچ رہے تھے ۔

حضرت اس واقعہ سنکر "انا للہ وانا الیہ راجعون" مکرر زبان پر لائے ۔ اونہون نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ! خدا کے لیے نہ صرف اپنی ذات پر بلکہ اپنے اہل بیت پر رحم فرمائیے ۔ ایسے موقع پر کوفہ کا قصد موقوف کرکے اپنے وطن کو تشریف لے چلیے ۔ حضرت نے فرمایا ۔ اگر مسلم مارے گئے تو ہمارے جینے مین کیا لطف ہے ۔

مسلم کے بھائی عبد اللہ ۔ عبد الرحمن اور جعفر کو اپنے بھائی کے قتل ہونے کا بڑا رنج ہوا ۔ اونہون نے جوش محبت مین فوراً قسم کھالی کہ ہم تو ضرور کوفہ کو جائینگے ۔ اور اپنے بھائی کا بدلا لینگے ۔ اگر ہم ایسا نکرینگے تو ہاشمی خاندان کے نہون گے ۔

وہان سے آگے بڑھے ۔ مقام (عقیق) پر ایک شخص قبیلہ بنی عکرمہ کا ملا ۔ اوس نے خبر دی کہ ابن زیاد نے آپ کے روکنے کے لیے بڑا بھاری لشکر بھیجا ہے اور قادسیہ سے عذیب تک تمام راستون پر پہرہ بندی کیگئی ہے ۔

وہان سے آگے بڑھے ۔ مقام (زبالہ) پر عمر بن سعد کا قاصد خط لیکر

حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا ۔ اوس مین لکھا تھا کہ کوفیون نے اپنی عادت کے موافق بیوفائی کا برتاو کیا ۔ مسلم کو تنہا چھوڑ دیا ۔ اون پر جو کچھ گزرنی تھی گزری ۔ اور اون کے ساتھہ ہانی بن عروہ بھی تہ تیغ ہوا ۔

اوسی قاصد کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ قیس بن مسہر (حضرت کا قاصد) قادسیہ کی فوج کے ہاتھہ مین پڑکر کوفہ کو بھیجا گیا ۔ اور وہان ابن زیاد کے حکم سے قتل کیا گیا ۔

اب حضرت کو کوفیون کی بیوفائی کا پورا یقین ہوا ۔ اور مسلم کے شہید ہونے پر نہایت افسوس کیا ۔

اس مقام پر حضرت نے اپنے تمام ہمراہیون کو جمع کرکے منبر پر تشریف لیجاکر بعد حمد و صلوۃ کے فرمایا کہ "ای یاران وطن ! ای محبان پنجتن ! تم لوگون نے اب تک میری رفاقت دی ۔ اور میرے ساتھہ اس سفر مین بہت کچھ تکلیف گوارا کی ۔ میری خواہش تھی کہ تم لوگ میرے ساتھہ رہ کر آرام پاتے ۔ لیکن مشیت الہی کچھ اور ہے جس مین کسی کو دخل نہین ۔ اب اس سفر کے آثار اچھے نظر نہین آتے ۔ تم نے سنا کہ میرا بھائی مسلم کوفہ مین قتل کیا گیا ۔ کسی نے اونکی مدد نہ کی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آج کل ہم سے منحرف ہو گیا ہے ۔ ایسی صورت مین مین ہرگز نہین چاہتا کہ میرے ساتھہ تم لوگ بھی مصیبت مین گرفتار ہون ۔ بہتر ہوگا کہ تم اپنے وطن کو واپس چلے جاو ۔ مین نے تم کو اپنے حلقہ اطاعت سے آزاد کر دیا ہے ۔ اور دل سے تم کو اجازت دی ہے ۔ تم کو کبھی اس بات کا خیال نکرنا چاہیے کہ میری رفاقت کے ترک کرنے کی قسم کا

مواخذہ آخرت مین ہوگا ۔ جب مین تم کو اپنی خوشی سے رخصت کرتا ہون تو یقین مانو کہ تم جہان ہوگے میرے ہی پاس ہو ۔ تم کو آیندہ بھی وہی امید رکھنی چاہیے جو میرے ساتھ رہنے مین ہے ۔ اب مین رخصت ہوتا ہون ۔ تمہارا خدا حافظ ہے ۔ ،،

اس تقریر سے حاضرین کے دل پر بڑا صدمہ پہونچا ۔ ہمراہیون کے دل متردد ہوگئے ۔ جو لوگ دنیاوی فائدہ کی غرض سے آئے تھے وہ تو خاموش رہے ۔ مگر جو لوگ محض خالصۃً للہ حضرت کی محبت کے سبب سے آئے تھے اون کی محبت نے اوس وقت اسقدر جوش مارا کہ بے اختیار چلا اوٹھے ۔ اور حضرت کے قدمون پر گر گر کر رونے لگے ۔ یہی کہتے جاتے تھے کہ ہم آپ کو چھوڑ کر کہان جائین ۔ ہم کو دونون جہان مین آپ کے قدمون کے سواے کہین ٹھکانا نظر نہین آتا ۔ جو کچھ مصیبت آنے والی ہے وہ پہلے ہم پر آلے ۔ ہم کو بہت خوشی ہے کہ ہم آپ کے قدمون پر تصدق ہو جائین ۔ ہماری سعادت اسی مین ہے کہ ہم آپ کی ہر حالت مین شریک رہین ۔ یہان تک کہ آپکی رکاب تھامے ہوئے قیامت کے میدان مین آپ کے نانا کے سامنے دوڑتے جائین ۔ اور آپ کی جلو مین رہنے کی عزت پائین ۔ اب ہم کو اس سے زیادہ عرض کرنیکی جراٴت نہین ہے ۔ للہ ! ہم کو اپنے پاس سے دور نفرمائیے ۔ ہم غریب لوگ ہین ۔ ہمارے پاس بجز ایک ناچیز جان کے اور کچھ نہین ہے ۔ ہم اسی کو بطور ایک حقیر تحفہ کے آپ کی نذر کرتے ہین ۔ ہم کو امید ہے کہ آپ قبول فرمائینگے ۔ ہم جانتے ہین کہ یہ ناچیز تحفہ آپ کے کسی کام کا نہین ہے ۔

مگر کیا کرین ۔ مجبور ہین ۔ اگر اس سے بہتر کوئی اور چیز ہمارے پاس ہوتی تو ہم اوس کو بھی خوشی سے آپ کی نذر کر دیتے ۔ ،،

یہ باتین کچھ ایسے جلے ہوئے دل سے جگر کو چیر کر نکلی تھین کہ جنکے ساتھ ہی اونکے گرما گرم آنسوون کا تار بندہ گیا ۔ حضرت کو بھی اونکی محبت کا یقین ہوگیا ۔ اور ساتھ ہی اوسکے ایسے راسخ الاعتقاد جان نثارون کا اپنے ساتھ گرفتار بلا ہونا آنکھون مین پھر گیا ۔

عادت کی بات ہے کہ جب کسی دوست کی تکلیف یاد آجاتی ہے تو دل قابو مین نہین رہ سکتا ۔ بے اختیار آپ کے بھی آنسو ٹپک پڑے ۔

کتنی بڑی خوش قسمتی اون لوگون کی ہے جنکی محبت حضرت امام حسین کے دل مین جگہ پائے ۔ اور اوس کے صلہ مین اون کو خدا کی خوشنودی کا تمغہ ملے ۔

صبح کو واپس جانے والے تو رخصت ہو کر چلے گئے ۔ اور ساتھ چلنے والے آگے بڑھکر حضرت کی رکاب تھامے ہوئے ساتھ ہو لیے ۔ اور چلتے چلتے مقام (بطن عقبہ) پر پہونچکر اوتر پڑے ۔

صبح کو وہان سے پھر آگے بڑھے ۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ سامنے کچھ سوار آتے ہوئے نظر پڑے ۔ حضرت کے ساتھ والون کو خیال ہوا کہ شاید یہ لوگ کوفے سے ہماری پیشوائی کے لیے آئے ہونگے ۔ کیونکہ کوفہ یہان سے نزدیک ہے ۔ اور قادسیہ تو صرف تین میل رہگیا ہے ۔ وہ سوار آتے آتے سامنے پرا باندھکر کھڑے ہو گئے ۔ اندازاً معلوم ہوتا تھا کہ ایکہزار سے کم نہونگے ۔

جب حضرت کی سواری نزدیک آئی تو آپ نے سواری کو روک کر فرمایا ۔

دریافت کرو یہ کون لوگ ہین کہان جاتے ہین ؟

حضرت کے حکم پر ایک شخص نے آگے بڑھکر پوچھا کہ یہ فوج کہان جاتی ہے اور اس کا افسر کون ہے ۔ اون سوارون مین سے ایک شخص سامنے آیا اور کہا ۔ مین ہون اس فوج کا افسر ۔ اور میرا نام ”حُر“ ہے ۔ یہ فوج حسین ابن علی کے روکنے کے لیے کوفہ سے آئی ہے ۔

اتنا کہہ کر وہ حضرت کے نزدیک آیا اور آداب بجالایا ۔ حضرت نے پوچھا ۔ ای حُر تو یہان کیون آیا ہے اور یہ سوار کہان جاتے ہین ۔ حُر نے عرض کیا ۔ یا ابن رسول اللہ ! حاکم کوفہ عبیداللہ ابن زیاد نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنکر ایک ہزار سوار میرے ساتھہ دیکر بھیجا ہے ۔ اور حکم دیا ہے کہ آپ کو ان سوارون کی حراست مین کوفہ پہونچاؤن ۔ اب مین آپ کے ساتھہ کوفہ تک رہونگا اور آپ کو ابن زیاد کے پاس چلنا ہوگا

حضرت یہ بات سنکر خاموش رہے ۔ اوس وقت دن ڈھل گیا تھا ۔ آفتاب کو دیکھہ کر آپ نے فرمایا ۔ اچھا ۔ اب نماز کا وقت آگیا ہے اوتر پڑو ۔ ہم بھی اوترتے ہین ۔ پھر دیکھہ لیا جائیگا ۔

حضرت کے حکم پر سب لوگ اوتر پڑے اور نماز ظہر کی تیاری کرنے لگے ۔

حُر بھی اپنے لوگون سمیت آکر حضرت کی جماعت مین شریک ہو گیا ۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت نے حُر سے فرمایا کہ ”میرا اس طرف آنا صرف تمہین لوگون کے اصرار سے ہوا ہے ۔ اہل کوفہ کے مراسلات نے مجھے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا ہے ۔ اب اگر تم لوگ میرا آنا پسند نہین کرتے ہو تو مجھے کوفہ سے کیا کام ہے ۔

یہین سے واپس ہوجاؤن گا ۔ مین نے اسقدر تکلیف جو اس بے موسم کے سفر مین اوٹھائی ہے وہ محض تمہین لوگون کی خاطر سے اوٹھائی ہے ۔ مین کسی پر بارخاطر ہونا نہین چاہتا ۔ میرے روکنے کو اتنی فوج کی کیا ضرورت ہے ۔ صرف ایک حرف واپسی میرے لیے کافی ہے ،،

،، حُر ،، ۔ مجھے خبر نہین کہ آپ کو کوفہ والون نے بلایا تھا یا آپ اپنی خوشی سے اون کے پاس جاتے ہین ۔ جو خطوط اہل کوفہ نے آپ کو لکھے ہین وہ شاید میرے غائبانہ لکھے ہونگے ۔ مین چند روز سے کوفہ مین نہ تھا ۔ مین نہین جانتا کہ اون لوگون نے آپ سے کیا اقرار کیا ہے اور کس واسطے کیا ہے ۔ بالفعل مین تو ابن زیاد کے حکم سے آپ کو لیجانے کو آیا ہون ۔ اگر آپ میرے ساتھہ کوفہ کو چلین تو بہتر ہے والا مین خود آپ کے ساتھہ ہوجاتا ہون اور ابن زیاد کو اطلاع کر دیتا ہون ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اب مین آپ کو نہین چھوڑ سکتا ۔ ،،

حضرت نے فرمایا ۔ ،، مجھے تمہارے ساتھہ کوفہ جانے کی کوئی ضرورت نہین ہے ۔ اب نہ مین کوفہ کو جاؤن گا نہ اپنے وطن کو جاؤن گا ۔ جہان خدا لیجائے گا وہان جاؤن گا ۔ ،،

اس گفتگو مین عصر کا وقت آگیا ۔ آپ نے نماز عصر پڑہکر کوچ کا حکم دیا ۔ حُر بہی اپنی فوج لیکر ساتھہ ہوگیا ۔ جبکہ مقام (عذیب) پر پہونچے تو وہان چار سوار ملے ۔ ان کے ساتھہ نافع ابن بلال بہی تھے ۔ حضرت نے پوچھا کیون نافع کوفیون کا کیا حال ہے ۔ اونہون نے عرض کیا ۔ یا ابن رسول اللہ!

نامور لوگ تو آپ کے مخالف ہین کیونکہ اون کو خاطر خواہ رشوت دی گئی ہے کہ وہ امیر شام کے طرفدار بنے رہین ۔ باقی لوگون کا کچھ ٹھیک نہین ۔ اور کیا عجب ہے کہ وقت پر وہ بھی اودہر ہی ہو جائین ۔

آپ نے پوچھا ۔ ہمارے قاصد قیس بن مسہر کی بھی کچھ خبر ہے ؟ نافع ۔ حصین ابن نمیر نے اون کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیجدیا ۔ اوس نے مکان کی چھت پر سے گرا کر مار ڈالا اور اون کا سر اوتار لیا ۔ یہ خبر سنکر حضرت آبدیدہ ہوئے اور یہ آیت پڑہی کہ " ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر " کسی نے اپنا عہد وفا کر دیا اور کوئی وفا کرنے کا منتظر ہے ۔

پچھلی شب حضرت نے خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور کہتا ہے کہ تم بہت جلد چلے جا رہے ہو اور موت تمہارے پیچھے ہے ۔ جب آنکھ کھلی تو آپ نے کہا " انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ والحمد للہ رب العالمین "

صبح کو وہان سے آگے بڑہے اور مقام (نینوی) پر اوترے ۔ اس مقام پر ایک سانڈنی سوار کوفہ سے حُر کے پاس آیا اور ابن زیاد کا خط دیا ۔ اوس مین لکھا تھا کہ حسین کو ایسے مقام پر اوتارو کہ جہان آبادی نہو ۔ عنقریب اور فوج بھی آتی ہے ۔

حُر نے اس خط کو حضرت کے ملاحظہ مین گزرانا اور کہا ۔ اب یہان سے آگے بڑہنا نہ چاہیے ۔ حضرت کے اصحاب کو اس بات کی تاب نہ آئی ۔ عرض کیا کہ اب ان لوگون کی شرارت حد سے بڑھ گئی ہے ۔ حکم دیجئے کہ ہم ان کو مار کر اپنا راستہ صاف کرلین ۔ آپ نے فرمایا ۔ مین اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا ہونی نہین چاہتا ہون ۔

صبح کو کوچ کی تیاری تو آپ نے حُر سے فرمایا "تھوڑی دور ہمارے ساتھ اور چلو۔ آگے بڑھ کر اوتر جائینگے"۔

انداز اً ایک میل آگے بڑھے ہونگے کہ یکایک حضرت کی سواری کا ناقہ کھڑا ہو گیا۔ آگے بڑھانا چاہتے ہین مگر نہین بڑھتا۔ حضرت نے پوچھا۔ اس جنگل کا کیا نام ہے؟ لوگون نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ! اس جنگل کو "ماریہ" اور نیز "کربلا" کہتے ہین۔ آپ نے فرمایا۔ بس یہان مقام کیا جائے۔ ہمراہیون نے دیکھا کہ ایک کف دست میدان ہے نہ کہین درخت کا نام ہے نہ سایہ کا نشان ہے۔ صرف ایک نہر بہتی ہے۔ کوئی آبادی بھی قرب وجوار مین نظر نہین آتی جس سے کسی قسم کی سربراہی کی امید ہو سکے۔ اونھون نے عرض کیا کہ اگر کہین آبادی کے قریب اوترنے کا حکم ہوتا تو بہتر تھا۔ یہان اوترنے مین بہت تکلیف ہوگی۔ آپ نے فرمایا "تم کو خبر نہین۔ یہ مقام وہ ہے کہ جہان ہم کو بے انتہا سختی برداشت کرنی ہوگی۔ یہان ہمارا خون بہیگا۔ یہان ہمارا سامان لوٹا جائے گا۔ یہان ہمارے خیمے جلائے جائینگے۔ یہان ہمارے بال بچے قید ہونگے۔ اسی مقام کی خبر پیغمبر خدا نے دی ہے کہ میرا حسین یہان قتل ہوگا۔ خدا ہم کو صبر عطا کرے! جسقدر مصیبتین پڑین صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرنی چاہئین"۔

اتنا فرما کر ناقہ سے اوتر پڑے اور نہر سے ذرا فاصلہ پر خیمے استادہ کرنے کا حکم دیا۔ جبکہ خدام خیمے نصب کرنے لگے تو جہان میخ گاڑی جاتی تھی زمین سے خون کا فوارہ نکلتا تھا۔ اس مین کوئی شک نہین کہ اگر حضرت امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام نے اس مصیبت کو جو آنے والی تھی اپنی خوشی سے قبول نہ کیا ہوتا۔ اور اس ظلم کی داد منتقم

حقیقی سے طلب کرتے تو علانیہ خدا کا غضب نازل ہو گیا ہوتا ۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کے وقت پانی کے طوفان سے تمام دنیا کو غرقاب کر دیا تہا ۔ اوسی طرح اب کی دفعہ خون کا طوفان آکر سارے عالم کو غارت کر دیتا ۔ کیا یہ بات خیال مین آسکتی ہے ؟ کہ جس کے سبب سے زمین و آسمان بنے ہون ۔ اور جس کا وجود موجب ظہور کل کائنات ہو ۔ اور جس کی شان مین خدائے عز و جل نے "لولاک لما اظہرت الربوبیتہ" فرمایا ہو ۔ اوس کا نواسا کیا ہے اوس کا فرزند اور اوس کا جانشین بلکہ یون کہنا چاہیے کہ اوس کی جان اور اوس کی تاب و توان اوسی کے کلمہ گو ظالم قوم کے ہاتہون یون بیدردی اور بے رحمی کے ساتہہ مع اپنے تمام کنبے کے قتل ہو ۔ اوس کی پس ماندہ عورتین اور بچے تباہ اور گرفتار بلا اور اوس کا مال و متاع تاراج ہو ۔ اور اوس پر عظمت کبریائی اپنی ناراضمندی کا اظہار نہ کرے ۔ اور صفت جبروتی اپنے جلال کا جلوہ نہ دکہائے ۔ کیا ہمارے دانشمند ناظرین نے کتب تواریخ مین اور نیز قرآن مجید مین پچہلی قومون کے حالات ملاحظہ نہین فرمائے ہین ؟ کہ ایسے ہی موقعون پر مختلف قسم کے قہر کئی بار خدا نے نازل کیے ہین ۔ زمین سے خون کے فوارے نکلنا خدا کی پناہ ! کچہ کم قہر کی علامت ہے ؟

غرض سب لوگ اوترے اور حُر نے بہی اپنی فوج کے ساتہہ حضرت کے مقابل لب نہر ڈیرہ ڈالا ۔ اور ابن زیاد کو اپنی اس کارروائی کی اطلاع دی ۔ اوس روز دوسری تاریخ محرم کی تہی ۔ اور ۶۱ھ ہجری شروع ہوا تہا ۔ بعد اوتارنے سامان اور سواریون کے سب لوگ اپنے اپنے کام کاج مین لگ گئے ۔ اور حضرت نے بہی اپنی خوابگاہ مین آرام فرمایا ۔ دل مین انواع و اقسام کے خیالات تہے ۔ کبہی تو قوم کی ناہنجاریان

پیش نظر ہوتی نہین ۔ کہ ان کی آنکھون پر غفلت کے پردے کیون پڑگئے ہین ؟ قیامت کے روز ان کا کیا حال ہوگا ؟ قبر مین منکر و نکیر کو کیا جواب دینگے ؟ جب عذاب کے فرشتے ان پر مسلط ہونگے تو کیسی بنیگی ؟ ان کو اپنی عاقبت کا خیال کیون نہین آتا ؟ ان کو کس طرح سمجھانا چاہیے ؟ مجھے تو خلافت کا دعوی نہین ہے ۔ یہ بات تو مین علانیہ کہہ رہا ہون ۔ مگر ان کے دماغ مین اب تک وہی چکر ہے ؟

یہان تک سلسلہ خیالات کا پہونچا تھا کہ کسی بچے کے رونے کی آواز آئی ۔ اب خیال پلٹ کر اپنے متعلقات کی طرف رجوع ہوا ؛ "اگر جنگ چھڑ گئی ۔ "اگر" کے کیا معنے ؟ یون کہو ۔ بے شک چھڑ گئی ۔ اور ہم سب کے سب قتل کیے گئے تو ان عورتون کا اور بچون کا کیا ہوگا ؟ ان کی نگہداشت کون کرے گا ؟ ان کو ان کے وطن مین کون پہونچائے گا ؟ اس قوم سے جو ہماری کہلاتی ہے کیا امید ہے جو ہمارے بعد ان کے ساتھ نیک سلوک کرے گی ؟ جبکہ خود ہمارے ساتھ قوم کا یہ حال ہے تو ہمارے پس ماندون کو کیا سمجھیگی ؟ نہین ۔ ایسا نہوگا ۔ ہمارے ساتھ ان لوگون کو ایک خاص طور کی کاوش ہے ۔ جس وقت ہمارا فیصلہ ہو جائے گا پھر یہ بات نہ رہے گی ۔ عرب کی شرافت اور شجاعت ساری دنیا مین مشہور ہے ۔ اون کو دوسرون کی ناموس کا خیال رہتا ہے تو کیا ہماری ناموس کا خیال نہ رہے گا ؟ ضرور رہیگا ۔ عبد اللہ ابن عباس نے اچھی صلاح دی تھی کہ عورتون بچون کو ساتھ نہ لیجانا چاہیے ۔ ہم نے نہین مانا بہت برا کیا ۔ اگر اوس وقت یہ ساتھ نہوتے تو بڑی اچھی بات تھی ۔ ہم کو کچھ فکر نہ تھی ۔ خیر ۔ وہ بات تو ہاتھ سے جاتی رہی ۔ اب پچھتانے سے کیا فائدہ ؟ چلو ! خدا اون کا مالک ہے ۔ آدمی کی تدبیر سے کچھ بھی نہین ہوتا "

انہین خیالات مین آنکھہ جھپک گئی تو جناب رسول خدا کو دیکھا کہ حضرت کو سینہ لگا کر فرماتے ہین ۔ اَی فرزند دلبند ! مین جانتا ہون کہ دشمنون نے تیرے قتل پر کمر باندھی ہے ۔ وہ ضرور تجہے قتل کرینگے ۔ خدا کی مشیت ایسی ہی ہے مگر وہ لوگ جو تجہے ایذا پہونچاینگے اور شہید کرینگے میری شفاعت سے محروم رہینگے ۔ اون کو اون کے اعمال کی پوری سزا ملے گی ۔ اب وہ وقت قریب آگیا کہ تو ان ظالمون کے ہاتھہ سے بے انتہا صدمے اوٹھانے کے بعد اس دار فانی سے نکلکر اون بہشتون کی سیر کرے گا جو تیرے لیے آراستہ کی گئی ہین ۔ اور اپنے والدین کے ساتھہ آرام پائیگا جو تیرے انتظار مین بے چین ہو رہے ہین ۔ خدا تجہے صبر عطا کرے ۔ اور رضا و تسلیم کے جادہ پر قائم رکھے ۔ اتنا فرمایا اور اپنا ہاتھہ حضرت کے سینہ مبارک پر رکھہ کر یہ دعا کی کہ " اللہم اعط الحسین صبراً و اجراً " (اے خدا تو حسین کو صبر اور اجر عطا کر) ۔ "

خواب سے بیدار ہو کر حضرت نے " انا للہ و انا الیہ راجعون " کہا اور خواب کا مضمون سب سے روبرو بیان کیا ۔ اس وقت کی حالت بیان کرنے کو پتھر کا جگر چاہیے ۔ تمام ساتھہ والے کیا باہر کے اور کیا اندر کے سب کے سب اسقدر روئے ۔ اسقدر روئے کہ ہچکیان بندھ گئین ۔ اون کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت امام حسین کا خاتمہ ہے ۔ اور اسی جنگل مین ہے ۔ حضرت نے فرمایا ۔ " ایسے موقع مین صبر اور شکر کرنا چاہیے ۔ یہ بھی ایک خدا کی عنایت ہے کہ ہم کو اس آزمایش کے لیے منتخب فرمایا ۔ اور اس وعدہ " انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب " سے ممتاز کیا ۔ یعنے بے شک صبر کرنے والون کو اون کا معاوضہ بے حساب دیا جائے گا ۔ کوئی تنقیح اس بات کی نہ کی جائے گی کہ اتنے کام کا

اتنا معاوضہ دینا چاہیے۔ کیا یہ سرفرازی ہمارے واسطے کچھ کم ہے؟ اور کیا ہم کو اس عنایت کا کوئی دعوی ہو سکتا تہا؟ شکر کا مقام ہے کہ خدا نے ہم کو اپنی عنایت کا مستحق بنایا۔ اور اپنی تمام مخلوق مین سے ہم کو منتخب کیا۔ اوس کی ذات بڑی غیور ہے اوس کی بارگاہ مین کسی کی پروا نہین۔ صرف اوس کی عنایت درکار ہے اور بس۔

ادہر تو یہ کیفیت رہی۔ اب اودہر کا حال سنئے۔ ابن زیاد نے حضرت کے مقابلہ کے واسطے کوفہ مین فوج کی تیاری کا حکم دیا تہا۔ چنانچہ ایک فوج کثیر جس کی تعداد بائیس ہزار سوار اور پیادہ بیان کی گئی ہے عمر ابن سعد کی افسری مین مقرر کی۔ عمر ابن سعد اوس وقت کوفہ مین تہا۔ اوس کو صوبہ رے کی کمشنری گورنمنٹ شام سے ملی تہی۔ وہ اپنی کمشنری پر جانیکی فکر مین تہا کہ اس عرصہ مین ابن زیاد نے اوس کو بلا کر کہا کہ اب تم رے کو تو جاتے ہی ہو اس فوج کو بہی ساتہ لیتے جاو۔ کربلا مین حسین ابن علی اوترے ہین۔ اون کا فیصلہ کر کے اپنے علاقہ پر چلے جانا۔ عمر ابن سعد نے پہلے تو انکار کیا اور کہا کہ یہ کام مجھسے نہو گا کسی اور کو مقرر کرو۔ مگر جب ابن زیاد نے ذرا بےمروتی سے کہا کہ اگر تم حسین کے مقابلہ پر نہ جاوگے تو رے کی حکومت سے بہی ہاتہ اوٹہاؤ بہتر ہے۔ مین کسی دوسرے کو اس فوج کا سردار بنا کر بہیجدونگا۔ وہی رے کی حکومت بہی کرے گا۔ تب تو عمر ابن سعد کی آنکہین کہل گئین۔ دیکہا کہ رے کی حکومت ایک پری کی صورت بنکر سامنے کہڑی ہے۔ یہ اوس کے حسن و جمال اور خط و خال پر ایسا فریفتہ ہو گیا کہ وہ تمام نوازشات اور احسانات جو جناب رسول کریم نے اوس کے باپ کے ساتہ کیے تہے۔ اور جس کو اصحاب عشرہ مبشرہ مین داخل کر کے قطعی جنتی کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا تہا سب کے سب نسیاً منسیاً کر دئے۔ حکومت رے کی رونمائی مین دین

و ایمان نذر کرکے بلا تامل حضرت امام حسین پر لشکر کشی کو قبول کر لیا ۔

عبرت کا مقام ہے کہ جب ایسے متقی لوگ دنیا کے فریب مین آکر اپنے دین و ایمان کو برباد کرین تو عوام الناس کا کیا ٹھکانا ہے ۔ سچ ہے ۔ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے ۔ دیکھیے! جناب رسول خدا کی صحبت مین پشتین کے کافر مسلمان ہو گئے ۔ اور گورنمنٹ شام کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ اصحاب رسول اور اون مین سے بھی قطعی جنتی کا خلف رشید خود اپنے پیغمبر کی اولاد پر لشکر کشی کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ اور چلتے ہوئے ایمان کو فرات مین ڈبو دیا ۔

آٹھوان باب

اعزاز میہمانون کا رکھا ہی طاق پر
مہمان نوازی ختم ہی اہل عراق پر

دنیا مین سب سے زیادہ عمدہ چیز کیا ہے؟ یہ سوال ایسا بیڈھب ہی کہ بادی النظر مین پریشان کر دیتا ہے۔ ہر ایک چیز کی عمدگی اوس کے کار آمد ہونے کے لحاظ سے سمجھی جاتی ہے۔ اس معنے سے تو سب ہی چیزین عمدہ ہین۔ کیونکہ خلاق عالم نے کوئی چیز نکمی نہین بنائی ہے۔ پھر زیادہ عمدہ کے کیا معنے ہین؟ اگر یہ کہا جائے کہ جو چیز دس پانچ قسم کا کام دے وہ زیادہ عمدہ ہے۔ تو ایسی چیزین بھی تلاش کرنے پر بہت سی ملینگی۔ اب اس سوال کے جواب مین وہ کون چیز بتلائی جائے جو بالعموم تشفی بخش ہو؟ لیکن غور کرنے سے یہ پریشانی رفع ہو سکتی ہے کہ ہو نہ ہو وہ تواضع یعنے خوش اخلاقی ہے۔ خوش اخلاقی کی تعریف یہ ہے کہ ایک دوسرے سے راضی رہے۔ جس مین طرفین کی خوشی منظور ہے۔ اور خوشی سے زیادہ عمدہ چیز

دنیا مین کوئی نہین ۔ خوش اخلاقی کا اعلی درجہ مہمان داری ہے ۔ اس مین اخلاق کی وسعت ظاہر ہو جاتی ہے ۔ یہ صفت وہ ہے جو خالق اور مخلوق مین تمیز کرا دیتی ہے ۔ دنیا ایک مسافر خانہ ہے ۔ اس مین جتنی مخلوق ہے وہ سب خدا کی مہمان ہے ۔ اوسکی پرورش اور غور و پرداخت خدا نے اپنے ذمہ لی ہے ۔ اگر خدا ان مسافرون کی پرورش نکرتا تو اوس کو پروردگار کون کہتا ؟

یہ صفت جب آدمی مین ہو تو اوس سے بہتر کوئی آدمی نہین ہو سکتا ۔ ہمارے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو خدا تعالی نے یہ صفت دی تھی ۔ کتب سیر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کسقدر مہمان نواز تھے ۔ اور دوسرون کو اس باب مین کیسی تاکید فرماتے تھے ۔ انتہا یہ ہے کہ آپ نے فرمایا "اکرموا الضیف ولو کان کافراً" (عزت کرو مہمان کی گو وہ کافر ہو) اسی نظر سے اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک مین آنحضرت کی طرف خطاب کر کے فرمایا ہے کہ "انک لعلی خلق عظیم" (بے شک تو بڑا خلیق ہے) ۔

سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کی کتاب بوستان مین ابراہیم علیہ السلام کی مہمان کا قصہ ہمارے ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا ۔ ایک کافر مہمان کے واسطے خدا تعالی نے اپنے خلیل پر کیسا عتاب ظاہر فرمایا ہے ۔

اب ہم دیکھتے ہین کہ ہمارے حضرت امام حسین کی مہمان داری کوفیون نے کیسی کی ۔ یہ تو ایک بڑے معزز مہمان ہین ۔ اور بہت ہی عجز و نیاز کے ساتھ بلائے گئے ہین ۔ اون کیلیے یہ ایک بے انتہا فخر کی بات ہے کہ وہ شخص ان کا مہمان بنا ہے جس کے نانا اون کے پیغمبر ہین ۔ وہ اپنی خوش قسمتی پر جسقدر ناز کرین بجا ہے ۔

مگر افسوس ہے کہ ہمارا قیاس بالکل غلط نکلا ۔ ابھی وہ کوفہ کو پہونچے بھی نہین کہ یزیدیون کی طرف سے بے مروتی کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ راستہ ہی مین اون پر سوارون کا پہرہ مسلط ہوگیا ۔ اور ایک ایسے جنگل مین اوتار دیے گئے کہ جہان اور تو کیا ملتا درختون کا سایہ تک نہین ہے ۔ ہان ایک نہر پانی کی تو ہے ۔ دیکھیے! آیندہ اوس کے لیے بھی کیا ہوتا ہے ۔

محرم کی تیسری تاریخ عمر ابن سعد بائیس ہزار فوج لیکر کربلا مین آ پہونچا ۔ اور فرات کے دونون کنارون پر اپنا لشکر اوتار دیا ۔ اوس روز تو لشکر کی سربراہی مین مصروف رہا ۔ دوسرے روز حضرت کی خدمت مین کہلا بھیجا کہ یہان آپ کے آنے کا سبب کیا ہے ؟ حضرت نے جواب دیا کہ ‘‘مین اپنی طرف سے یہان نہین آیا ہون ۔ اہل کوفہ نے بڑے اصرار سے مجھے بلایا ۔ میرے آنے کے لیے سیکڑون خط لکھے ۔ اپنی عقیدت اور ارادت کا بہت کچھ اظہار کیا ۔ لہذا مین اون کی خاطر شکنی مناسب نہ جانکر چار ناچار مکہ سے نکلا ۔ راستہ مین مجھے اون کی بدرخی معلوم ہوئی تو واپس جانے کا ارادہ تھا ۔ مگر حُر نے آکر میرا راستہ روک دیا ۔ اور مجھے اس مقام پر ٹھیرنا پڑا ۔ اب بھی اگر تم اجازت دو تو مین واپس چلا جاتا ہون ۔ مجھے کوفہ سے کوئی سروکار نہین ہے ’’ ۔

عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو اس بات کی اطلاع دی تو اوس نے شمر ذی الجوشن سے مشورہ لیا ۔ شمر نے اوس کو صلاح دی کہ حسین کا زندہ رہنا تمہاری حکومت کے لیے مضر ہے ۔ جس طرح بنے اون کو قتل کرنا مناسب ہے ۔

ابن زیاد کو شمر کی رائے پسند آئی ۔ اوس نے عمر ابن سعد کو لکھہ بھیجا کہ مین نے تم کو صلح کے پیام پہونچانے کے لیے نہین بھیجا ہے ۔ بس یہی ایک بات ہے کہ حسین یا تو یزید کی بیعت قبول کرلین یا اپنی جان ہماری تلوارون کی نذر کردین ۔ ''

عمر ابن سعد نے اس خط کو بجنسہ حضرت کے پاس بھیجکر جواب طلب کیا ۔ حضرت نے یزید کی بیعت سے صاف انکار کردیا ۔

اب عمر ابن سعد اپنی سعادت مندی کو کام مین لایا ۔ یعنے اوسی وقت پانچ سو سوار کا پہرہ نہر فرات پر بٹھادیا اور اون سوارون کی افسری عمر ابن حجاج کو دیکر تاکید کی کہ خبردار ! حسین کے علاقہ دارون کو نہر پر آنی نہ دو شاباش ! اوس کے دل مین ذرا بھی خیال اس بات کا نہ آیا کہ اس گرمی کے موسم مین بغیر پانی کے ان کی کیسی گزرے گی ۔ یہ اہل بیت رسول مقبول ہین ۔ اگر ان کے ساتھہ دنیا مین پانی کا مضائقہ کیا جائیگا تو آخرت مین حوض کوثر پر ساقی کوثر اور شفیع روز محشر کو کس طرح منہ دکھانا ہوگا ۔

خیر ۔ یہ ساتوین تاریخ کا ذکر ہے ۔ وہ دن تو جون تون گزر گیا ۔ پچھلے دن کا بچا کھچا پانی بچون کو پلاکر اون کی تسکین کردی گئی ۔ لیکن بڑے بوڑھے سب پیاسے رہے ۔

آٹھوین تاریخ حضرت کے ہمراہیون کا حال پیاس کی شدت سے اس درجہ کو پہونچا کہ زبان اور حلق سوکھہ جانے کی وجہ سے منہ سے بات نہین نکلتی تھی ۔ صرف اشارون سے کام لیتے تھے ۔ اور تیمم سے نماز ادا کرتے تھے ۔

ایسے حال مین عبداللہ ابن حصین نے پکار کر کہا کہ "اے حسین! دیکھو تو نہر فرات کا پانی کیسی لہرین لے رہا ہے۔ مگر تم کو ایک بوند نہین مل سکتی" حضرت کو یہ بے ادبی اوس کی بُری معلوم ہوئی۔ بارگاہ کبریائی مین عرض کیا کہ "خداوندا! تو اس کو پیاس کا مزہ چکھا دے" اوسی وقت اوس کو پیاس لگی۔ ہر چند پانی پیتا تھا لیکن پیاس کم نہوتی تھی۔ گویا مرض استسقا ہو گیا۔ آخر اوس کا پیٹ پھٹ گیا اور "پانی پانی" کرتا ہوا مر گیا۔

جبکہ اہل بیت پر پیاس کا غلبہ زیادہ ہوا۔ اور حرم محترم سے بچون کا شور اوٹھا تو حضرت نے اپنے بھائی علی عباس سے فرمایا "کہ نہر پر جا کر جس طرح بنے تھوڑا سا پانی لاو تو بچون کی جان بچے"

علی عباس بموجب حکم حضرت کے تیس آدمی ساتھ لیکر نہر کی طرف چلے تو محافظ نہر عمر ابن حجاج نے اون کو روکا۔ ہلال بن نافع نے آگے بڑھ کر کہا۔ ای ابن حجاج! افسوس ہے کہ تجھے شرم نہین آتی۔ جن کا کلمہ پڑھتا ہے اور جن سے شفاعت کی امید رکھتا ہے اون کے اہل بیت کو پانی لینے سی منع کرتا ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ مین کیا کرون عمر ابن سعد کا حکم ہی ایسا ہے۔

علی عباس آگے بڑہے اور ایک ہی حملہ مین اوس فوج کو جو نہر کی محافظ تھی پراگندہ کر دیا۔ پھر اپنے لوگون کو نہر پر لے جا کر مشکون مین پانی بھروا لیا۔ جب پلٹنے لگے تو پھر وہ فوج آڑے آئی اور ایک سخت لڑائی ہوئی جس مین

طرفین کے لوگ زخمی ہوئے ۔ مگر علی ابن عباس نے اون کو شکست دی ۔ اور بڑی جرات اور استقلال کے ساتھہ پانی لیکر واپس آئے ۔

اوس وقت بچون کی خوشی اور اون کی کیفیت دیکھنے کے لائق تھی ۔ اون کے حق مین اوس دن گویا عید تھی ۔ ان معصومون کو کیا معلوم تھا کہ آج یہ پانی تلوارون کی چھاؤن مین نظر آیا ہے ۔ کل اس کے بدلے مین خون دیکھنا پڑے گا ۔ وہ پانی اب کتنا تھا ؟ اندر باہر ہاتھون ہاتھہ دو دو گھونٹ مین تمام ہو گیا ۔

یہ کیفیت دیکھہ کر حضرت نے عمر ابن سعد کو بلایا ۔ اور فرمایا کہ ہم سے لڑنا تم کو مناسب نہین ہے ۔ کیا تم نہین جانتے ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم ہمارے ساتھہ کیسا برتاؤ کرتے تھے ۔ اور ہمارے باب مین کیا فرماتے تھے ۔ ہماری محبت اور اطاعت کرنے کے لیے خدائے تعالی نے اپنے کلام مین کیسی تاکید کی ہے ؟ اور اوس کے معاوضہ مین کیسے مضبوط اقرار کے ساتھہ کیا کیا بشارتین دی ہین ۔ اگر تم کو حکومت شام کا خوف ہے تو ہمارے ساتھہ مدینہ چلو ۔ ہم تم کو بہت اچھا مکان بنوا دینگے ۔ اور زراعت کے لیے کچھہ زمین معافی دیدینگے ۔ دنیا کا معاوضہ تو یون پورا کیا جائے گا ۔ اور آیندہ آخرت مین ہمارے نانا کی خوشنودی تمہاری بخشایش کا بڑا ذریعہ ہو گی" ۔

مگر وہ بدنصیب راضی نہوا اور کہا ۔ مجھے امیر شام کی جانب سے اطمینان نہین ہے ۔ اگر مین آپ کی طرف ہو جاؤن گا تو میرا گھر تاراج اور میرے

بال بچے محتاج ہو جاینگے ۔ اس کے قطع نظر امیر شام نے میرے ساتھ کیا برائی کی ہے ۔ جو مین اوس کی اطاعت سے منحرف ہو جاؤن ۔ اب تو اوس نے مجھے رے کی حکومت دی ہے ۔ اور آیندہ اوس سے بہت کچھ امید ہے ۔ حضرت نے فرمایا ۔ ’’ رے کی حکومت پر تم کو نازان نہونا چاہیے ۔ تمہاری قسمت مین وہان کا ایک دانہ جو بھی نہین ہے ۔ مفت مین تمہاری جان جاتی رہیگی ۔ ‘‘

یہ حضرت کی پیشین گوئی تھی ۔ مگر اوس نے نہ سمجھا ۔ حضرت نے غور کیا کہ جیسا اس کا باپ قطعی جہنمی تھا ۔ ویسا ہی یہ قطعی جہنمی ہے ۔ ہماری پند و نصیحت اس کے دل پر اثر نہین کرتی ۔ اور بموجب اس آیت کے کہ ’’ انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء ‘‘ (تو جس کو چاہتا ہے اوس کو ہدایت نہین کر سکتا مگر خدا جس کو چاہتا ہے اوس کو ہدایت کرتا ہے) جبکہ خدا ہی کو اس کی ہدایت منظور نہین ہے تو ہمارے سمجھانے سے کیا ہوتا ہے ۔

آپ نے اوس کو رخصت کر دیا ۔ دوسرے روز صبح کو نوین تاریخ کوفہ سے اور فوج آئی ۔ اس فوج مین زیر کمان شمر ذی الجوشن کے پانچ ہزار سوار ۔ اور عمر قیس کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ اور قیس خنظلہ کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ اور نظر ابن غنامی کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ اور حجاج حرار کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ اور یزید ابن کلب کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ جملہ پندرہ ہزار سوارون کی فوج تھی ۔ اس کے علاوہ وہ چار ہزار سوار مین جو زیر کمان حصین ابن نمیر تمیمی کے قادسیہ مین اوترے تھے ۔

اب کربلا کے میدان مین حضرت امام حسین کے مقابلہ کے واسطے بیالیس ہزار سوار اور پیادے من حیث المجموع موجود ہوگئے . دیکھنا چاہیے کہ اتنی فوج کے مقابلہ مین ستّر بہتر آدمی اور وہ بہی بےسازوسامان . بلکہ یون کہئے کہ بہوکے پیاسے کس طرح کام دے سکینگے . اور امام حسین کو کیونکر بچا ئینگے . غضب کی بات ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کو اپنے باغ کا پہول فرمایا ہے تو کل خاندان نبوت ایک گلزار ہی ہوا . جب ایسے باغ کے پایمال کرنے کو اتنے لوگ جمع ہوئے ہین تو جس کا یہ باغ ہے اوسکا دل کیا کہتا ہوگا . خداوندا! تو رحم کر . اگر ہمارے پیغمبر رحمۃ للعالمین نہوتے تو پہر دیکہتے کہ زمین کربلا پر کس قیامت کی بلا نازل ہوتی . اور سلطنت شام پر کیسا اندہیرا چہا جاتا .

شمر کے ساتہہ ابن زیاد کا ایک خط بہی تہا جس مین عمر ابن سعد کو لکہا تہا کہ "مین نے سنا ہے کہ تم حسین سے تخلیہ مین صلاح ومشورت کرتے ہو . اور اون کے ساتہہ دوستی رکہتے ہو . اگر یہ بات سچ ہے اور تم کو حسین سے لڑنا منظور نہین ہے تو تم اپنی خرابی پر راضی ہوجاؤ . اور یاد رکہو کہ بہت جلد تمہارا فیصلہ کیا جائیگا." اور شمر کو زبانی سمجہا دیا تہا کہ اگر عمر ابن سعد کی طرف سے ذرا بہی اس مہم کی انجام دہی مین سستی پائی جائے تو تم خود اوس لڑائی کا سرانجام کردو . اور عمر ابن سعد کو بہی قتل کر ڈالو .

اس خط نے عمر ابن سعد کے دل کے ساتہہ وہ کیا جو آگ کے ساتہہ تیل کرتا ہے . فوراً یورش کا حکم دیدیا .

جبکہ فوج نے میدان مین آگہیرا جایا ہے اوس وقت دن ڈہل گیا تہا .

نوین تاریخ محرم کی تھی ۔ حرم سرا مین پانی کی پکار پڑ رہی ہے ۔ چھوٹے چھوٹے بچے پانی پانی کر رہے ہین ۔ باہر دیکھو تو فوج کھڑی ہے ۔ اب ہلّہ ہوا چاہتا ہے ۔ پانی کا ملنا تو در کنار خود جانون پر بن گئی ہے ۔

جس وقت میدان مین فوج کا شور بلند ہوا اور حرم سرا مین خبر پہونچی کہ اب ان سب کو قتل کرنے کے لیے فوج آگئی تو مارے دہشت کے عورتون کا جگر پانی پانی ہوگیا ۔ بچے سہم کر رہ گئے ۔ اب کوئی پانی نہین مانگتا ۔ مائین دوڑ دوڑ کر اپنے اپنے بچون کو بی بی زینب کے دامن مین چھپاتی جاتی ہین اور خود تھر تھر کانپ رہی ہین ۔ یہ ایک معمولی بات تھی کہ کنبے مین کسی بچہ کی مان مرجاتی تھی تو اوس کا بچہ بی بی زینب کے حوالہ ہوتا تھا ۔ ایسے بچون کی پرورش اور پرداخت وہ خود کیا کرتی تھین ۔ اسی طریقہ پر اب بھی وہ تمام بچے بی بی زینب کی گود مین ڈال دیئے گئے جن کی ماؤن کو یقین ہوگیا تھا کہ وہ مرجائین گی ۔

بی بی زینب کا یہ حال ہے کہ وہ خود ایک سکتے کے عالم مین حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہین کہ امام حسین سے جیسے بھائی اور اون کے ساتھ اور آٹھ نو بھائی چار پانچ بھتیجے ۔ اور خود اپنے دونون بیٹے ۔ یعنے کل خاندان کے لوگ کیسی مصیبت اور بلا مین گرفتار ہین ۔ ہزارون کی فوج ان کے قتل پر تلی ہوئی ہے ۔ آخر اس کا انجام کیا ہوگا ۔ حرم سرا کی عورتون کا ایسا برا حال ہے کہ بیان نہین کیا جاتا ۔ دراصل عورتون کی خلقت مین خود جرأت اور استقلال نہین ہوتا ۔ ذرا سی بات مین گھبرا جاتی ہین ۔ اوس پر اس قسم کی آفت

اور ایسا ہنگامہ کہ جس مین بڑے بڑے شیر دل بہادر سپاہیون کے چھکے چھوٹ جاتے ہین۔ ایسی حالت مین اون بیچاریون کے دل سے پوچھا چاہیے جنھون نے اپنے گھر والون کے سوا کسی دوسرے کی آواز تک نہ سنی ہو۔ مگر کرتے کیا۔ ان کی تقدیر مین ایسا ہی لکھا تھا۔

حضرت نے دیکھا کہ یہ لوگ بالکل آمادہ جنگ ہین تو آپ نے علی عباس کی زبانی اون کو کہلا بھیجا کہ "تم لوگ ہم سے کیون لڑتے ہو؟ ہم کچھ لڑنے کو نہین آئے ہین۔ بلکہ تمہارے بلانے پر آئے ہین۔ اگر تم کو ہمارا آنا گوارا نہو تو ہم یہین سے پلٹ جاتے ہین۔ ہم کو کوفہ سے کوئی سروکار نہین ہے۔"

یہ بات سنکر شمر نے کہا۔ "ہم کچھ نہین سنتے۔ اگر حسین یزید کی بیعت کرین تو بہتر ہے۔ نہین تو ہم بزور شمشیر بیعت لینگے۔ اس مین چاہے کچھ ہو"

علی عباس پلٹ کر آئے اور حقیقت حال حضرت سے عرض کی۔ اسپر حضرت نے پھر کہلا بھیجا کہ "آج روز پنجشنبہ ہے۔ آج کی شب جمعہ ہماری عمر کی آخری شب ہے۔ ہم چاہتے ہین کہ آج کی رات خدا کی عبادت مین گزار دین۔ کل صبح کو تمہین اختیار ہے۔ چاہو لڑو چاہو ہم کو چھوڑ دو"

عمر ابن سعد نے افسران فوج سے اس باب شوری کیا کہ آج کی مہلت دینا مناسب ہے یا نہین۔ شمر نے ترش رو ہو کر کہا۔ تم کو اختیار ہے۔ مین کچھ رائے نہین دے سکتا۔ عمر ابن حجاج نے کہا۔ دستور ہے کہ اگر کوئی کافر مہلت مانگتا ہے تو منظور کی جاتی ہے۔ یہ تو ہمارے پیغمبر کے رشتہ دار ہین۔ ان کے لیے ایک دن کی بھی مہلت نہ دینا قرین انصاف نہین ہے۔

آخر کچھ تو ان کے حق مین رعایت کرنی چاہیے ۔ دوسرے نے کہا ۔ اجی ! ایک دن کہان ۔ اب تو شام ہو گئی ۔ صرف رات ہی تو بیچ مین ہے ۔ کل صبح پر یہ معاملہ اوٹھا رکھا جائے تو کیا ہرج ہے ۔ تیسرے نے کہا ۔ مہلت کی ضرورت ہی کیا ہے ۔ ہم تو لڑنے کو تیار ہین ۔ یہ سب جان چرانی کی باتین ہین ۔

غرض تقریر کو طول ہوا اور آخر مین کج بحثی ہونے لگی تو عام لشکری پکار اوٹھے کہ عجب بے دین لوگ ہین ۔ کہ اپنے پیغمبر کی اولاد اور دنیا مین سب سے بہتر شخص کے تو قتل کا ارادہ رکھتے ہین اور اون کو ایک رات کی بھی مہلت نہین دیتے ۔ گویا بڑا ثواب کماتے ہین ۔

عمر ابن سعد کو خیال ہوا کہ مبادا لشکر بیدل ہو کر کوئی اور صورت پیدا ہو جائے ۔ چار ناچار اوس روز کی مہلت منظور کی ۔ اور فوج کو ہٹا لیا ۔

شام کو بعد نماز مغرب کے حضرت نے اپنے کل اصحاب باوقار اور اقربائے نامدار کو حاضر رہنے کا حکم دیا ۔

امام زین العابدین فرماتے ہین کہ مین اوس وقت بخار کی حالت مین تھا ۔ بڑی مشکل سے اوس مجلس مین پہونچا ۔ دیکھا تو حضرت منبر پر کھڑے ہین ۔ بعد حمد و نعت کے ارشاد فرماتے ہین کہ " مین نے کسی صحابی کو اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور کسی دوست کو ان سے زیادہ غمگسار نہین دیکھا ۔ اور نہ کسی خاندان کو اپنے خاندان سے زیادہ ہمدرد اور جان نثار پایا ۔ مین اوس کا شکریہ ادا کرتا ہون ۔ اور خدا سے امید رکھتا ہون کہ

وہ تم کو اس خیر خواہی اور جان نثاری کی جزائے خیر دے ۔ صاحبو! مین دیکھتا ہون کہ آج کی رات کے بعد میرے لیے کوئی صورت مخلصی کی نہین ہے ۔ اور نہ ان لوگون سے کسی قسم کی مروت اور انصاف کی امید کی جا سکتی ہے ۔ ایسی حالت مین مین مناسب نہین سمجھتا کہ میرے ساتھ تم کو بھی کسی مصیبت مین مبتلا دیکھون ۔ مین ہرگز نہین چاہتا کہ زمانہ ایسے پاک نفس اور خدا پرست لوگون سے خالی ہو جائے ۔ ،،

(یہان تک بات پہونچی تھی کہ ایک شخص مالک ابن نضر نے اوٹھ کر عرض کیا ،، خداوند مین بال بچے والا ہون ۔ اور قرضدار بھی ہون ۔ مجھے اجازت دیجیے ۔ ،، حضرت نے حکم دیا کہ اوس کو ایک اونٹ تیار کر کے دیدو کہ وہ راتون رات یہان سے نکل کر اپنے گھر پہونچ جائے ۔ پھر حضرت نے اپنی تقریر کا سلسلہ چھیڑا)

،، یہ رات کا اندھیرا تمھاری پردہ داری کے لیے کافی ہے ۔ جبکہ مین یہان موجود رہون گا تو تمھارا کوئی خیال بھی نہ کرے گا ۔ تم شوق سے اپنے وطن کو چلے جاو ۔ مین تم کو دل سے رخصت کرتا ہون ۔ اور چلتے ہوئے میرے متعلقین کو بھی ساتھ لیتے جاو ۔ ،،

حضرت نے اپنی تقریر کو ختم کیا تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم ایسے نازک وقت مین آپ کو تنہا نہین چھوڑ سکتے ۔ آپ کے بعد ہم زندہ رہنا ہرگز نہین چاہتے ۔ خدا ہم کو وہ وقت نہ دکھائے ۔ پہلے ہماری جان آپ پر نثار ہو گی ۔ یہ تو ایک دفعہ کا مرنا ہے ۔ ہماری آرزو تو یہ ہے کہ ہزار مرتبہ

آپ پر جان قربان کرین۔ زندہ ہوتے جائین اور جان دیتے جائین۔ جب تک ہمارے تن مین ایک رمق بہر بہی جان باقی رہیگی ہم سپر بنکر آپ کی حفاظت کرینگے۔ اور جب تک ہمارے دست و بازو مین ایک بال کے برابر بہی قوت رہیگی ہم آپ کی تلوار کا کام دینگے۔ اور جب ہماری جان جاتی رہیگی تب ہم سمجہینگے کہ آپ کی غلامی کا حق ادا ہوا۔ ”

اس کے جواب مین حضرت نے فرمایا: “مرحبا۔ جزاکم اللہ۔ جب تمہارا ایسا ارادہ ہے تو بہت مبارک ہے۔ کل صبح کو میدان جنگ مین جا کر شجاعت کے جوہر دکہانے ہونگے۔ جو شخص راہ حق پر ثابت قدم رہتا ہے خدا غیب سے اوس کی مدد کرتا ہے۔ دیکہو! جنگ بدر مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے کیسی مدد دی تہی۔ چنانچہ خود اللہ جلشانہ فرمایا ہے کہ “بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورہم ہذا یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة مسومین” (ہان اگر تم صبر کروگے اور پرہیزگار بنے رہوگے اور وہ لوگ اپنے جوش مین تم پر چڑہ آئینگے تو خدا تمہاری مدد پانچہزار نشان والے فرشتون سے کریگا) صبر و شکر اور ہمت و استقلال مین خدا نے عجب تاثیر رکہی ہے۔ جبکہ تم صبر و شکر کے عادی اور ہمت و استقلال کے پابند ہو تو سب مشکلین آسان ہو جائینگی۔ ”

دربار برخاست ہوا اور حضرت خلوت مین تشریف لے گئے۔ اس تقریر نے سامعین کے دلون مین جو خیالات اور ولولے پیدا کر دئیے اون کو وہی لوگ اچہی طرح سے بیان کرینگے جن کو ایسی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ ہم کو

تو قسمت نے کبھی ایسا موقع ہی نہین دیا ۔ ہم اوس کی کیفیت کیونکر بیان کر سکتے ہین ؟ ہان بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جانبازان صداقت شعار شجاعت کے نشہ مین سرشار ہین ۔ جو چہرے ابھی ابھی بھوکھ پیاس کی شدت سے زرد ہو رہے تھے دم کے دم مین سرخ بھبوکا بن گئے ہین ۔ طبیعت کا جوش سنبھالے نہین سنبھلتا ہے ۔ ہونٹھون تک بات آ آ کر رہجاتی ہے ۔ اس کا سبب اور کچھ نہین صرف ایک متانت ہے کہ زبان پکڑے لیتی ہے ۔ جو لوگ متین اور مستقل مزاج ہوتے ہین اون کے دل مین کسی بات کا یکایک جوش نہین آتا ۔ اور جب آجاتا ہے تو پھر اوس کا ضبط دشوار ہو جاتا ہے ۔ بے چین طبیعتین آخر کو اوبل پڑین ۔ اور باہم یون گفتگو ہونے لگی ۔ ایک نے کہا ۔ ”کیا مزہ ہو اگر میری تلوار کے قبضہ مین سے دشمنون کے خون کی دہار لگ جائے“ ۔ دوسرا ۔ ”میرے نیزے کی انی پر مخالف ایسا نظر آتا ہوگا جیسے نشان پر پھریرا لٹکتا ہے“ ۔ تیسرا ۔ ”انشاء اللہ کل میدان جنگ مین دیکھہ لینا کہ پرے کا پرا سامنے سے یون بھاگتا ہوگا گویا چیتے کے آگے ہرنون کی ڈار ہے“ ۔ چوتھا ۔ ”جب ہی مجھے سپاہی کہنا کہ فوج کے اندر اس طرح گھس جاؤن جس طرح دشمن کے دل مین خوف گھس جاتا ہے“ ۔ پانچوان ۔ ”اصل یہ ہے کہ حق کا حامی خدا ہوتا ہے ۔ ہم حق پر ہین ہم کو کیا ڈر ہے ۔ مرینگے تو بہشت مین جائینگے ۔ حورین پائینگے ۔ جیتے رہینگے تو نیکنامی کمائینگے ۔ اہل بیت رسول کے مددگار کہلائینگے ۔ بھلا امام حسین کی رفاقت کہین خالی جاتی ہے ؟ ہمارے تو دونون ہاتھہ لڈو ہین ۔ دنیا مین بھی اچھے ۔

آخرت مین بھی اچھے۔" چھٹا۔ "جناب! ہم کو تو نہ بہشت کی خواہش ہے نہ حورون سے مطلب نہ نیکنامی سے غرض۔ یہ سب باتین خود غرضی کی ہین۔ ہم کو صرف اپنے پیغمبر کی خوشنودی منظور ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ ہمارے پیغمبر کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے۔ کفر کے اندھے کنوئین سے نکال کر ایمان کی روشنی مین لائے۔ جہالت کے جنگل سے اوٹھا کر اسلام کی شایستہ محفل مین بٹھایا۔ پھر اگر ہم اون کے خاندان کے اڑے وقت کام آئے اور اون کے فرزند کے لیے دو بوند لہو ٹپکایا تو کیا بڑا کام ہوا۔ ساتوان۔ "لاریب۔ بانی اسلام کا حق ہم پر اتنا ہے کہ اگر ہم ہزار بار اون کے نام پر اپنی جان تصدق کر دین تو بھی ادا نہین ہو سکتا۔ کل جنگ مین مارا جانا تو کس شمار مین ہے۔ جو آدمی پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوتا ہے وہ ضرور مرنے والا ہے۔ چارپائی پر پڑ کر مر جانے سے میدان جنگ مین مرنا کیا برا ہے۔ آخر مرنا ہے ووُن نہ مرے یون مرے۔ بلکہ مردون کے لیے تلوار کے منہ پر مرنا تو باعث فخر ہے۔ آٹھوان۔ "اجی دیکھو تو سہی! کل میدان مین کیا تماشا ہوتا ہے۔ بھوکے شیر کو آپ نے دیکھا ہوگا۔ کس طرح شکار پر جھپٹتا ہے؟ کیا ہماری بھوکھ پیاس کچھ بھی کام نہ آئیگی؟ وہ تو یہ کہیے کہ حضرت کی اطاعت کا قلادہ ہماری گردن مین پڑا ہوا ہے۔ نہین تو آج ہی شام تک ایک کی بھی صورت نظر نہ آتی۔ کل کی کون کہے۔" نوان۔ "بھائی! تم بڑے جلد باز ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری رگون مین بجائے خون کے بجلی دوڑتی ہے۔" دسوان۔ "واہ کیا خوب کہا۔ ان کے خاندان کا لقب تو خود "بجلی" ہے

اگر ان کی رگون مین بھی بجلی ہو تو کیا عجب ہے" ۔ ،، گیارہوان ۔ "واہ بھئی واہ تم نے تو تجلّی سے بجلی کو خوب ملا دیا ۔ کہ ہر ہندی لفظ اور کہان عربی لقب ۔ آپ کی تُک بندی کے بھی قربان جائیے" ۔ اب ہنسی مین بات اوڑ گئی ۔

ابو مخنف نے امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت خلوت مین تشریف رکھتے تھے میری پھوپی بی بی زینب میرے پاس بیٹھی ہاتھ پانون داب رہی تھین ۔ اتنے مین حضرت کی زبان سے دو تین بار یہ اشعار رسائی دیتے کہ "یا دہر اف لک من خلیل ۔ کم لک بالاشراق والاصیل ۔ من صاحب او طالب قتیل ۔ والدہر لا یقنع بالبدیل ۔ وانما الامر الی الجلیل ۔ وکل حی سالک سبیل ۔ ٭ مین اس کا مطلب سمجھ گیا اور رونا آیا تو بڑی مشکل سے روکا ۔ لیکن چونکہ اس مضمون مین سراپا مایوسی تھی میری پھوپی ضبط نکر سکین ۔ بے اختیار روتی ہوئی حضرت کے خیمہ مین دوڑ پڑین ۔ اور کہا "واثکلاہ ! لیت الموت اعدمنی الحیوۃ کاش ! مین پیشتر ہی مر گئی ہوتی ۔ ای خلیفہ ماضی و حال ۔ ای مقبول بارگاہ ذو الجلال ۔ آج میری مان فاطمہ زہرا مر گئین ۔ آج میرے باپ علی مرتضی

ترجمہ ٭ اے روزگار ! حیف ہے کہ تیرے کتنے دوست صبح و شام پیوند زمین ہوتے چلے جاتے ہین اور تو اون کی کچھ رعایت نہین کرتا ۔ ہان ! ہر ایک کام خدا کی طرف سے ہے ۔ اور ہر ایک جاندار اسی راستہ پر چلنے والا ہے ۔ منہ ۔

اور میرے بہائی حسن مجتبیٰ شہید ہوئے ۔ گویا سب کے سب آج ہی مر گئے ۔ مین کیون نہین مر گئی ۔ مین تمہاری مصیبت ۔ تمہاری بیکسی اور تمہاری مظلومی نہین دیکھہ سکتی ۔ ہائے ! کیا مین اسی لیے جیتی رہی کہ تمہارا یہ حال دیکھون ؟ مین کہان تک روؤن اور کس کس کو روؤن ۔ ہائے ! مین کیا کرون ؟ کس سے کہون ؟ کون سننے والا ہے خداوندا ! تو ہی سننے والا ہے ۔ میری فریاد سن لے ۔ حسین کے بدلہ مین میری جان جان لے لے ،، اتنا کہا تھا کہ دل کی آگ بھڑک کر دماغ تک پہونچی اور بیہوش کر دی

بی بی زینب کی یہ فریاد و زاری کوئی معمولی بات نہ تھی جو کسی سننے والے کا دل [illegible] مین [illegible] دیتی ۔ ان کا صبر اور ان کا استقلال خود کہے دیتا تھا کہ ان کا دل صدمے سہتے سہتے پتھر کا ہو گیا ہی ۔ مگر یہ صدمہ ایسا پڑا کہ وہ پتھر بہی پانی ہو کر بہ گیا ۔ اب اوس آگ کو خیال کرنا چاہیے کہ جس نے پتھر کو گلا کر پانی کر دیا ہوگا ۔ اس آگ کی تپش کیا ممکن ہے جو کسی کے دل کو لگی اور وہ نہ جلے ۔ حضرت نے جو انکی یہ حالت دیکھی تو دل تڑپ گیا ۔ مگر بڑی ضبط و استقلال سے تہام کر فرمایا ۔ ،، بہن ! خدا کے لیے بس کرو ۔ تمہارے رونے سے کلیجا منہ کو آتا ہی ۔ تم اہل بیت رسول ہو ۔ تمہارے لیے ہر مصیبت مین صبر و شکر ایک عادتی اور موروثی امر ہی ۔ دیکھو تمہاری مان اور تمہارے باپ اور تمہارے بہائی پر اور خود تمہارے نانا جناب رسول خدا پر کیسی کیسی مصیبتین پڑی ہین ۔ تم کو خوب معلوم ہی کہ اونہون نے باوجود قدرت کے کسی سے بدلہ نہین لیا ۔ اور صبر و شکر کے ساتھہ زندگی کے دن پورے کر دیے اگر وہ چاہتے تو زمین و آسمان ہلا دیتے ۔ مگر نہین ۔ اونہون نے وہی کیا جس مین خدا کی خوشی تہی ۔ اب تم بہی اون کی پیروی کرو ۔ جو جو مصیبتین آنے والی ہین اون کو صبر و شکر کے اور ہمت و استقلال کے ساتھہ اوٹھاو ۔ دنیا گزشتنی و گزاشتنی ہی

جو چیز پیدا ہوئی ہے یا پیدا ہوگی وہ بالضرور فنا ہونے والی ہے ۔ ایک صرف خدا کی ذات ہے جو ہمیشہ باقی رہیگی ۔ تم جانتے ہو کہ ہماری مان باپ بھائی ہم سے اچھے تھے وہ بھی تو دنیا مین نہین رہے ۔ پھر ہم اگر دنیا سے اوٹھہ گئے تو کون تعجب کی بات ہے ۔ تمکو قسم ہے اوسی زندہ جاوید کی جسکے قبضہ قدرت مین کل مخلوقات کی جان ہے ۔ اسطرح کا شور و شین میرے بعد نکرنا ۔ تمہارا ہر ایک فعل مسلمانون کے لیے دستور العمل ہے ۔ اسلیے تمہارا ہر ایک فعل قرآن اور حدیث کے موافق ہونا چاہیے ۔ تاکہ لوگ وہی چال چلین ۔

پھر حضرت نے اون کا ہاتھ پکڑ کے امام زین العابدین کے پاس چھوڑا ۔ اور باہر نکل کر حکم دیا کہ خیمے نزدیک نصب کرو ۔ اور رسیان ایک سے ایک ملاکر مضبوط باندھ دو ۔ تاکہ دشمنون کو بلوہ کرنے موقع نہ ملے ۔

جب اسکام سے فراغت ملی تو سبکے سب جانمازین بچھاکر عبادت الہی مین مشغول ہو گئے یہان تو وہ رات تسبیح و تہلیل مین گزری ۔ اودہر عمر ابن سعد کے حکم سے سپاہ شام کے چوکیدارون کو ان کے خیمون کے اطراف گشت کرنے مین بسر ہوئی ۔ یعنی وہ اپنے زعم مین ان کو اپنی حراست مین لیے ہوئے تھے ۔

نوان باب

تیغین کھچی ہین بادشہ کائنات پر
لڑتی ہی فوج شام کی نہر فرات پر

رات کے چار بج گئے ہین ۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے ۔ اس وقت آسمان کا سمان عجب لطف دے رہا ہے ۔ سیاہی مائل نیلے رنگ مین تارون کا جھلملانا ایسا نظر آتا ہے گویا کسی ماہ وش کے آسمانی دوپٹے مین روپہلی گل بوٹے بنے ہوئے ہین ۔ زمانہ ایک حالت سکون مین ہے ۔ اگرچہ رات کی تاریکی اور خاموشی اب کم ہو چلی ہے ۔ دنیا کے کام دہندے والے کہین کہین ادہر ادہر چلتے پہرتے دکھائی دیتے ہین ۔ مگر پرندے بہی نہین بولتے ۔ درختون کی ٹہنیون پر خاموش بیٹھے ہین ۔ البتہ مسجدون مین اور مندرون مین کچھ کچھ آواز سنائی دیتی ہے ۔ کہین موذن اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ مارتا ہے ۔ کسی جگہ ناقوس بجتا ہے ۔ اب صبح ہوا چاہتی ہے ۔ دیکھین یہ صبح کیسی ہوتی ہے اور کیا کیا کام کرنے پڑتے ہین ۔ آؤ ! ذرا چل کر کربلا کی

جنگل کی کیفیت دیکھین ۔ ہمارے خاص واقعہ نگار نے ہم کو خبر دی ہے کہ وہان گورنمنٹ شام کا لشکر اوترا ہے ۔ افوہ ! کتنی بہت فوج ہے ۔ دریائے فرات کے دونون کنارون کو گھیر لیا ہے ۔ کف دست میدان مین جہان تک نگاہ کام دیتی ہے سپاہی ہی نظر آتے ہین ۔ بیالیس ہزار کی تعداد جو بتلائی گئی ہے ۔ بے شک اوتنی ہی ہوگی ۔ بیچ مین ندی بہ رہی ہے ۔ اوس کا پانی لہرین لیتا ہے ۔ اپنی مستانہ چال مین بہت ہی سہولت کے ساتھہ دونون کنارون سے دامن سمیٹتا ہوا چلا جا رہا ہے ۔ ایک طرف ذرا فاصلہ پر ایک چھوٹی سی جماعت ٹھیری ہے ۔ یہی مدینہ کا قافلہ ہے ۔ جس کے قتل و غارت کرنے کو اتنی بڑی بھاری فوج آئی ہے ۔ کیا یہ قافلہ اس انبوہ کثیر سے سر بر ہو سکیگا ؟ کیا یہ لوگ صحیح و سلامت اپنے وطن کو پہونچینگے ؟ ای میرے پیارے ناظرین ! اس کا جواب تم دو ۔ ہماری عقل تو کچھ کام نہین کرتی ۔

مسافران دشت کربلا ساری رات تسبیح و تہلیل مین بسر کر کی نماز صبح کی تیاری مین مصروف ہین ۔ نماز کی تیاری کیسی ؟ وضو کرنے کو تو پانی ہی نہین ہے ۔ صرف تیمم کر کے مصلے بچھا بچھا کر رو بہ قبلہ یاد الہی مین بیٹھے ہین ۔ دیکھو تو ! کیسے نورانی چہرے ہین ۔ جوانون پر کیسا حسن برس رہا ہے ۔ خدا کی قدرت کا تماشا لائق دید ہے ۔ پیشانیون سے آثار سعادت ظاہر ہین ۔ بڑی بڑی سیاہ متوالی آنکھون مین مروت اور شجاعت کوٹ کوٹ کر بھری ہے ۔ گورے گورے رخسار گلاب کے پھول کو شرماتے ہین ۔ مگر کملائی ہوئی ہین ۔ اس کا سبب پانی کی کشش ہے ۔ بوڑھون کی صورت پر صبح صادق نثار ہو رہی ہے

اون کی سفید سفید ڈاڑھیان آفتاب کے اوترتے وقت کی کرنون کا جلوہ دکھاتی ہین ۔ سب کے سب خداپرست اور خدادوست ہین ۔ گویا وہ سب ایک تسبیح کے دانے ہین جن کو قدرت نے ایک ہی رشتۂ الفت مین پرودیا ہے

اب یہ جماعت نماز سے فارغ ہوگئی ۔ جانمازین تہ کرکے آپس مین گلے مل مل کر ایک ایک سے بولا چالا معاف کرا رہے ہین ۔ اتنے مین دن نکل آیا ۔ شام کے لشکر مین ہل چل پڑگئی ۔ سپاہی کمرین باندھ باندھ کر اور ہتھیار لگا لگا کر تیار ہونے لگے ۔

کہتے ہین کہ قیامت محرم کی دسوین تاریخ ہوگی اور روز جمعہ کا ہوگا ۔ آج اوس کا نمونہ نظر آرہا ہے ۔ تاریخ بھی محرم کی دسوین ہے ۔ اور روز بھی جمعہ کا ہے ۔ کربلا کے مسافرون پر وہ مصیبت ہے کہ جس کا بیان نہین ہوسکتا ۔ آج تیسرا دن ہے کسی کو پانی نہین ملا ۔ حالانکہ لب نہر اوترے ہین ۔ جو بات تعجب کی ضرب المثل تھی کہ ” دریا مین پیاسے “ وہ مثال ان پر صادق آگئی ۔

سپہ سالار فوج نے پانچ سو سوارون کا پہرہ نہر پر بٹھادیا ہے کہ خبردار ! کربلا کے مسافر پانی لینے نہ پائین ۔ جو کوئی نہر پر آئے اوس کو وہین ٹھنڈا کردو ۔

یہ لوگ سب کے سب بھوکے اور پیاسے ہین ۔ گرمی کی بے انتہا شدت ہے ۔ پیاس کے مارے ہونٹھ منہ سوکھ گئے ہین ۔ اس وقت اون کی حالت کیسی تھی ؟ ہم کچھ نہین کہہ سکتے اوس کا اندازہ تو وہی لوگ

خوب کر سکینگے جنکو فلٹرون مین چہنا ہوا اور برف سے ٹہنڈا کیا ہوا پانی گلاب اور کیوڑا ڈال کر پینے کو ملتا ہے اور پہر بہی گرمیون کے موسم مین اون کی تشنگی رفع نہین ہوتی ۔ حریم اہل بیت رسول مین ایک کہرام مچا ہوا ہے ۔ ان سمجہ بچے پانی کو ترس ترس کر نڈہال ہو رہے ہین ۔ کوئی بیہوش پڑا ہے کوئی سسک رہا ہے ۔ مائین اون کو گلے لگا لگا کر رو رہی ہین ۔ اور آسمان کی طرف ہاتہہ اوٹہا اوٹہا کر دعائین مانگ رہی ہین کہ ،، خداوندا ! اگر زمین کا پانی ہمارے لیے بند ہو گیا ہے تو آسمان سے برسا دے تجہے سب طرح کی قدرت ہے ۔ ،،

علی اوسط امام زین العابدین کا بخار سے بُرا حال ہے ۔ ضعف بڑہ گیا ہے ۔ گہڑی گہڑی غش آ رہا ہے بیہوش پڑے ہین ۔ اون کی پہوپی بی بی زینب گہبرائی ہوئی ادہر اودہر دوڑتی پہرتی ہین ۔ کچہہ بن نہین آتا ۔ اون کے دل کی کیفیت کون بتا سکتا ہے ؟ ایک مصیبت زدہ ستم رسیدہ بے کس عورت کیا کر سکتی ہے جس کے ہوش و حواس قائم نہون ۔ جس کو خود اپنی ذات کی خبر نہو وہ کسی دوسرے کی خبر کیا لے سکتا ہے ؟ عالم مسافرت مین طبیب کیسا ؟ دوا کہان ؟ پانی تک کا تو ٹہکانا نہین ۔ اور ان سب باتون پر طرہ یہ کہ اطمینان بہی نہین ۔ باہر مردون پر ایک دوسری مصیبت ہے ۔ مرنے کے سامان ہو رہے ہین ۔ تمام حشرات الارض تلوارین اور برچہیان تول تول کر ایک ایک کے قتل پر آمادہ ہو رہے ہین ۔ آنکہون مین موت پہر رہی ہے ۔ کسی کو بچنے کی امید نہین ۔

اتنے مین عمر ابن سعد فوج کو لیکر میدان مین آ پہونچا ۔ اور صف بندی کرنے لگا ۔ میمنہ پر ابن حجاج کو اور میسرہ پر شمر کو مقرر کیا ۔ سوارون کی کمان عزرہ ابن قیس کو اور پیدل کی شیث بن ربعی کو دی ۔ اپنے غلام ورید کو علم دیا ۔ جنگ کے نقارے بجنے لگے ۔ فوجی باجون سے تمام میدان گونج اوٹہا اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا ۔

حضرت امام حسین نے دیکہا کہ مخالفین بالکل جنگ پر تل گئے ہین اور اب بجز لڑنے کے گریز نہین ہے تو آپ نے بہی اپنے لوگون کو جن مین کل بتیس سوار اور چالیس پیدل تھے میدان مین نکلنے کا حکم دیا ۔ میمنہ پر زہیر ابن القین کو اور میسرہ پر حبیب ابن مظاہر کو مقرر فرمایا ۔ اور اپنے بہائی علی عباس کو علم عنایت کیا ۔ حرم سرا کے اطراف خندق جو پہلے سے کہودی گئی تہی اوس مین آگ روشن کرا دی گئی ۔

موافق فرمان حضرت کے یہ قلیل جماعت حرم سرا کو پس پشت کر کے فوج مخالف کے مقابل پرا باندہ کر کہڑی ہو گئی ۔ جب یہ سب ہو چکا تو حضرت نے بہی جناب رسول خدا کا عمامہ سر پر باندہ کر قرآن شریف کو گلے مین حمائل کیا ۔ پہر سوار ہو کر میدان مین تشریف لائے ۔ اور دونون ہاتہ اوٹہا کر یہ دعا پڑہی کہ ,, اللھم ثقتی فی کل کرب و رجائی فی کل شدۃ ،، اس کے بعد گہوڑے سے اوتر کر ناقہ پر سوار ہوئے اور فوج مخالف کے سامنے کہڑے ہو کر باواز بلند فرمایا کہ ,, ای لوگو ! مین تم کو قسم دیتا ہون ۔ سچ کہو مین کون ہون ! تم مجہے پہچانتے ہو ؟ سنو ۔ مین تمہارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسا ہون ۔ میری

مان فاطمہ زہرا رسول خدا کی بیٹی ہین ۔ میرے باپ علی مرتضیٰ ہین ۔ میرے چچا جعفر طیار اور میرے دادا امیر حمزہ ہین ۔ میرے سوا تمہارے پیغمبر کا کوئی نواسا اور کوئی اون کا جانشین دنیا مین نہین ہے ۔ تم نے سنا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا فرزند کہا ہے اور میرے حق مین بشارت دی ہے کہ مین سردار ہون جوانان اہل بہشت کا اور مین پھول ہون پیغمبر کے باغ کا ۔ اگر اس مین کچھ شک ہو تو جابر ابن عبد اللہ اور ابو سعید خدری اور سہل ابن سعد اور زید ابن ارقم اور انس ابن مالک اور دوسرے اصحاب رسول سے جو ابتک زندہ ہین پوچھ لو ۔ خدا جانتا ہے کہ جب سے مین نے ہوش سنبھالا ہے کبھی جھوٹھ نہین بولا ہے ۔ ذرا تو اپنے دل مین سوچو اور انصاف کی نظر سے دیکھو ۔ آیا تم کو مناسب ہے کہ میرے قتل پر کمر باندھو ؟ اور میرے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ہتیار اوٹھاو ؟ کیا تم کو خدا کا خوف نہین ہے ؟ اگر خدا کا خوف ہے تو کس لیے میری قتل کا ارادہ کرتے ہو ؟ اور کون سی دلیل سے میرا خون حلال جانتے ہو ؟ دوسری قومون کو دیکھو کہ وہ اپنے پیغمبرون کی اولاد کی کیسی قدر کرتی ہین اولاد تو بہت بڑی چیز ہے ۔ اگر اپنے پیغمبر کی کوئی نشانی اون کو مل جاتی ہے تو اوس کی عزت کرتے ہین اور تبرک جانتے ہین ۔

(اتنا کہہ کر ناقہ کو بٹھا دیا اور عقبۃ ابن سمعان سے فرمایا کہ اس کے زانو باندھ دو ۔ پھر اون لوگون کی طرف مخاطب ہو کر کہا)

مجھے بتاؤ کہ آیا مین نے تمہارے کسی آدمی کو جان سے مارا ہے ؟ جس کا بدلا لیا چاہتے ہو ۔ یا کسی کو زخمی کیا ہے ؟ یا کسی کا مال لوٹ لیا ہے ؟ جب کہ

ان باتون مین سے ایک بہی میرے ذمہ نہین ہے تو پہر کیا وجہ ہے جو میری جان پر اوٹھے ہو اور مجہے دق کرتے ہو ۔ خدا سے ڈرو ! اپنے پیغمبر کی شرم کرو ۔ قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دوگے ؟ پیغمبر کے سامنے کیا منہ لیکر جاوگے ؟ اور اون سے کیونکر شفاعت کی امید کروگے ؟

(سب خاموش ہین کوئی جواب نہین دیتا ۔ پہر تو حضرت نے ایک ایک کا نام لیکر پکارا ۔) اے شیث ابن ربعی ! اے حجاز ابن ابجر ! اے قیس ابن اشعث ! اے زید ابن حارث ! تم نے میرے ساتہہ اپنی عقیدت اور اپنا اخلاص جتاکر بہت ہی اصرار سے مجہے بلایا اور میری طلب مین سیکڑون خط لکہے ۔ کیا دنیا مین یہی دستور ہے ؟ کہ کسی کو مہمان بلاکر قتل کر ڈالین ۔ اور خصوص اوس شخص کو جو اپنے پیغمبر کی اولاد ہو ۔

(اونہون نے جواب دیا کہ ہم کچہ نہین جانتے ۔) آپ نے فرمایا ۔

خیر ! جو کچہ تم نے کہا ہے اور لکہا ہے اوس کو خدا تو جانتا ہے ۔ اب بہی کچہ نہین گیا ۔ اگر تم کو میرا آنا گوارا نہو تو مجہ سے کہدو ۔ مین واپس چلا جاتا ہون ۔ ناحق مجہ پر تلوار کیون اوٹہاتے ہو ۔ مین کچہ تم سے لڑنے نہین آیا ہون ۔

(قیس ابن اشعث نے کہا یزید کی بیعت کیون نہین کر لیتے ۔ ابہی یہ سب فساد مٹ جاتا ہے) حضرت نے فرمایا ۔ قسم ہے اوس پاک پروردگار کی ۔ جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہے ۔ میرا ہاتہہ ایسا نہین ہے جو کسی حاکم دنیا کے ہاتہہ مین دیا جائے ۔

(پھر آپ نے فوج کی طرف متوجہ ہوکر کہا ۔) دیکھو! جو کچھ کہنا تھا وہ مین نے کہدیا ۔ اور اپنی حجت کو تم پر تمام کر دیا ہے ۔ اب میرے ذمہ تمہارا کوئی حق نہین رہا ۔ اگر تم لوگ اپنے ارادہ سے باز نہ آوگے تو خدا تم سے راضی نہ ہوگا ۔ ''

جب حضرت نے اپنی تقریر ختم کی اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو آپ ناقہ سے اوترکر گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنی جماعت مین شریک ہوکر فوج مخالف کی طرف سے جنگ کی ابتدا ہونے کا انتظار کرنے لگے ۔ حضرت کی اس تقریر کا حُر کے دل پر بڑا اثر ہوا ۔ اوس نے عمر ابن سعد کے پاس جاکر کہا ۔ تم نے حسین کی گفتگو سنی ؟ وہ کیا کہتے ہین ۔ اوس نے کہا ۔ ہان مین نے سنا ۔ وہ ٹھیک کہتے ہین ۔ حُر بولا ۔ پھر کیون اون کی درخواست پر لحاظ نہین کیا جاتا ؟ اگر اون کی درخواست قبول کر لی جائے تو یہ فتنہ دب جائے گا ۔ عمر ابن سعد نے کہا ۔ مین کیا کرون ابن زیاد نہین مانتا ۔ وہ کوفیون کو گالیان دیتا ہے ۔ حُر بولا ۔ تو کیا اب حسین کے ساتھ لڑنا ٹھہر چکا ؟ اوس نے کہا ۔ ہان اب کچھ دیر نہین ہے ۔

حُر بے دل ہوکر وہان سے نکلا ۔ اور اپنی نسل پر آکر اپنے بھائی سے کہا کہ مین حسین سے مقابلہ کرتے ڈرتا ہون ۔ وہ ہمارے پیغمبر کے نواسے ہین ۔ اس مین پیغمبر کی ناخوشی ضرور ہوگی ۔ اور جب پیغمبر ناخوش ہونگے تو خدا کب خوش ہوگا ۔ خدا کی ناخوشی کا نتیجہ دوزخ مین جانا ہے ۔ مین تو حسین کی طرف جاتا ہون ۔ تم اپنی رائے کے مختار ہو جدھر چاہو ادھر جاؤ ۔

مصعب ابن یزید (حر کا بھائی) نے کہا۔ بہت صحیح کہتے ہو۔ مین بھی تمھارے ساتھ ہون۔ علی ابن حُر نے کہا۔ مین بھی۔

غرض یہ تینون فوج سے باہر نکلے۔ اور گھوڑون کو پانی پلانے کے بہانہ سے نہر کی طرف بڑھے۔ ان کے پیچھے ان کا غلام عزہ بھی ہو لیا۔ یہ چارون گھوڑون کو چکّر دے کر حضرت کے کیمپ مین داخل ہو گئے۔ حُر گھوڑے سے اوتر کر حضرت کے قدمون پر گر پڑا۔ اور کہا۔ ”مین بڑا قصورمند ہون۔ مین ہی آپ کو روک کر اس جنگل مین لایا اور واپس جانے نہین دیا۔ گویا مین ہی اس فساد کا بانی ہوا۔ مین نہین جانتا تھا کہ یہ لوگ سچ مچ آپ سے لڑینگے اور اپنی آخرت خراب کرینگے۔ اب یہ فرمائیے کہ خدا میری اس تقصیر کو معاف کرے گا یا نہین۔ مین توبہ کر کے آپ کی طرف رجوع ہوا ہون۔ اس گھر سے کوئی نا امید نہین پھرا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میرا قصور معاف کرینگے تو خدا بھی معاف کرے گا۔ “

حضرت نے اوس کو دعا دی اور فرمایا کہ ”توبہ کا دروازہ کھلا ہے خدا کے پاس تیری توبہ قبول ہوگی اور تو دونون جہان مین ”حُر“ یعنے آزاد رہے گا۔ سچ ہے کہ ”من یھدی اللہ فلا مضل لہ“ (جس کو خدا ہدایت کرتا ہے اوس کو کوئی گمراہ نہین کر سکتا)“

اتنی بڑی بیالیس ہزار کی فوج مین صرف ایک حُر ہی کو یہ دولت نصیب ہوئی۔ اگر اس کی تقدیر کی قسم کھائی جائے تو بجا ہے۔ ایسے نازک

وقت مین ایسی بُری صحبت مین سے بچکر نکلنا بڑے دل کا کام ہے اے خدا ! تو سب کا دل ایسا ہی کر . آمین !

اس وقت حُر کے دل کی خوشی کون بتا سکتا ہے ؟ خود اوسی سے پوچھنا چاہیے . یہ تمام ہنگامہ اوس کی نظر مین بچون کا کھیل ہو گیا . پہلے سے یہ خود بھی نامور سپاہی تھا . اب اوس پر حضرت کی بشارت نے اوس کے دل کے ساتھہ وہ کام کیا جو سونے کے ساتھہ سوہاگا کرتا ہے .

اوس نے فوج مخالف کی طرف رُخ کر کے کہا . ‘‘اے کوفیو ! تم پر خدا کی مار . تم نے یہ کیا کیا ؟ اپنے پیغمبر کے فرزند کو بُلا کر اون کے ساتھہ اپنی عقیدت کا اظہار اور جان نثاری کا اقرار کر کے جنگل مین تنہا چھوڑ دیا . نہین نہین . مین نے غلط کہا . تم خود اون سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے . اور اون کے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے . اب اون کو واپس بھی جانے نہین دیتے . گویا وہ تمہارے قیدی بن گئے . پھر اتنا ہی نہین . ارے ! یہ نہر فرات جس کا پانی دوست دشمن . مسلمان کافر . انسان حیوان سب برابر پیتے ہین . ان کے لیے اوس کو بھی بند کر دیا . ذرا تو دل مین سوچو . تین دن سے اہل بیت رسول پیاس کے مارے بیتاب اور گھونٹ بھر پانی کو محتاج ہو رہے ہین . تم اون کو پینے نہین دیتے . اس ظلم کی کوئی حد بھی ہے ؟ افسوس ! ایسی بُری کوئی قوم دنیا مین نہو گی . مین نہین کہہ سکتا کہ خدا تمہارے ساتھہ کیا سلوک کرے گا . اور قیامت کے روز تمہارا کیا حال ہو گا . ،،

حُر نے اپنی تقریر ختم کی تو شمریون نے کہا ۔ ”اے حُر! کیا تجھے حاکم کوفہ نے اس لیے بہیجا تہا کہ عین وقت پر نمک حرامی کرے؟ تجھے تو لازم تہا کہ جیسا سب کے پہلے اس مہم کے لیے مامور ہوا تہا ویسا ہی سب سے پہلے حسین کا فیصلہ کرتا ۔ نہ یہ کہ خود باغی بنکر دوسرون کو بغاوت کے لیے اغوا دیتا“ ۔

حُر نے دیکھا کہ ان لوگون کے دلون پر میری تقریر کا کچھ بھی اثر نہین ہوا! تو پلٹ کر حضرت کے پاس آگیا ۔

اس کے بعد بریر ابن حصیر نے آگے بڑھ کر کہا ۔ ”اے قوم! خدا سے ڈرو ۔ اپنے پیغمبر کی وصیت کو یاد کرو جو فرمایا ہے کہ ”انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ۔“ یہ وصیت کیا ہے؟ یہ تم پر ایک بار ہے ۔ اب تمہین کہو کہ یہ بار تمہارے سر سے کیسے اوتر سکتا ہے؟ جب تک کہ تم اون کی اولاد کے ساتھہ اپنے حسن عقیدت کا اظہار نکرو ۔ جس روز تم حوض کوثر پر اپنے پیغمبر سے ملوگے اور وہ تم سے پوچھینگے تو کیا جواب دوگے؟ کیا یہی کہوگے کہ ہم نے حسین کو بہت ہی مضبوط قول وقرار کے ساتھہ خدا کو گواہ رکھہ کر بلایا اور اون کی طلب مین سیکڑون خط لکھے ۔ جب وہ ہمارے عہد وپیمان پر اعتبار کر کے ہمارے پاس آئے تو ہم نے اون کو دشمنون کے حوالے کر دیا ۔ اور اتنا ہی نہین ۔ بلکہ ہم نے بھی اون کو اذیت پہونچانے مین دشمنون کا ساتھہ دیا ۔ ذرا تو شرماو ۔ تم نے نہ صرف اپنے پیغمبر کی وصیت کو بھلا دیا بلکہ خود اپنے عہد وپیمان کو بھی بالائے طاق رکھدیا ۔ انصاف

شرط ہے کہ جب اس ندی کے پانی پر اہل بیت رسول کا حق نہین ہے تو قیامت کے روز حوض کوثر پر تمہارا کس طرح حق ہوگا ۔ اور جب تم پیغمبر کی اہلبیت کے خلاف عمل کروگے تو اون کی شفاعت کے کیونکر مستحق ہوگے ۔"

اہل شام کے دلون پر اس تقریر سے بجائے اس کے کہ نور ایمان چمکتا اور زیادہ اندھیرا چھاگیا ۔ جس طرح ابر سیاہ چوطرف سے اومنڈ کرآتا ہے اور قطرہ افشانی کرتا ہے اوسی طرح یہ لوگ بیرپٹ کر آئے اور تیر باری کرنے لگے ۔ لہذا یہ بھی بہ مجبوری واپس آگئے ۔

اب زہیر ابن قین بجلی گھوڑے پر سوار ہوکر آگے بڑہے ۔ اور کہنے لگے ۔ "اے سپاہ شام ! سنو ! ہر ایک مسلمان کا حق ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھہ کسی ایسے امر کے اظہار مین دریغ نکرے جس مین اوس کی بھلائی متصور ہو ۔ چونکہ ہم اور تم دونون مسلمان بھائی بھائی ہین ۔ اور اس کے علاوہ آپس مین برادری کا رشتہ اور ہم وطنی کا واسطہ بھی ہے اس لیے مجھے اس بات کے کہنے مین اوس وقت تک کوئی امر مانع نہین ہے جب تک کہ تلوار میان مین ہے ۔ اور جب کہ تلوار میان سے نکل جائے گی تو یہ سب باتین رہ جائینگی ۔ نہ محبت والفت کام دے گی نہ قرابت واخوات پیش آئیگی ۔ خوب سمجھو کہ خدائے تعالے نے تم کو اور ہم کو اپنے پیغمبر کی اولاد کے ساتھہ وابستہ کیا ہے ۔ اور ہمارے پیغمبر نے اپنے اہل بیت کو ہمارے ہاتھون مین بطور امانت کے رکھا ہے ۔ پس ہمارا یہ ایک فرض مذہبی ہے کہ اون کے حقوق کی ادائی مین رعایت اور

اون کے ضرر کے دفع کرنے مین حمایت کرین ۔ اون کے ساتھہ برائی سے پیش آنا کسی مسلمان کو جائز نہین ۔ اس مین خدا کی ناراضی اور پیغمبر کی ناخوشی ہے ۔ دیکھو! یہ شخص جو تمہارے سامنے کھڑا ہے تمہارے پیغمبر کا لخت جگر، تمہارے ہادی کا نور نظر ہے ۔ تمہین نے اون کو بلایا اور اب تمہین نے اون کو دشمن کے سپرد کر دیا ۔ افسوس ہے کہ تم نے عرب کی شرافت مین بٹہ لگا دیا ۔ عرب کی شرافت اور حمیت کیا اسی بات کی مقتضی ہے کہ اپنے مہمان کو ۔ اپنے پیغمبر کے دل و جان کو یون فریب دیکر تباہ کرے ؟ اگر تم کو آخرت کی پروا نہین ہے تو کیا دنیا کی بھی لاج نہین ؟ تم کو غور کرنا چاہیے کہ حسین کی مدد کرنا کیا بلحاظ دنیاوی شرافت کے اور کیا بپاس اسلامی عزت کے کل مسلمانون پر واجب ہے ۔ زہیر کی تقریر یہانتک پہونچی تھی کہ شمر ایک تیر چلا کر بیچ مین بول اوٹھا کہ بس بس بہت باتین نہ بناؤ ۔ ہم کو تمہارا فریب معلوم ہے ۔ دیکھو تو سہی کہ تم کو اور تمہارے ساتھہ والون کو سب کو فنا کر دیتا ہون ۔ زہیر نے کہا ۔ مین تیری طرف مخاطب نہین ہون ۔ تو ایک جنگلی جانور ہے ۔ تو نہ خدا کو جانتا ہے نہ پیغمبر کو پہچانتا ہے ۔ تو تو اس لائق ہے کہ ہمیشہ دوزخ کا کندہ بنکر جلتا رہے ۔) پھر لوگون کی طرف متوجہ ہو کر کہا ۔ اے لوگو! تم اس حیوان کی حرکات کا خیال نکرو ۔ یہ تمہاری آخرت کو خراب کرنے والا ہے ۔ جو لوگ پیغمبر کی اولاد کا خون بہائینگے اور اون کی مدد کرنیوالون کو قتل کرینگے اون کو پیغمبر کی شفاعت نصیب نہوگی ۔ "

اس عرصہ مین حضرت نے زہیر کو اپنے پاس بلا لیا ۔ اور فرمایا کہ بس کرو تم نے شرط نصیحت پوری کر دی ۔

سعید ابن عبید ہ سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ ابن جویریہ نے سپاہ شام سے آگے بڑہکر خندق مین آگ دہکتی ہوئی دیکہی تو چلا کر کہا۔ "ای حسین! قیامت آنے کے پیشتر ہی تم نے دنیا مین اپنے لیے آگ سلگا رکہی ہے"۔

حضرت نے پوچہا یہ کون ہے؟ کسی نے عرض کیا کہ یہ ابن جویریہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "ای پروردگار! اس نے بڑا سخت کلمہ کہا ہے اس کو آگ مین جلادے"۔ بس زبان سے اتنا نکلنا تہا کہ اوس کا گہوڑا بہڑکا اور جا کر خندق مین گر پڑا۔ گہوڑا اور سوار دونون جلکر خاک ہو گئے۔

حضرت کے اصحاب نے اس کیفیت کو دیکہہ کر نعرہ تکبیر مارا اور خوش ہو کر آپس مین کہا۔ "سبحان اللہ! اس دعا کے لیے گویا قبولیت سامنے ہاتہہ باندہے کہڑی تہی"۔

اسی طرح محمد ابن اشعث نے بطریق استہزاء کہا کہ "اے حسین جیسا تم کو اپنی مستورات کے پردے کا خیال رہتا ہے ایسا دوسرون کو کم رہتا ہے"۔ اس مین یہ کنایہ تہا کہ دیکہو اب تمہاری عورتون کا پردہ کیسا رہتا ہے۔ ماشاء اللہ! کیا ایمان ہے۔ اہل بیت رسول کی پردہ داری پر ٹہٹہا کیا جاتا ہے۔ اور پہر اونہین سے مغفرت کی امید بہی کی جاتی ہے۔ اس کے جواب مین حضرت نے یہ آیت پڑہی کہ "ان اللہ اصطفےٰ آدم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین۔ ذریۃ بعضہا من بعض۔" بے شک خدا نے بزرگی دی ہے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام مخلوق پر۔ بعض کی اولاد کو بعض سے۔ یعنے اون کی اولاد مین بہی بعض بعض بزرگ تر ہین۔ اور

فرمایا کہ قسم خدا کی محمد رسول اللہ ابراہیمؑ کی اولاد مین ہین اور ہم اہل بیت آل محمد ہین ۔ پھر بارگاہ کبریائی مین دعا کی کہ اے پروردگار! آج محمد ابن اشعث کو ایسی ذلت دے جو دوسرون کے لیے باعث عبرت ہو ۔”

لکھا ہے کہ اوسی وقت اوس کے پیٹ مین درد اوٹھا ۔ اور قضائے حاجت کے لیے لشکر سے باہر ہوا ۔ جب بیٹھا تو ایک بچھو نے نازک جاے پر اوسکے ڈنک مارا ۔ وہ بچھو کیا تھا خدا کا ایک قہر تھا جس کے صدمے سے اوس کے ہوش اوڑ گئے ۔ چیخین مار مار کر روتا تھا اور برہنہ نجاست مین لوٹتا تھا ۔ یہانتک کہ اوسی حالت مین دم نکل گیا ۔ لوگ اوس کو دیکھہ دیکھہ کر انگشت بدندان ہوتے تھے ۔ اور افسوس کرتے ۔

عمر ابن سعد نے دیکھا کہ باتون باتون مین وقت ضائع ہو رہا ہے تو وہ آگے بڑھا اور آستینین چڑھا کر ایک تیر حضرت کی طرف چلایا ۔ اور پکار کر کہا ۔ اے لشکریان شام! تم سب گواہ رہو کہ سب سے پہلے جس نے حسین پر تیر چلایا ہے اور جنگ کی ابتدا جس نے کی ہے وہ مین ہون ۔

ناظرین خیال کرسکتے ہین کہ اس وقت عمر ابن سعد کے سر مین کسقدر غرور ہے ۔ اور وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے ۔ وہ اپنی حکومت کے نشہ مین اسقدر چور ہے کہ زمین و آسمان کچھ سوجھائی نہین دیتے ۔ اوس کی آنکھون پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے ۔ اگر اوس مین ذرا بھی ہوش ہوتا اور آنکھین کھلتین تو ہرگز ایسی بات اوس کے منہ سے نہ نکلتی ۔ اللہ جلشانہ کافرون کی نسبت فرماتا ہے کہ ”ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوۃ ۔ ولہم عذاب عظیم“

(مہر کردی ہے خدا نے اون کے دلون پر اور اون کے کانون پر اور اون کی آنکھون پر پردہ ہے ۔ اور اون کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے ۔)

لیکن افسوس ہے کہ شامت اعمال نے ان مسلمانون کو اوس کا مصداق بنادیا ۔ حضرت نے جو یہ حال دیکھا تو اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا کہ اب تم کو اجازت ہے ۔ ہمت و استقلال کے ساتھہ ان کا مقابلہ کرو ۔ خدا کا غضب پچھلی قومون پر اوس وقت ہوا جبکہ اونھون نے اپنے پیغمبرون کو قتل کیا ۔ اور اب خدا کا غضب اس قوم پر ہوگا جو اپنے پیغمبر کے فرزند کو قتل کیا چاہتی ہے ۔"

حضرت کی اجازت پاتے ہی ہمارے بہادر غازیون کے چہرے سرخ ہوگئے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جام شہادت کا نشہ ابھی سے چڑھ گیا ۔ ہر ایک کو یہی آرزو تھی کہ سب سے پہلے مین ہی دشمن کو لیکر لوٹ پوٹ ہوجاؤن ۔ مگر اس پیشقدمی مین بھی حضرت کی اجازت درکار تھی ۔ بس یہی ایک بات ایسی تھی جو مجبور کیے دیتی تھی ۔ سب حضرت کا منہ دیکھہ رہے ہین اور اجازت کے منتظر ہین ۔

دسوان باب

جنت سے کچھ غرض ہے نہ مطلب ہے حور سے
پروانہ ہین کہ لو ہے لگی شمع طور سے

پیشتر ازانکہ کیفیت رزم لکھی جائے ایک بات بیان کر دینا ضرور ہے ۔ تاکہ ہمارے ناظرین حضرت کے اصحاب وفا شعار اور انصار جان نثار کے جوش محبت اور صدق عقیدت سے بطور مشتے نمونہ از خروارے واقف ہو جائین ۔ جس وقت کوفہ مین حضرت کے مقابلہ کے واسطے فوج تیار ہو رہی تھی تو عبید اللہ ابن عمیر کلبی نے جو کوفہ کے قرب وجوار مین رہتے تھے اس امر کی خبر پا کر اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے ایک مدت سے جہاد کرنے کا شوق ہے ۔ ہمیشہ یہی آرزو رہی ہے کہ خدا کرے کہین جہاد کا موقع آجائے اور مین خدا کی راہ مین اپنی جان نذر کر دون ۔ اب مین سنتا ہون کہ امام حسین پر لشکر شام کی

چڑہائی ہوتی ہے ۔ اور کربلا کے جنگل مین اون کو روک دیا گیا ہے ۔ مین خیال کرتا ہون کہ فرزند رسول کی شراکت دینا کفار کے ساتہہ جہاد کرنے سے بہتر ہے ۔ مین چاہتا ہون کہ امام حسین کے پاس چلا جاؤن ۔ اور اون کی رفاقت مین اپنی جان تصدق کر دون ۔

عورت تہی نیکبخت ۔ (خدا اوس کو غریق رحمت کرے) بہت خوش ہوئی اور اون کی رائے کی تائید کی ۔ اوس زمانہ مین اون کے فرزند وہب کی شادی ہوکر اٹہارہ روز ہوئے تہے ۔ مان کے سمجہانے سے بیٹا بہی راضی ہوگیا ۔ دولہن بیچاری کیا کہہ سکتی تہی ؟ اب یہ چارون تیار ہوکر گہر سے نکل کہڑے ہوئے ۔ ناظرین سمجہہ گئے ہونگے کہ اب یہ لوگ پلٹ کر آ چکے اور اپنے گہر کو آباد کر چکے ۔ اس وقت حضرت امام حسین کی رفاقت دینا دنیا وما فیہا کو ترک کرنا ہے ۔ یہ کام اونہین لوگون کا ہے جنہون نے بموجب اس حدیث کے ،، الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب ،، دنیا کی زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکہتے ہین ۔ چونکہ اوس وقت ابن زیاد کے حکم سے چار ہزار کی چہاؤنی قادسیہ مین پڑی تہی ۔ اور کوفہ کو جانے آنے کے تمام راستے بند کردئے گئے تہے ۔ لہذا ان لوگون کو گہر سے نکلنے مین بڑی دقت ہوئی ۔ سب کی آنکہہ بچا کر رات کو گہر سے نکلے اور راستہ چہوڑ کر جنگل مین ٹہوکرین کہاتے ہوئے ہزار خرابی تین شبانہ روز مین کربلا پہونچے اور حضرت کی خدمت مین حاضر ہوگئے ۔ جس روز یہ آئے اوس کے دوسرے روز میدان کارزار گرم ہوا ۔

فوج مخالف سے دو شخص میدان مین آکر مرد مقابل طلب کرنے لگے تو پہلے یہی عبید اللہ ابن عمیر کلبی حضرت سے اجازت لیکر اون کے سامنے گئے ۔ اور اپنا نام و نسب بتایا ۔ دونون کا مقابلہ ہوا ۔ تلوار چلنے لگی ۔ آپس مین دونون کے ہاتھ اس لطف سے چلتے تھے کہ عزرائیل باوجودیکہ روح عدو قبض کرنے کو مامور ہو چکے تھے مگر تھوڑی دیر تماشے مین لگ گئے ۔ آخر ہمارے بہادر چالاک غازی کی تلوار بجلی کا کام کر گئی ۔ بازو پر جو گری تو ہاتھ اور پہلو کو لیتی ہوئی دل و جگر سے نکل گئی ۔ اوس کے ساتھی نے جو پیچھے کھڑا ہوا مقابلہ کے پہلو سوچ رہا تھا ان کے ہاتھ روک کر مسرت کی نظر سے پھڑکتی ہوئی لاش کے دیکھنے مین قابو پاکر جھجکتا ہوا ایک وار لگا دیا جس سے ان کے ہاتھ کی اونگلیان کٹ گئین ۔ مگر پھرتی کے ساتھ پلٹ کر انھون نے ایک بھرپور ہاتھ مین اوس کا بھی کام تمام کر دیا ۔ اور اپنی شجاعت کے جوش مین مدہوش ہو کر رجز پڑھنے لگے ۔ "ان تنکرانی فانا ابن کلب ۔ حسبی بیتی فی علیم حسب ۔ انی امرؤ ذو مرۃ و غضب ۔ ولست الخوار عند الکرب ۔ انی زعیم لک ام وہب ۔ بالطعن فیہم قدما والضرب ۔ ضرب غلام مومن بالرب ۔"

اس اثنا مین ان کی عورت ایک لٹھہ لیکر دوڑی اور کہنے لگی کہ "میری مان اور باپ تم پر سے قربان ! یہ وقت اہل بیت رسول کی مدد کرنے کا ہے ہاتھ نہ روکو ۔ سب کو مار کر کھپا و کل پیغمبر کو منہ دکھانا ہے سرخرو ہو کر جاؤ ۔" اون کے خاوند کہتے ہین کہ "بیوی تم عورتون مین

جا کر بیٹھو۔ یہان میدان جنگ مین تمھارا کیا کام ہے"۔ مگر وہ بہادر بی بی مانتی نہین۔ خاوند کا دامن پکڑی ہین اور کہتی ہین کہ "مین بھی تمھارے ساتھ جان دون گی"۔

آخر خود حضرت نے کہلا بھیجا کہ عورتون کو جنگ کرنے کا حکم نہین ہے۔ تم اس خیال سے باز آو۔ عورتون مین آکر بیٹھو۔ تب وہ بی بی بہ مجبوری میدان جنگ سے نکلین۔ اور حریم اہل بیت مین جا کر بیٹھین۔

حُر نے حضرت سے عرض کیا کہ "ای امام انس و جان! ای مالک دوجہان! سب سے پہلے مین ہی آپ کے مقابلہ مین آیا تھا۔ لہذا مجھے اجازت دیجیے کہ پہلے مین ہی آپ پر جان فدا کرون"۔

حضرت نے اوس کے معروضہ کو قبول فرمایا۔ حُر نے میدان مین آکر تلوار جو کھینچی تو فریق مخالف کی آنکھین کھل گئین۔ دیکھا کہ حضرت کا ایک ایک جان نثار ثانی رستم و اسفندیار ہے۔ ان کا سامنا گویا ملک الموت کا سامنا ہے۔ کسی کی اتنی ہمت نہین پڑتی کہ مقابلہ کرے۔ اون کو صاف نظر آگیا کہ یہ لوگ جینے سے ہاتھ دھو چکے ہین۔ اب ان کو ڈر کس بات کا ہے۔ جب تک ہمارے بہت سے لوگ نہ مرینگے ان مین کا ایک بھی مارا نہ جائے گا۔

آخر عمر ابن سعد کے حکم سے ابن حجاج اپنے میمنہ کی فوج کا پورا کالم بڑھا کر سامنے آیا۔ اور پکار کر کہا "ای بہادران کوفہ! یہ لوگ امیر شام کی مخالفت کر کے دین سے پھر گئے ہین۔ ان کو قتل کر ڈالو"۔

حضرت نے سنکر فرمایا ۔ ”افسوس ہے کہ تم لوگون کو میرے ساتھہ جنگ کرنے کی ترغیب دیتے ہو ۔ اور مجھے دین سے بیگانہ بتاتے ہو ۔ انشاءاللہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جب تن سے روح نکل جائے گی تو دوزخ مین کون جلتا ہو گا“

مگر سنتا کون تھا ؟ اپنے افسر کے حکم پر آگے بڑھ ہی گئے ۔ اون کو ذرا بھی خیال نہ آیا کہ یہ حملہ کس پر کیا جاتا ہے ۔ یہ تو وہی ہین جنکو پیغمبر نے اپنی گودی مین کھلایا تھا ۔ اور جنکو ہم نے سیکڑون خط لکھہ کر بڑی آرزو سے مہمان بلایا تھا ۔

جب انصار جان نثار نے دیکھا کہ یہ لوگ رُکتے نہین ہین تو یہ بھی سب کے سب سیدھے ہو گئے ۔ اور دل کھولکر ایسا مقابلہ کیا کہ باید و شاید ۔ دست بدست کی جنگ تھی ۔ وہ تلوار چلی ہے کہ فریق مقابل کے چھکے چھوٹ گئے ۔ ان بھوکے شیرون نے پانچ ہی منٹ مین سب کے ہوش اوڑا دیے ۔ اون کو بجز بھاگنے کے کچھ بن نہ پڑا ۔ اور بھاگے بھی تو ایسے بدحواس کہ یہان گرے وہان گرے سر کہین پانون کہین ۔ ہمارے بہادر غازیون کی تلوار نے اون کو اچھی طرح بھاگنے بھی نہ دیا ۔ اتنے بڑے معرکہ خونریزی مین جہان صدہا مقتولون کا کھیت تھا اودھر والون مین کا صرف ایک گرا تھا ۔ پلٹ کر دیکھتے ہین تو مسلم بن عوسجہ زخمون مین چور بے ہوش پڑے ہین ۔ اور حضرت اون کے سر بالین کھڑے ہین ۔ اون کی عمر کا یہ آخری وقت تھا جس مین وہ خدا سے اپنی لو لگا

ہوئے تہے ۔ اون کے طالع بیدار نے جب اونہین جگایا تو حضرت کے جمال مبارک سے مشرف ہوئے ۔ یا یون کہئے کہ دیدار خدا نصیب ہوا ۔ پہر کچہ نہ تہا ۔ حضرت کے وفادار جان نثارون مین یہ وہ بزرگوار ہین جنہون نے سب سے پہلے بہشت کی سیر کی ۔

ان کے بعد بریر ابن حصیر ہمدانی نے حضرت کی اجازت لیکر میدان مین قدم رکہا ۔ یہ صاحب ایک زاہد برگزیدہ بزرگ سن رسیدہ تہے ۔ ان کے مقابلہ کو یزید بن معقل آیا ۔ اوس کو اپنی جوانی اور پہلوانی پر بڑا ناز تہا ۔ جب تلوارین میان سے نکلین اور چلنے لگین تو جوانی کی قلعی کہل گئی ۔ اور پہلوانی طاق پر رکہی رہی ۔ ان کی تلوار نے سارا دم و خم نکال دیا ۔ ایک ہاتہ مین چہہ ہاتہ پر سر جا پڑا ۔

پہر بحیر ابن اوس سے مقابلہ ہوا ۔ اس کے ساتہ بہی خوب جہٹا پٹی ہوئی ۔ مگر چونکہ ان کی عمر اسقدر زور آزمائی کی متحمل نہ تہی اور اوسپر بہی ایک کو مار کر تہک گئے تہے دشمن کا ہاتہ رک نہ سکا ۔ بحیر نے قابو پاکر اون کا کام تمام کر دیا ۔

ان کے بعد وہب ابن عبید اللہ کلبی نے میدان کارزار مین جاکر شجاعت کی خوب داد دی ۔ یہ رجز پڑہتا تہا کہ “ان ینکرونی فانا ابن کلبی سوف ترانی وترون ضربی” اور حملہ کرتا تہا ۔ اوس کا حملہ ایسی بےجگری کا ہوتا تہا کہ کسی کو قدم جمانے کی مہلت نہین ملتی تہی ۔ اولٹے پانون بہاگنا پڑتا تہا ۔ اس دوا دوش مین وہ موقع پاکر اپنی مان کے پاس آیا اور کہا

کیون امان جان ! میری لڑائی دیکھی ؟ اور خوش ہوئین ؟ اوس بہادر بی بی نے کہا ۔ بیٹا ! مین اوس وقت خوش ہونگی جبکہ تیری لاش حسین کے قدمون پر پڑی ہوئی دیکھونگی ۔

ناظرین ! آپ جانتے ہین کہ یہ شیردل ایماندار نیک بی بی کون ہے ؟ یہ وہی ہین کہ جو اپنے شوہر کے ساتھ میدان جنگ مین لٹھہ لے کر گئی تھین ۔ اور اپنے شوہر عبید اللہ کلبی کو جنگ کی ترغیب دیتی تھین ۔ انہین کا نام ام وہب ہے ۔ یعنے ہمارے مجاہد وہب کی مان ۔

پنجتن پاک کی محبت ان کے دل مین کتنی تھی ؟ اس کا اندازہ ہم نہین کر سکتے ۔ اپنے خاوند کو اور اپنے فرزند کو اس طرح کی ترغیب دینا اونہین کا حصہ تھا ۔ کیا وہ نہین جانتی تھین ؟ کہ خاوند کا اور فرزند کا قتل ہوجانا اون کی زندگی کو کسقدر نقصان پہونچانے والا ہے ۔ افسوس ہے کہ ہمارا دل ایک عورت کے دل کے برابر بھی نہین ہے ۔ ہم لوگ مرد ہوکر اہل بیت کی محبت اوتنی نہین جتا سکتے جتنی اوس ناکس وہن عورت نے جتائی ہے ۔ اگر ہم اوس نیک بی بی کو ہزار جوانمردون سے بڑھکر سمجھین تو کچھ بیجا نہوگا ۔ وہ سعادتمند فرزند پھر دوبارہ میدان جنگ مین گیا اور اپنی مان کے کہنے کے موافق جان توڑ کر لڑنے لگا ۔ یہان تک کہ اپنی جان دیدی اور اپنی مان کی آرزو پوری کر دی ۔

کہتے ہین کہ جب وہب کی لاش میدان مین پڑی تڑپ رہی تھی اوسکی دولہن سے صبر نہو سکا ۔ دوڑکر لاش پر جا پڑی ۔ ساس اوس کو واپس

لانے چلی تھی کہ کسی سپاہی نے بہو کو مار ڈالا۔ اب دولہا اور دولہن دونون موت کے چھپرکھٹ مین باہم لپٹے ہوئے سو رہے ہین اور ساس اون کے سرہانے کھڑی رو رہی ہے۔ یہ بھی ایک تماشا دیکھنے کے قابل ہوگیا۔ رونے والے کو کون سمجھائے؟

اس کے بعد عمر ابن خالد ازدی میدان مین کود پڑے۔ اور خوب لڑے۔ آخر کو شہید ہوگئے۔

اون کے بعد اون کے فرزند خالد ابن عمر پہونچے۔ اور فریق مخالف سے اپنے باپ کا بدلا خاطر خواہ لے کر اور جوانمردی کی داد دے کر بہشت کو روانہ ہوئے۔

حضرت کے جان نثارون مین اب تک جتنے لوگ شہید ہوئے اون کی جائے خالی ہوگئی۔ ان خوش قسمتون کو تو اس سے بہتر جائے حضرت کے دل مین یا خدا کے پاس مل گئی۔ لیکن دشمنون کے لیے اوسی طور پر جائے کی قلت ہے جیسی کہ پیشتر تھی۔ باوجودیکہ ایک جماعت کثیر دنیا سے کوچ کر گئی تھی۔ پھر بھی اون کی اتنی کثرت ہے کہ ایک پر ایک گرے پڑتے ہین۔ کربلا کا جنگل اون کے لیے حشر کا میدان ہوگیا ہے۔ ان حشرات الارض کو خدا ہی فنا کرے تو کرے۔ بیچارے مجاہدین تو کم کم ہو چلے ہین۔ اب ان کی بھرتی غیر ممکن معلوم ہوتی ہے۔

اس کے بعد سعید ابن حنظلہ تمیمی حضرت سے اجازت لے کر نکلے۔ یہ صاحب بہت ذی وقار تھے۔ سب لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

جب یہ میدان مین آکر فوج مخالف پر جھکے ہین تو ایک تہلکہ پڑگیا ۔ سپاہیون کے حواس باختہ ہوگئے ۔ یہ رجز پڑہتے تہے کہ " صبراً علی الاسیاف والسنہ صبراً علی الذی حول الجنہ " اور تلوار لگاتے تہے ۔ کس نے شمار کیا ہے کہ ان کے ہاتہہ سے کتنے قتل ہوگئے ؟ مگر بہت سی لاشین پڑی تہین اور سامنے ایک بہی کہڑا نہ تہا ۔

شمر نے جو یہ کیفیت دیکہی تو اپنے میسرہ کا کالم بڑہا کر حملہ کر دیا ۔ اصحاب شجاعت مآب پہرا کہٹے ہوکر سامنے آگئے ۔ یہ حملہ پیشتر کے حملہ سے زیادہ سخت تہا ۔ کیونکہ اس کالم کا افسر شمر تہا ۔ اوس کے سینہ مین سب سے زیادہ عداوت کی آگ بہڑک رہی تہی ۔ وہ چاہتا تہا کہ اس آگ کو اہل بیت کے خون سے بجہائے ۔ لیکن حضرت کے وفادار جان نثارون نے اوس کی خواہش کو پورا ہونے نہین دیا ۔ تلوارین کہینچ کہینچ کر آگے جو بڑہے تو حملہ آورون کی آنکہین بند کر دین ۔ بجلی کی چمک کون دیکہہ سکتا ہے ؟ بجلی جب چمکتی ہے تو آنکہہ خود بخود بند ہو جاتی ہے ۔ دشمن ہزار کوشش کرتے تہے کہ ان کو ہٹا کر اپنا راستہ صاف کر لین ۔ مگر کچہہ نہ ہو سکتا تہا ۔ یہ لوگ پیچہے ہٹنے کے لیے آگے نہین بڑہے تہے ۔ جس طرح سمندر کی موجین پہاڑ سے ٹکر کہا کر پیچہے ہٹ جاتی ہین اوسی طرح غنیم کی فوج حملہ کرتی تہی اور پیچہے ہٹ جاتی تہی ۔ ان کی تلوار نے سب کو بتا دیا کہ میدان جنگ کچہ خالہ جی کا گہر نہین ہے ۔ یہان تو سر دینا پڑتا ہے ۔ حرکت مذبوحی کام نہین آتی ۔ تلوار کا سناٹا

ہوا کا بہی دم بند کیے دیتا تہا ۔ تمام میدان مین اسی کی ہوا بندھ گئی تہی وہ نہ سپر سے رُکتی تہی نہ زرہ بکتر سے ۔ بدن سے یون نکل جاتی تہی جیسے روح نکل جاتی ہے ۔

شمر نے جتنے دانت تیز کیے تہے وہ سب کہٹے ہوگئے ۔ آخر بہاگنا پڑا ۔ کچھ تو سیدہے عدم کا راستہ لیے ۔ کچھ دریا کے اوس پار ہوگئے ۔ غرض میدان جنگ خالی اور خدا کا فرمان پورا ہوگیا جو فرمایا ہے کہ "کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ" "بعض چھوٹی جماعت خدا کے حکم سے بڑی جماعت کو زک دیدیتی ہے"

ہمارے فتح نصیب غازی سب کے سب صحیح و سلامت پلٹ کر حضرت کے پاس آگئے ۔ اوس وقت جو خوف وہراس افسران فوج کے دلون مین سمایا تہا اوس کے بیان کرنے کی حاجت نہین ۔ سب کے ہوش وحواس غائب تہے ۔ چہرون پر مایوسی چہاگئی تہی ۔ عالم حیرت مین صورت تصویر خاموش کہڑے تہے ۔ اس چہوٹی سی خدادوست جماعت پر کامیابی کی امید کوسون دور نظر آتی تہی ۔

عمر ابن سعد نے جب فوج کا یہ حال دیکہا تو سوچنے لگا کہ اب کیا تدبیر کرنی چاہیے جس سے اس جماعت پر قابو چلے ۔ اگر باضابطہ جنگ کی جائے تو امید نہین کہ ہماری فوج ان کے مقابلہ مین ٹہیر سکے ۔ آخرالامر اوس نے حکم دیا کہ بالخصوص تیرانداز تیراندازی کرین ۔

اس حکم کے موافق حضرت کی جماعت پر تیرون کا مینہہ برسنے لگا ۔ اسمین

بہت سے گھوڑے ضائع ہو گئے ۔ انصار تہور شعار نے جو یہ حال دیکھا تو بہت جھلائے اور پیادہ پا مقابلہ کرنے کو آمادہ ہوئے ۔ جو شخص سب سے پہلے اب کی دفعہ پیادہ پا میدان جنگ مین نکلا وہ بہادر ”حُر“ تھا ۔ وہ سپاہ دشمن پر حملہ کرتے وقت یہ رجز پڑھتا تھا کہ ”ان تعقروا بی فانا ابن الحر ۔ اشجع من ذی لبدۃ ہزبر “ ۔ میدان جنگ گویا حُر کی شکارگاہ تھا ۔ جس کو تاکا پھر اوس کو جیتا نچھوڑا ۔ جس پر ہاتھ پڑتا تھا وہ ڈھیر ہو جاتا تھا ۔ کسی کو اتنی جرأت نہوتی تھی کہ مقابلہ مین آئے اور بازی لے جائے ۔

ایک طرف تو یہ ہنگامہ ہو رہا تھا ۔ دوسری طرف عمر ابن سعد کے حکم سے شمر نے حریم اہل بیت کا رخ کیا ۔ سپاہی خیمون کی رسیان کاٹنے لگے اور خود شمر نے حضرت کے خیمہ کو نیزہ سے پھاڑ ڈالا ۔ اور چاہتا تھا کہ اوس مین آگ لگا دے ۔

حرم اہل بیت جو اوس خیمہ مین تھین گھبرا کر باہر نکل پڑین ۔ زہیر ابن القین نے اپنے ساتھیون سے سمیت ایک سخت حملہ کرکے اون کو ہٹایا ۔ اس مین ایک شخص شمر کی طرف کا مارا گیا ۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ ہمارے خیمے جلاتے ہین تو جلانے دو ۔ وہ ہمارے خیمے نہین جلاتے بلکہ وہ اپنے جسم و جان کو دوزخ مین جلاتے ہین ۔

اب دن ڈھل گیا ۔ نماز جمعہ کا وقت آگیا ۔ ہمارے نمازی پرہیزگار ناظرین کو تیار ہو جانا چاہیے ۔ حضرت امام حسین کی یہ آخری نماز ہے ۔

پہر ہم کو اون کے ساتھہ نماز پڑہنے کا موقع کہان ملنے والا ہے ۔ لو! وہ سنو! حضرت کے دائرہ مبارک مین اذان ہورہی ہے ۔ مقتدیان سعادت آثار متردد ہین کہ نماز اس وقت کیسے ادا ہوگی ۔ دشمن چارون طرف سے حملہ کر رہے ہین ۔ دم لینے کی فرصت نہین

حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ان لوگون سے کہو کہ ہمکو نماز پڑہ لینے کی مہلت دین ۔ جب اون سے یہ بات کہی گئی تو حصین ابن نمیر نے جواب دیا کہ اب نماز پڑہنے سے کیا فائدہ ہے ۔ تمہاری نماز کچہ قبول نہین ہوتی ۔

اوس وقت حبیب ابن مظاہر کو غصہ آگیا ۔ اور کہا غضب خدا کا! پیغمبر کے نواسے کی نماز قبول نہین ہوتی اور تم جیسے گدہون کی نماز قبول ہوتی ہے ۔ ذرا تو خدا سے ڈرو!

اتنا کہہ کر تلوار کہینچی ۔ حالانکہ وہ بہت ضعیف اور نحیف تہے ۔ اون کی عمر اور اون کی ناتوانی اون کو جنگ وجدل کی اجازت نہین دیتی تہی ۔ لیکن حضرت کی محبت کے جوش نے اون کو جوان بنا دیا ۔ اونہون نے یہ رجز "انا حبیب وابی مظہر ۔ فارس ہیجاء وحرب مسعر ۔ انتم اوفر عدۃ واکثر ۔ ونحن اوفی منکم واصبر ۔ ونحن اعلی حجۃ واظہر ۔ حقا واتقی منکم واطہر ۔" کہتے ہوئے دلیرانہ حملہ کرکے ایک سپاہی کو جان سے مار ڈالا دوسرا جوان کی بازو پر کہڑا تہا اوس نے دہوکہ سے ایک وار تلوار کا ان پر رسید کیا جس کے صدمہ سے یہ گر پڑے ۔ اوٹہنا چاہتے

تھے کہ حصین ابن نمیر نے لپک کر ایک وار اور لگایا ۔ اور ایک تیسرے نے اون کا سر کاٹ لیا ۔ ان کے شہید ہو جانے سے حضرت کو بڑا رنج ہوا ۔ یہ صاحب حضرت کے بچپن کے دوست تھے ۔

جبکہ افسران فوج سے نماز کی مہلت نہ ملی اور وہ بدستور جنگ پر مستعد رہے تو حضرت نے اپنے غلام سلیمان اور فیروزان کو اور جون غلام ابی ذر غفاری کو (جو حضرت کی خدمت مین بطریق ہدیہ آیا تھا اور حضرت نے اوس کو آزاد کر دیا تھا) نماز کی حفاظت کے لیے مامور کر کے خود اپنے اصحاب کے ساتھہ نماز کو کھڑے ہو گئے ۔ جب تک نماز ہوتی رہی تینون آدمی میدان جنگ مین اپنے قدم جمائے رہے ۔ جو کچھ تیر و سنان کی بوچھار ہوتی یا تلوار کی مار پڑتی تھی اوس کے لیے اپنے جسمون کو سپر بنائے رہے ۔ یہان تک کہ حضرت کے نماز سے فارغ ہونے تک یہ تینون زخمون مین چور ہو کر فرش زمین بن گئے ۔

یہ نماز حالت خوف و اضطرار مین خدا خدا کر کے ادا ہوئی ۔ بعد فراغت نماز حضرت نے اون کی طرف توجہ فرمائی ۔ دیکھا تو کچھ رمق جان باقی تھی ۔ اور ہونٹھ ہل رہے تھے ۔ کسی نے اون سے سرگوشی کی تو یہ کہتے سنا کہ "خداوندا ! ہم تیرے پیغمبر کے نواسے کے غلام ہین ۔ ہم نے آج تک اپنے مقدور بھر اون کی خدمت گذاری مین کوتاہی نہین کی ہے ۔ اور اب جان بھی اونہین کے قدمون پر تصدق کرتے ہین ۔ اسکا معاوضہ ہم کچھ نہین چاہتے بجز اس کے کہ دوسرے عالم مین ہم کو ان کی خدمت نصیب ہو ۔

اور ہمیشہ ان کے غلام کہلائین"؛ حضرت نے اون کے حق مین دعائے خیر فرمائی ۔

اس کے بعد حُر نے پھر میدان جنگ کا قصد کیا ۔ اور زہیر ابن القین بھی اوس کے ساتھ ہو گئے ۔ چونکہ اب جنگ کا ضابطہ بگڑ گیا تھا اور مجاہدون کی قلت سے میمنہ اور میسرہ کا لحاظ باقی نہ رکھا تھا ۔ لہذا مقابلہ مین بے ترتیبی واقع ہو گئی ۔ ایک طرف حُر نے حملہ کیا تو دوسری طرف زہیر ابن القین جھک پڑے ۔ ہر ایک اپنی اپنی کوشش مین مصروف اور ایک دوسرے کے حال سے بے خبر ہو گیا ۔ ایسے اندھا دھند معرکہ مین جہان ہزارہا آدمی شمشیر بکف ہون کون کسی کی خبر لے سکتا ہے ؟ اور خصوص ایسے موقع مین جبکہ دو طرف دو ہو گئے ہون ۔ دونون کو یہی دُھن تھی کہ بس چلے تو سب کو کاٹ کر پھینک دین ۔ دونون جری اور نامور سپاہی ۔ ایسے لوگ آگے پیچھے نہین دیکھا کرتے ۔ لڑنے سے کام ہے اور بس ۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ ہمارے ان دونون بہادر غازیون نے صف اعدا پر کیسی قیامت ڈہائی ۔ مگر تلوار کی ایک جھنکار تھی کہ سنائی دیتی تھی ۔ آخر کو معلوم ہوا کہ حُر ایک غول مین گھر گیا ۔ اور دشمن چارون طرف سے اوس پر ٹوٹ پڑے جس مین اوسکا کام تمام ہو گیا ۔

پھر اوس کا بھائی مصعب اور اوسکا فرزند علی اور اوسکا غلام عزّہ ایک کے بعد ایک میدان کارزار مین گئے اور خاطر خواہ لڑ بھڑ کر جام شہادت نوش کیے ۔ اس کے بعد عبداللہ ابن عبد الرحمن یزنی میدان مین نکلے اور

اپنی شجاعت کے جوہر دکھا کر بہشت کو سدھارے ۔

ان کے بعد یحییٰ ابن سلیم مازنی نکلے ۔ انہون نے بھی اپنا حق جان نثاری ادا کر کے بہشت کو رونق بخشی ۔

ان کے بعد مالک ابن مالک نکلے ۔ اور لڑتے لڑتے وہ بھی شہید ہو گئے ۔

ان کے بعد عمر ابن مطاع جعفی اور یزید ابن مہاجر نکلے اور اپنی بہادری کا ڈنکا میدان جنگ مین بجا کر ایک کے بعد ایک شہید ہو گئے ۔

اس کے بعد زہیر ابن القین نے دوبارہ میدان جنگ مین قدم رکھا ۔ اور تیغ و سنان سے خوب کام لیا ۔ اثنائے جنگ مین ایک تیر ایسا کاری اون کے لگا کہ جس کے صدمہ سے وہ گر پڑے ۔ اور گرے بھی تو حضرت کے قدمون کے پاس ہی گرے ۔ اوس وقت اون کے چہرہ کی بشاشت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی ۔ حضرت کے قدم پکڑے ہین اور کہتے ہین کہ اُسی قدم کے طفیل سے ایک روز جناب رسول خدا کے سامنے جاؤن گا ۔ اور شفاعت کا خواستگار ہونگا ۔"

اتنے مین دو شخص فوج مخالف سے آگے بڑھے اور ان کو شہید کر ڈالا ۔

اس کے بعد نافع ابن ہلال نکلے ۔ ان کو فن تیر اندازی مین بڑی مشاقی تھی ۔ اور دور دور تک ان کا نام تھا ۔ ان کے پاس زہریلے تیر تھے ۔ انہون نے اون تیرون سے بارہ آدمی دشمنون کے مارے ۔ اور بہت سے لوگون کو زخمی کیا ۔ یہ رجز پڑھتے تھے کہ " ارمی بہا معلما افواقہا ۔

والنفس لا ینفعہا شفقاقہا ۔ انا الجملی انا علی دین علی ۔ ،، اور تیر چلاتے تھے ۔ آخر دشمنون نے ہر طرف سے اون کو گھیر لیا ۔ انہون نے دیکھا کہ اب تیر سے کام نہین چلتا ۔ تلوار اوٹھا کر ایک طرف جھک پڑے اور بے انتہا کوشش کرنے لگے ۔ یہان تک کہ زخمون مین چور ہو گئے اور دونون ہاتھ کٹ گئے ۔ ایک آدمی گو وہ کیسا ہی دلاور کیون نہو ۔ ہزارون سے سر بر نہین ہو سکتا ۔ رستم کا نام سنتے ہین ۔ لیکن ہمارا ایک ایک غازی اگر سچ پوچھو تو رستم سے بڑھ کر تہا ۔ رستم کبھی تین دن بھوکا پیاسا رہکر اس طرح جان توڑ کر نہ لڑا ہوگا ۔ اور کسی جنگ مین بغیر مدد فوج شاہی کے اس قسم کی بے سر و سامانی اور مایوسی کی حالت مین کسی شاہی فوج سے مقابلہ نہ کیا ہوگا ۔

جب یہ صاحب بے دست و پا ہو گئے تو شمر نے ان کو پکڑ کر عمر ابن سعد کے پاس لے گیا ۔ تمام کپڑے اور ڈاڑھی خون سے سرخ ہو گئی تھی ۔ عمر نے پوچھا ۔ کیا تم کو اپنے حال پر افسوس نہین آتا ؟ اونہون نے جواب دیا کہ مین نے تمہارے بارہ آدمی جان سے مارے ہین اور زخمیون کی تو گنتی نہین ۔ خدا کی قسم ! اگر میرے ہاتھ اور بازو باقی رہتے تو تم نے دیکھا ہوتا کہ ابھی کتنے مارے جاتے ۔ اہل بیت رسول کی مدد کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے ۔ کیا تم نے قرآن نہین پڑھا ہے ؟ کیا تم مسلمان نہین ہو ؟ شمر نے عمر سے کہا ۔ یہ شخص بڑا مغرور ہے ۔ اس کو قتل کرنا چاہیے ۔ عمر نے کہا ۔ تو نے ہی اس کو پکڑ لایا ہے اب تو ہی اس کو

قتل کر. شمر نے تلوار کھینچی تو نافع نے کہا. اے شمر! اگر تو مسلمان ہوتا تو غور کرتا کہ ہمارا خون ناحق کیا رنگ لائیگا. انشاء اللہ تعالی. دیکھنا! ہمارا خون رائگان نہ جائیگا. شمر نے کچھ خیال نکیا اور سر کاٹ لیا.

اس کے بعد جنادہ بن حارث اور اون کے فرزند عمر ابن جنادہ ایک کے بعد ایک نکلے اور اپنی جانین خاندان پیغمبر پر نثار کردین.

اس کے بعد عمر ابن قرظہ انصاری اور عبدالرحمن ابن عروۃ ایک کے بعد ایک نکلے اور حق جان نثاری ادا کر کے بہشت مین چلے گئے.

حضرت نے دیکھا کہ اپنے ساتھہ والے ایک پر ایک قتل ہوتے چلے جارہے ہین اور ان لوگون کو کچھ خیال ہی نہین آتا کہ یہ کرتے کیا ہین اور اس کا انجام کیا ہوگا. اور یہ بھی خیال آیا کہ ایسا نہو اس اندھادھند معرکہ مین کوئی غفلت سے پھنس جائے. لہذا آپ نے ایک مشفقانہ آواز سے ندا کی کہ آیا کوئی دیندار بندہ خدا کا ایسا بھی ہے جو اہل بیت نبوت کے کام آئے اور ان لوگون کو سمجھائے" اگرچہ یہ ندا سب کے کان مین پہونچی مگر اوس کا اثر صرف ایک یزید ابن حارث کے دل پر پڑا. اوس کا نور ایمان جو غفلت کے پردے مین چھپا ہوا تھا یکایک چمک اوٹھا. آواز کے ساتھہ ہی وہ فوج شام سے یون نکل پڑا جیسے بجلی ابر مین سے تڑپ کر نکلتی ہے. گھوڑا بڑھا کر حضرت کے سامنے آکھڑا ہوگیا اور دست بستہ عرض کیا کہ "اے فرزند رسول خدا! اے خامس آل عبا! مین نے بڑی خطا کی جو اب تک آپ کے دشمنون کا ساتھہ دیا. اب مین دل سے توبہ کر کے رجوع لایا ہون. اور عفو کا طالب ہون. وہ کون ایسا کم نصیب تھا

جو آپ کے گھر سے ناکام پھرا ہے؟ پشتین کے گمراہ اس گھر کی ادنی توجہ سے منزل مقصود کو پہونچ گئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میرے اس برے حال پر رحم فرما کر میرا قصور معاف کر دینگے تو خدا بھی معاف کرے گا"۔

یہان تو دریائے رحمت موج زن تھا ہی فوراً اوسکا قصور معاف کر دیا گیا۔ معافی کا مژدہ سنتے ہی اوسنے ادہر سے ادہر گھوڑے کی باگ موڑ دی۔ اور دشمنان اہل بیت پر جا پڑا جہانتک اوسکے دست و بازو نے یاری دی نیزہ و شمشیر سے کام لیا۔ آخر اپنی جان دیدی۔

اس عرصہ مین شمر اپنی فوج آگے بڑہا کر حضرت کے قریب پہونچ گیا۔ اب حضرت کے اصحاب کم رہ گئے تھے۔ ان کی صف بالکل خالی نظر آتی تھی۔ کوئی پانچ سات تن باقی تھے۔ ان مین اتنی قدرت کہان۔ جو ہزارون کو روک سکین۔ ناچار انہون نے آپس مین عہد کر لیا کہ حضرت کے سامنے کھڑے ہو جائین اور اپنی جان دیدین۔ تاکہ وہ ناشدنی حادثہ جو پیش آنے والا ہے اپنی آنکھ سے نہ دیکھنے پائین سبحان اللہ! انکی ہمت اور انکی محبت کو دیکھنا چاہیے۔ انکے پر جوش دلون کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ بیشمار خونخوار فوج سمندر کی موج کیطرح سر پر آجائے تو دو چار آدمیون کا جرات کر کے جان پر کھیل جانا کوئی دل لگی نہین ہے۔

ہمارے نازک خیال شاعر کہان ہین؟ آجتک مضامین عشقیہ مین بارہا شمع و پروانہ اور گل و بلبل کی مثالین دیدیکر ہمکو حیرت مین ڈالتے تھے۔ اب آو! ہم دکھاتے ہین کہ بلبلان گلشن رسالت اور پروانہائے شمع امامت کس طرح جانبازی کرتے ہین۔ اور فرضی مثال کو کیونکر واقعی بناتے ہین۔ جس طرح پروانہ شمع پر جان دیتا ہے

یا بلبل گل پر نثار ہوتا ہی۔ اوسی روش پر ایک ایک انصار حضرت کے سامنے آتا ہے اور سلام کر کرکے اپنی جان حضرت کے قدمون پر فدا کرتا ہے۔

پہلے عبدالرحمن اور عبداللہ فرزندان عبد و غفاری نے آگے بڑھ کر آداب بجا لایا۔ اور عرض کرنے لگے کہ ہمکو بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ ہم آپکی سپر بنکر سامنے کھڑے ہو جائین۔ اور حتی الامکان اس بلائے بیدرمان سے آپ کو بچائین۔ ہمارا دل کبھی اس امر کی برداشت نہین کرسکتا۔ کہ خدانخواستہ کوئی صدمہ آپ کی ذات کو پہونچے اور ہم جیتے رہین۔

حضرت نے فرمایا۔ ”مرحبا! تمہاری ذاتی شجاعت اور تمہاری خاندانی شرافت اور تمہاری سچی محبت یہی چاہتی ہی کہ تم ہر وقت اور ہر حالت مین ہمارے ساتھ رہین“۔

اب یہ دونون نوجوان حضرت کے سامنے کھڑے ہین اور اوس انبوہ کو روک رہی ہین جو ایک طوفان بلاخیز کے مانند تیر و سنان کے ساتھ چلا آرہا ہی۔ بھلا! ایسے ریلے کہین ایک دوسے رک سکتے ہین؟ اوسکا روکنا کیسا۔ وہ خود اپنے آپکو بھی روک نہ سکے۔ بے انتہا حرب و ضرب کے بعد فردوس برین کو پہونچ گئے۔

ان باقیماندہ جان نثارون مین ایک عابس ابن شبیث تھے۔ جنکی شجاعت اور بسالت کے تمام ملک حجاز و عراق مین ڈنکے بج گئے تھے۔ اور کئی معرکون مین اچھے اچھے نامی سپاہی ان کی تلوار کا لوہا مان گئے تھے۔

یہ بھی حضرت کے سامنے آئے۔ اور سلام کرکے عرض کیا۔ ”یا ابا عبداللہ! قسم ہی اوس پاک پروردگار کی جسنے آپکے نانا کو پیغمبر بنایا۔ تمام روئے زمین پر اس وقت آپ سے بہتر کوئی نہین ہی۔ اور نہ کوئی آپ کا ہمسر ہے۔ اگر میری پاس

اپنی جان سے زیادہ عزیز کوئی اور چیز ہوتی تو وہ بہی آپ پر تصدق کر دیتا ۔ آپ گواہ رہین ۔ مین دل سے اقرار کرتا ہون کہ مین ہمیشہ کے لیے آپ کا طرفدار ہون "

اتنا کہہ کر صف اعدا کے سامنے کہڑے ہوگئے ۔ بلوائیون نے انکو جو دیکہا تو آپس مین کہنے لگے ۔ ارے ! یہ تو وہی عابس ہے جسکی سپاہ گری کی اکثر معرکون مین دہوم مچی تہی انکو ہٹانا ذرا مشکل کام ہے بس دور ہی سے ان پر تیر باری کرنی چاہیے ۔

عابس نے جو یہ صورت دیکہی تو تلوار کہینچ کر اون پر جہپٹے ۔ اور کوئی دوسو آدمی سے زیادہ سامنے دہر لیے ۔ وہ آگے آگے بہاگ رہے ہین اور یہ اون کے پیچہے لگے ہین ۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تہا کہ گویا ہرنون کی ڈار شیر کے سامنے سے چوکڑیان بہرتی ہوئی بہاگ رہی ہے ۔ جب میدان خالی ہوگیا تو پہر چارون طرف سے فوج نے اون کو گہیر کر شہید کر ڈالا ۔

اس کے بعد یزید ابن زیاد کنانی آداب بجا لا کر حضرت کے سامنے دوزانو بیٹہہ گئے ۔ انکو فن تیر اندازی مین بڑا کمال تہا ۔ جس وقت چلہ مین سوفار جوڑ کر کمان کہینچی تو قادر اندازی نے آگے بڑہکر ہاتہ چوم لیا ۔ انکے بے خطا نشانہ نے پانچ آدمیون کو تو ہدف تیر اجل بنا دیا ۔ اور بہت سے لوگون کو مجروح کیا ۔ غرض کوئی تیر ان کا خالی نہ گیا ۔ جب ترکش خالی ہوگیا تو آسمان کی طرف سر اوٹہا کر کہا " خداوندا ! تو حاضر و ناظر ہے مین حسین کی طرف ہون اور انہین کی رفاقت مین جان دیتا ہون ۔ تو میرا حشر ان کے ساتہ کر "

ہنوز یہ دعا ختم نہوئی تہی کہ دشمنون کا ہجوم ہوگیا ۔ کوئی حربہ ایسا نہ تہا جو ان پر نہ چلا ہو ۔ آخر ان کا بہی خاتمہ ہوگیا ۔

اسکے بعد حنظلہ بن سعد بجلی حضرت کی سامنے آئے۔ اور فوج مخالف کی جانب مخاطب ہو کر کہا۔ ”ای قوم جفا کار! تمکو یاد ہی کہ نوح کی وقت طوفان کیون آیا تھا؟ اور عاد و ثمود کی قوم پر کیسا قہر الٰہی نازل ہو تہا؟ خدا سی ڈرو! کہین تم پر بھی کوئی قہر نہ آجائے دیکھو! اہل بیت کے مقابلہ سے باز آو۔“

حضرت نے فرمایا۔ ”ای ابن سعد! یہ قوم عذاب الٰہی کی مستحق ہو چکی ہے۔ انکو تمہاری نصیحت کوئی فائدہ نہین دیسکتی۔ اب ان سی نیکی کی کیا امید ہی؟ انہون نے ہمارے کیسے کیسے نیکبخت پرہیزگار خدا پرست برادرون کو مار ڈالا۔ اور اب ہماری جان لینے کو کھڑے ہین۔“

حنظلہ نے عرض کیا۔ ”صدقت یا ابن رسول اللہ! اب مجھے بھی اجازت دیجیے۔ مین بھی اپنی بھائیون سی جا کر ملجاتا ہون۔“ آپ نے فرمایا۔ ”جاو۔ تمہارے لیے خدا نے ایک ایسا مقام مقرر فرمایا ہے جو دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔“

حنظلہ یہ بشارت پاتے ہی حضرت کو سلام کرکے مخالفون کی طرف رخ کیا۔ اور اپنی تمامتر کوشش جدال و قتال مین صرف کر دی۔ آخر وہی ہونا تہا جو اون کے ساتھیون کے لیے ہوا۔

اسکے بعد سیف ابن حارث ابن سریع اور مالک ابن سریع حضرت کے قدمون پر گر پڑے اور رونے لگے۔ یہ دونون صاحب آپس مین چچا بھتیجے تھے۔ آپ نے رونیکا سبب پوچھا تو کہنی لگی کہ ہم آپ کے لیے روتے ہین۔ ہم دیکھتے ہین کہ آپکو دشمنون نے گھیر لیا ہی کوئی آپکی مدد کرنیوالا باقی نہین رہا۔ اور ہمکو اونکی دفع کرنیکی قدرت نہین۔ حضرت نے اونکو دعا دی اور فرمایا۔ ”ہمارا خدا مددگار ہی۔ تم جاو۔ ہم بھی تمہارے

پیچھے آتے ہین"۔

وہ دونون صاحب سلام کرکے دشمنونکی صف مین گھس گئے۔ کہان تک لڑین۔ کس کس کو مارین؟ دشمن گویا ٹڈی دل تھے اور یہ صرف دو تن۔ لڑتے لڑتے آخر جانین دیدین۔

ان کے پیچھے اب کوئی نہین رہا جو غنیم سے لڑنے کو جائے۔ تمام اصحاب وانصار کا خاتمہ ہوگیا۔ سب کے سب اہل بیت رسول کی محبت مین جان فدا کر دئے۔ اور اوس عدہ کے مستحق ہوچکے جو اہل بیت کی محبت اور اطاعت کرنے والون کے باب مین خدا نے فرمایا ہے کہ "ومن یقترف حسنۃً نزد لہ فیہا حسناً"۔ "جو شخص ان کی اطاعت کریگا اوس کو بڑھتا اجر ملیگا"۔ واہ ری خوش قسمتی! ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

گیارہوان پان

نیزون کی پہل سے پہولتی ہر شاخسار ہے
باغ محمدی مین ستم کی بہار ہے

زمانہ کی کج رفتاری اکثر لوگون کی زبان پر آیا کرتی ہے ۔ کیون ؟ کیا یہ ساری دنیا کا دشمن ہے ؟ کیا یہ خدائی کا مالک ہے ؟ ایسا تو نہین ہو سکتا پہر یہ کیا بات ہے ؟ جس کو دیکھو اسکا شاکی ۔ جو ہے اس سے ناراض ۔ بات یہ ہے کہ زمانہ ایک حال پر نہین رہتا ۔ ہمیشہ ایک نیا رنگ بدلتا ہے ۔ یہی اسکی شکایت کا موجب ہے ۔

زمانہ کیا ہے ؟ ایک وقت کا نام ہے جسمین دنیا کے کاروبار چلتے ہین ۔ اس کے رنگ بدلنے کے یہ معنے ہین کہ اون کاروبار مین تغیر و تبدل پیدا ہو جاتے جس وقت اس تغیر و تبدل کا اثر انسان کے حالات پر پہونچتا ہے تو بمقتضائے طبع بشری ناگوار گزرتا ہے ۔ اور بمجوائے آیۂ کریمہ "و یدع الانسان بالشر دعاءٗ

باخیر" "انسان بُرائی مانگنے لگتا ہے جیسا کہ وہ بھلائی مانگتا ہے" جب انسان اپنے لیے بددعا کرنے کو نہین چوکتا ہے تو زمانہ کو بُرا کہنا کون بڑی بات ہے، اگر سچ پوچھو تو ہماری شکایت بھی کچھ بیجا نہین ۔ دیکھیے ! ابھی کل کی بات ہے کہ بارگاہ نبوت مین کل ممالک عرب اور عجم کی گردنین جھکتی تھین ۔ یہی ہمارے حضرت امام حسین تمام اسلامی دنیا کے تاج سر اور نور نظر تھے ۔ وہ کون ایسا مسلمان تھا جو ان کے آستانہ پر سر نہین جھکایا ؟ آج اونہین مسلمانون نے ان کے ساتھ کوئی دقیقہ بے مروتی کا اوٹھا نہین رکھا ۔ جنگل مین گھیر کر راہ قریب تمام یار و انصار اور خدم و حشم کو تہ تیغ کیا ۔ اور پھر اوسی طرح شمشیر بکف آمادہ قتل کھڑے ہین ۔ اب حضرت کی خدمت مین سوائے ایک شخص کے جس کا نام سوید ابن عمر تھا کوئی نہین ہے ۔ اسی کو نیرنگ زمانہ کہتے ہین ۔

جب کہ تمام اعوان و انصار قتل ہو چکے تو اب اون لوگون کی باری آئی جن کو خاندان نبوت سے واسطہ ہے اور جو خاص امام حسین کے قرابت دار ہین ۔ ان بزرگوارون نے دیکھا کہ اب بجز ہمارے دوسرا کوئی نہین رہا جو حضرت کے کام آئے ۔ لہذا سب کے سب مستعد ہو گئے ۔

سب سے پہلے حضرت کے بڑے فرزند علی اکبر رخصت لینے کو سامنے آئے ۔ ان کی عمر بائیس سال کی تھی اور جناب رسول خدا سے مشابہ تھے ۔ اوس وقت کی کیفیت کچھ نہ پوچھیے ۔ حریم اہل بیت مین ایک قیامت برپا ہو گئی ۔ ایک طرف بی بی زینب کھڑی رو رہی ہین اور فرماتی ہین کہ مین نے بائیس برس تمہاری خدمت اور ناز برداری اسلیے نہین کی تھی کہ تم میری

آنکھون کے سامنے مارے جاؤ ۔ اور مجھے عمر بھر خون رولاؤ "۔ بی بیو ! خدا لگتی کہو ۔ میرے نانا رسول خدا کی صورت پھر کہان نظر آئے گی ۔ ایک طرف بی بی شہر بانو منہ تکتی ہین ۔ وہ تو نہ روتی ہین نہ کچھ کہتی ہین ۔ ایک سکتے کا عالم ہے ۔ اون کے دل کا حال اون کا چہرہ بتا رہا ہے ۔ ہائے ! یہ تو اون کے پروان چڑھنے کے اور ارمان نکلنے کے دن تھے ۔ کیسا غضب ہو گیا کہ مان باپ سے رخصت لے کر قتل ہونے کو چلے ہین ۔ یہ انبوہ کثیر اور یہ تنہا تن بتقدیر ۔ بچنے کی کوئی امید نہین ۔ ہائے ! ان ظالمون سے کون کہے گا کہ اپنے پیغمبر کی صورت کا تو لحاظ کرو ۔ تمام بی بیان اطراف کھڑی رو رہی ہین ۔ نہ ان کو روک سکتی ہین نہ رخصت کر سکتی ہین ۔ سب کے چہرون پر عالم مایوسی برس رہی ہے ۔ حضرت بھی خاموش کھڑے ہین ۔ کچھ نہین کہتے ۔ کیا کہین ؟ بیٹے کو کس طرح مرنے کی اجازت دین ؟ کون باپ ہوگا کہ جوان بیٹے کا قتل ہونا گوارا کریگا ؟ غضب کی مجبوری انتہا کی مایوسی ہے ۔ آخر پیغام اجل نے اوس وقت کے سکوت کو توڑا ۔ لشکر مخالف سے "ہل من مبارز" کی آواز بلند ہوئی ۔ علی اکبر حضرت کے قدمون پر گر پڑے اور عرض کرنے لگے کہ مخالفین کی شوخی حد سے گزر گئی ۔ وہ ہم کو مجبور سمجھ کر آوازے کسنے لگے ہین ۔ للہ اجازت دیجئے ۔ مین اس قسم کے طعنون کی زیادہ برداشت نہین کر سکتا ۔ حضرت نے ایک آہ کھینچکر اون کو اجازت دی ۔ مگر ساتھ ہی اوس کے آنکھون مین آنسو بھر آئے ۔ اور آسمان کی طرف نظر کرکے فرمایا کہ " اللھم اشھد علی ھولاء القوم فقد ابرز

اللہم غلام اشبہ الناس خلقاً و خُلقاً و منطقاً برسولک وکنا اذا اشتقنا الی نبیک نظرنا الی وجہہ " خداوندا! تو گواہ رہنا۔ اس قوم کے سامنے وہ شخص جاتا ہے جو تمام مخلوق میں بلحاظ صورت کے اور سیرت کے اور بات چیت کے تیرے پیغمبر سے بہت مشابہت رکھتا ہے اور جس وقت ہم لوگ تیرے پیغمبر کے دیکھنے کے مشتاق ہوتے تھے تو اوس کے چہرہ انور کو دیکھ لیتے تھے ۱۲

حمید کہتا ہے کہ حضرت شدت غم سے بیٹھ بیٹھ جاتے تھے اور آسمان کی طرف سر اوٹھا کر فرماتے تھے کہ اے پروردگار! تو دانا و بینا ہے میں نے اپنے علی اکبر کو تیرے پیغمبر کی امت پر فدا کر دیا ہے۔

علی اکبر جب ہتیار سج کر میدان میں آئے تو سب کو دھوکا ہو گیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس تشریف لائے ہیں۔ کسی کو ان کے مقابلہ کی جرات نہوئی۔

عمر ابن سعد نے دیکھا کہ کوئی سپاہی ان کے سامنے نہیں جاتا تو اوس نے ایک پورے کالم کو حکم دیا کہ ان کو چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر ڈالیں۔ فوج کا آگے بڑھنا تھا کہ علی اکبر نے تلوار کھینچکر کہا۔ "انا علی ابن الحسین ابن علی۔ نحن و بیت اللہ اولی بالنبی۔ تاللہ لا یحکم فینا ابن البغی۔ کیف تردن ستری عن ابی" اور حملہ کر دیا۔ جس طرف جھکتے تھے صف کی صف چوپٹ ہو جاتی تھی۔ تلوار اگر بجلی تھی تو گھوڑا ہوا تھا۔ وہ چمکنے سے پیشتر گرتی تھی۔ اور یہ سانس لینے نہیں دیتا تھا۔ اس حملہ میں دشمن کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک سو بیس

کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی
حیدرآباد دکن

آدمی قتل ہوگئے ۔ اور جو باقی رہے وہ بھاگ کر میدان خالی کر دیئے ۔ علی اکبر نے دیکھا کہ اب کوئی سامنے نہین ہے تو پلٹ کر حضرت کے پاس آئے اس ہیئت سے کہ سراپا زخمون مین چور ہین تمام جسم خون آلود ہے اور تشنگی کی شکایت کرنے لگے ۔ حضرت نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ اے جان پدر تم خوب جانتے ہو کہ اس وقت ایسا سوال بے محل ہے مگر چونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ "واما السائل فلا تنہر" لہذا اوس کی تعمیل ضرور ہے ۔ آؤ ! ہم تمہارا سوال پورا کر دیتے ہین ۔ جب علی اکبر حضرت کے قریب ہوئے تو آپ نے اپنی زبان مبارک اون کے منہ مین دی جس سے علی اکبر کی تشنگی رفع ہوگئی ۔ ※

اس کے بعد علی اکبر پھر میدان مین تشریف لے گئے ۔ اب کے حملہ مین بھی بہت سے لوگ ان کی تلوار کے نذر ہوئے ۔ کہتے ہین کہ اس دفعہ اسی آدمی مارے گئے ۔ تمام فوج مین تہلکہ پڑ گیا ۔ دشمن سامنے سے بھاگے چلے جاتے تھے اور یہ اون کے پیچھے شیر کے مانند جھپٹے جا رہے تھے ۔

※ یہ معجزہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو ورثتاً حضرت امام حسین کو پہونچا تھا ۔ دشت کربلا مین جب اہل بیت پر پانی کی کشش ہوئی اور اطفال حرم محترم پیاس کے مارے بیتاب ہونے لگے تو جن بچون پر زیادہ سختی گزرتی تھی حضرت اون کے منہ مین اپنی زبان دیتے تھے ۔ اور اون کی تشنگی رفع ہو جاتی تھی ۔ اسی خیال سے علی اکبر نے بھی حضرت سے اپنی تشنگی کی شکایت کی تھی ۔ منہ

یہان تک کہ قلب لشکر مین گھس گئے ۔ پھر تو سارا لشکر اون کو گھیر لیا چارون طرف سے تلوار اور نیزے ان پر چلنے لگے ۔ تمام بدن زخمون مین چور ہو گیا ۔ ایک پر ان کا ہاتھ چلتا تھا تو دس کے ان پر ہاتھ پڑ جاتے تھے ۔ کس کس کو روکین اور کس کس سے مقابلہ کرین ؟ ایک سر ہزار سودا کی مثال پوری ہو گئی ۔ اس مین منقذ بن نعمان نے ایک نیزہ پشت مین ایسا مار دیا کہ سینہ سے پار ہو کر سامنے نکل آیا ۔ اور ایک دوسرے نے سر پر تلوار کا ایسا گہرا زخم لگایا کہ سر پھٹ گیا ۔ علی اکبر حالت غشی مین گھوڑے کی گردن سے لپٹ گئے اور گھوڑا اون کو لے کر بھاگا ۔ فوج کی کثرت کے باعث گھوڑے کو کہین راستہ نہین ملتا تھا ۔ ادہر ادہر دوڑتے دوڑتے ایک طرف سے نکل کر جنگل مین ہو گیا ۔ اب علی اکبر کی غشی حد سے تجاوز کر کے بستر مرگ پر پہونچا دی ۔ اور وہ گھوڑے سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑے ۔ اب گھوڑا ان کے اطراف چکر لگا رہا ہے اور پکارتا جاتا ہے ۔ مگر وہان کون دیکھنے والا تھا ؟ جو اس حالت کو دیکھے اور حضرت کو اطلاع دے ۔ مگر تعلق دلی کب چھوٹ سکتا ہے ؟ علی اکبر کی محبت نے حضرت کے دل کو خبردار کر دیا ۔ میدان جنگ خالی اور فوج کو سکون کی حالت مین دیکھ کر سمجھ گئے کہ علی اکبر کا خاتمہ ہو گیا ۔ فرزند کی تلاش مین ۔ نہین نہین ۔ فرزند کی لاش کی تلاش مین گھوڑا بڑھا کر میدان جنگ مین گئے ۔ مقتولون مین کہین پتہ نہین لگا ۔ حیران ہو کر ادہر ادہر نظر دوڑانے لگے ۔ کہین سراغ نہین ملا ۔ آخر لشکر کے باہر چلے ۔ دیکھین ۔ کہین جنگل مین تو نہ پڑے ہون ۔ جنگل مین پہونچتے ہی

حضرت کا گھوڑ بھڑک گیا۔ ہزار طرح سے سمجھاتے ہین۔ روکتے ہین۔ مگر نہ وہ مانتا ہے نہ رُکتا ہے۔ ایک سرپٹ مین اوس مقام پر جا پہونچا جہان علی اکبر کا گھوڑا چکر لگا رہا تھا۔ حضرت نے گھوڑے کو دیکھتے ہی جان لیا کہ میرا لعل گم شدہ یہین ہے۔ قریب جا کر دیکھا تو رمق جان باقی ہے۔ اب ہم کیا بتائین کہ حضرت نے کیا دیکھا؟ وہ ظالم نیزہ علی اکبر کے کہان لگا۔ اور کس طرح جگر کو توڑ کر سینہ سے پار ہوا۔ اور وہ صورت جو ہمشکل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھی جلاد کی تیغ سے کیسی دو پیکر ہوئی۔ اور وہ جسم نازنین جو پھول سے زیادہ نرم و نازک تھا تلوار کے زخمون سے کیسا چور چور ہوا۔ جن زخمون کے پیے سوزن عیسی یا مرہم کافور چاہیے تھا اون مین خار مغیلان یا ریگ بیابان بھری ہے۔

حضرت نے جو یہ حالت اپنے لخت جگر نور نظر کی دیکھی تو بے اختیار زبان سے نکل گیا کہ خدا اوس کو ہلاک کرے جس نے تیرا یہ حال کیا۔ ان لوگون نے کتنی بڑی جرأت کی ہے کہ اپنے پیغمبر کے خاندان پر ہاتھ صاف کیا۔ اب دنیا میری آنکھون مین نیست و نابود ہے۔

حضرت امام حسین لاش کے پاس زمین پر بیٹھ گئے۔ اور اپنا ہاتھ علی اکبر کی پیشانی نورانی پر رکھ کر آہستہ آہستہ درود پڑھنے لگے "اللھم صل علی محمد" چاہتے تھے کہ "و علی آل محمد" کہین۔ مگر زبان رُک گئی۔ آواز بند ہو گئی۔ پھر ضبط کر کے کہا کہ خداوندا! تو جس پر درود بھیجتا ہے اوس کی آل کا یہ حال ہے"۔ یہ آواز علی اکبر کے کان مین پہونچی تو آنکھ کھول دی۔ اور کہا۔

“اے بابا جان! ہمارے نانا رسول خدا کھڑے ہین ۔ دو جام آب کوثر کے دونون ہاتھون مین لائے تھے ایک تو مین نے پی لیا ۔ بہت ٹھنڈا پانی تھا ۔ پیاس بجھہ گئی ۔ دوسرا جام آپ کے لیے رکھے ہین اور فرماتے ہین کہ جلد آو مین منتظر ہون“

اتنا کہہ کر علی اکبر نے آنکھہ بند کر لی ۔ گویا سو گئے ۔ اب حشر کے روز اوٹھینگے ۔ حضرت وہان سے اوٹھے اور علی اکبر کی لاش کو اونہین کے گھوڑے پر ڈال کر حرم سرا کے دروازہ پر لائے ۔

بی بی زینب دور سے لاش کو آتی ہوئی دیکھہ کر بے تحاشا کھلے سر باہر نکل پڑین ۔ اور ماتم کرنے لگین ۔ اون کے ساتھہ تمام مخدرات حرم محترم کا شور بکا بلند ہوا ۔ اور ایک کہرام مچ گیا ۔ حضرت نے اپنی بہن کو سمجھا کر اور اون کو اپنی عبا اوڑھا کر خیمہ مین لے گئے ۔ اور سب کو صبر و شکر کی تلقین فرمائی ۔

اس کے بعد عبد اللہ بن مسلم بن عقیل کی نوبت آئی ۔ وہ بھی اسی طرح میدان جنگ مین جا کر اور فوج مخالف سے لڑ کر شہید ہو گئے ۔

اس کے بعد عون اور محمد فرزندان عبد اللہ بن جعفر طیار میدان مین نکلے ۔ یہ دونون صاحبزادے بی بی زینب کے لخت جگر تھے ۔ ان کی عمر بارہ بارہ تیرہ تیرہ برس کی تھی ۔ مگر لڑے اوسی طرح جیسے کوئی جوان سپاہی لڑتا ہے ۔ پھر وہ دونون بھی ایک ساتھہ بہشت کو سدھارے

اس کے بعد عبد اللہ اور عبد الرحمن اور جعفر فرزندان عقیل نکلے ۔ ان کے

سینون مین پہلے سے اپنے بھائی مسلم کے قتل ہونے کے باعث آگ بھڑک رہی تھی اوسپر اس غضبناک واقعہ نے تیل کا کام کیا۔ پھر کیا تھا؟ ایسا دل کھول کر لڑے ہین کہ باید وشاید۔ فوج مخالف نقش دیوار کی طرح منہ دیکھتی رہ گئی۔ اور انہون نے اوس کی صورت بگاڑ دی۔ آخر وہ دونون بھی شہید ہو گئے۔

اس کے بعد قاسم بن امام حسن نکلے۔ ان کی عمر چودہ برس کی تھی۔ نہایت حسین مہ جبین گلفام نازک اندام تھے۔ کہتے ہین کہ ایک پہلوان نامی ازرق شامی سامنے کھڑا تھا۔ اور اوس کے چار بیٹے جوان داہنے بائین سپر تلوار لیے ہوئے جنگ پر تلے کھڑے تھے۔ جب قاسم میدان مین آئے تو عمر ابن سعد نے ازرق سے کہا۔ دیکھو! یہ ہاشمی لڑکا کتنی جرارت کا ہے۔ ہزارون سے آنکھ نہین جھپکتی۔ جاو۔ اس کو مار لو۔ ازرق نے اپنے ایک بیٹے سے کہا۔ تمہارے لیے یہ ایک چھوٹا سا شکار ہے جھپٹ کر لے لو۔ اوس نے سمجھا کہ یہ ایک کم سن لڑکا ہے اسکا مار لینا کوئی بڑا کام نہین ہے۔ مگر قاسم کی شجاعت کب مانتی تھی کہ اس بات کی برداشت کرے۔ تڑپ کے بول اوٹھے کہ تم کیون نہین آتے؟ ذرا سامنے آکر ہاشمیون کی تلوار کو دیکھو کہ کس گھاٹ پر اوتارتی ہے۔ ہم اگرچہ پیاسے ہین مگر تم کو تو خون مین نہلا دینگے۔ ازرق نے کہا۔ مجھے بچون سے لڑنے کو شرم آتی ہے۔ اگر علی ہوتے تو البتہ اون سے مقابلہ کرتا۔ وہ میری برابری کے تھے۔ تم کو تو میرا لڑکا بھی بہت ہے۔

اتنے مین ازرق کا ایک بیٹا سامنے آیا۔ ان سے اون سے دو دو چار چار ہاتھ ہوگئے۔ وہ بھی اپنے کو بچا لیا۔ اور یہ بھی اوس کے وار خالی کر دئے۔ آخر کار قاسم کا ایک ہاتھ ایسا بھرپور پڑا کہ گردن قلم ہوگئی۔

یہ کیفیت دیکھ کر اوس کا دوسرا بھائی لپکا۔ وہ بھی ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پھر تیسرا بھائی آیا۔ قاسم کی تلوار نے اوس کا بھی کام تمام کر دیا۔ پھر چوتھا آیا۔ وہ بھی اپنے بھائیون کے پیچھے چلا گیا۔

اب ازرق بذات خود تڑپ کر نکلا۔ چارون بیٹون کے مارے جانے سے اوس کا دل جل گیا تھا۔ بن بلائے موت کا مہمان ہوگیا۔ وہ ایک خرانٹ جہاندیدہ۔ بیسیون جگہ تجربہ اوٹھایا ہوا۔ اور یہ بالکل ناتجربہ کار۔ کبھی گھر سے باہر نہین نکلے۔ نکلے تو ابھی نکلے۔ اس پر کم سن بلکہ یون کہنا چاہیے کہ بالکل بچپن۔ گویا ہونٹھون کا دودھ اب تک نہین سوکھا تھا۔ انکی نسبت ازرق کا خیال کوئی بیجا نہ تھا۔ لیکن خدا کی قدرت۔ یا ان کے گھر کا معجزہ تھا کہ دو چار ہاتھ آپس مین ہوکر قاسم کا ایک ہاتھ اوس کے سر پر پڑ گیا۔ بس عقل حیران ہے کہ فولادی خود اور چار آئینے کٹ کر پہلو سے ایسا نکل گیا جیسا مسکے مین سے بال نکل جاتا ہے۔

اس ضرب سے جناب مشکل کشا کا وہ ضرب یاد دلا دیا جو جنگ خیبر مین مرحب پر پڑا تھا۔ ازرق تو دو ہوکر زمین پر گر پڑا مگر ساتھ ہی اوس کے ان کا جھوک اس طرح نکلا جس طرح ہاتھ خالی جانے سے جھوک نکل جاتا ہے۔ قاسم سنبھلنے نہ پائے تھے کہ خود عمر ابن سعد نے قابو پاکر تلوار کا ایک ہاتھ سر پر مار دیا۔

جس کے صدمہ سے قاسم زمین پر گر پڑے ۔ اور حضرت کو پکارے ۔ حضرت نے دوڑ کر عمر بن سعد پر ایک وار کیا ۔ اوس نے اپنے بائین ہاتھ پر روکا تو قلم ہو گیا ۔ پھر تو بہت سے لوگ دشمن کے دوڑ پڑے اور قاسم کے جسم کو تلوارون سے چور چور کر دیا ۔ حضرت نے قاسم کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو صرف اون کے پانون ہلتے تھے ۔

اس حادثہ سے حضرت کو بڑا رنج ہوا ۔ اور فرمایا "بہت دور ہو گئی خدا سے وہ قوم جس نے تجھے قتل کیا ہے ۔ تیرے مدعی حشر کے روز تیرے نانا ہون گے ۔" پھر فرمایا ۔ "اب کیا فائدہ ہے ۔ میرا اور دل نہ یہ سنتا ہے نہ کچھ جواب دیتا ہے ۔ کیا کیا جائے ۔ دشمن تو بہت ہین اور مدد کرنے والا کوئی نہین رہا ۔"

اتنا کہہ کر قاسم کی لاش کو اوٹھایا ۔ دل قابو مین نہ تھا ۔ ہاتھ پانون یاری نہین دیتے تھے ۔ لاش پوری نہ اوٹھ سکی ۔ پانون زمین پر گھستے تھے ۔ اس حال سے حرم سرا کے دروازہ پر پہونچے اور بآواز بلند کہا ۔ "قاسم کی مان سے کہو ۔ اپنے فرزند کا آخری دیدار دیکھ لین ۔"

حریم اہل بیت مین اس سانحہ سے جو کچھ شور و شین ہوا اوس کا حال کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے ۔ خصوصاً وہ بین جو قاسم کی شادی کے متعلق تھا ۔ شادی کا سارا سمان اوس وقت بندھ گیا جو بموجب وصیت امام حسن کے امام حسین کی بڑی صاحبزادی بی بی فاطمہ کبری کے ساتھ قرار پائی تھی ۔

قاسم کی مان کہتی ہین ۔ بی بیو! دولہا برات چڑھ کر آیا ہے ۔ دیکھو تو ۔ براتی کیسے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین ۔ رنگ مین کیا ڈوبے ۔ یون کہو ۔ لہو مین نہائے ہین ۔ دولہا سر سے پانون تک پہولون کے عوض لعل و یاقوت کا زیور پہنا ہے ۔ ہار گجرے بدہیان زیب بدن ہین ۔ مسندیں کا زخم تو سب پر طرہ ہے ۔ مین قربان! سہرا کتنا پیارا ہے ۔ بجائے مقیش کے تارون کے خون کی دہاریان چاند سے منہ پر کیسے لہرا رہی ہین ۔ مہندی صدقے ہوئی ۔ یہ رنگ کہان سے لائے گی ۔ ہاتھ پانون سے خون ٹپک رہا ہے ۔ کیسی دہوم دہام کی شادی ہے ۔ ایسی شادی تم نے کبہی دیکھی ہے؟ برابر تین روز تک بہوک پیاس کی دعوت ہوئی ۔ سارے کنبے کے لوگ وہ وہ غم کہائے ہین کہ حشر تک کی سیری ہوگئی ۔ آج جو تہا روز برات کا ہے ۔ کیسے کیسے چنے ہوئے جوانان بنی ہاشم بجائے بکرون کے ذبح ہو رہے ہین ۔ سنو تو! جنگ کے نوبت نقارے کیسے دہون دہون بج رہے ہین ۔ کیسا شور و غل ہے کان پڑے آواز نہین آتی ۔ بی بیو! یہ نئے طور کی شادی ہے ۔ ہان ہان ۔ قتل کے بیڑے سب کو پہونچ چکے ہین ۔ کوئی باقی نہین ۔ شربت خوری کی رسم تو سب پر بانٹ کر دی ۔ شربت شہادت شربت نبات کا مزہ دے رہا ہے ۔ جو پیتا ہے پہر بات نہین کرتا ۔ چپکے سے نقد جان نذر کر دیتا ہے ۔ ارے لوگو! حضرت سے کہو ۔ دولہے کا باپ تو بہشت کو سدہارا ہے ۔ اب آپ ہی

دونون طرف کی رسمین کرین ۔ عورتون کی رسمین کون کرے گا ؟ بڑی سالی فاطمہ صغریٰ تو اپنے وطن مین ہے ۔ وہ یہان کیسے آسکتی ہے ؟ خیر ۔ چھوٹی سالی سکینہ ہی کو ورمان٭ بنا دو ۔ مین اوس کا نیگ بھی اسی کو دیدون گی ۔ سالے کا حق دولہا کبھی بھول نہین سکتا ۔ علی اکبر کہان ہین ۔ اون سے کہو ۔ مین واری ۔ تم زیادہ اصرار نکرو ۔ دولہے کو اندر آنے دو ۔ کیا دولہن کا بناو سنگار اب تک نہین ہوا ؟ تخت عروسی پر لاکر کیون نہین بٹھا دیتے ؟ جہیز کا سامان باہر کیون نہین نکالتے ؟ مین کب تک انتظار کرون ؟ ہماری سمدہن ہم سے کیون رُس گئین ؟ بات تک نہین کرتین ۔ اچھا ! مین بھی علی اکبر کی شادی مین نہ آون گی ۔ ای ہے ! یہ کیسا شرمیلا دولہا ہے ۔ آنکھین بند کیے مسکراتا پڑا ہے ۔ شادی کی خوشی کس کو نہین ہوتی ؟ مگر دولہا اتنا نہین شرماتا ۔ میرے لال ! اوٹھو مان صدقے گئی ۔ کب سے کھڑی پکار رہی ہے ۔ اوٹھو ۔ آرسی مصحف بیچ مین رکھہ کر ذرا دولہن کا منہ تو دیکھہ لو ۔ اگر اب نہ دیکھو گے تو کیا حشر کے روز جنت مین دیکھو گے ؟ دولہن کے ساتھہ ابھی سے ایسی بے مروتی

٭ ورمان اوس عورت کو کہتے ہین جو بیاہ کی رسومات مین معتمد م گردانی جاتی ہے ۔ اور تمام رسوم اوسی کے ہاتھہ سے ادا کیے جاتے ہین ۔ یہ خدمت عموماً اوس عورت کو ملتی ہے جو کہ دولہا یا دولہن کی قریب کی رشتہدار ہوتی ہے ۔ جیسے مان یا بہن وغیرہ ۔ منہ

اچھی نہین ۔ کیون؟ روٹھہ کیون گئے؟ (بہت سو چکے) اب اوٹھہ بیٹھو ۔ (ہاتھہ پکڑکر کھینچتی ہین) اے ہے! یہ کیسی قیامت کی نیند ہے؟ کتنے دن جاگے تھے؟ کروٹ تک نہین بدلتے؟ ارے لوگو! تم تو بھی جگاؤ ۔ وقت ہاتھہ سے جاتا ہے؟" یہ فقرہ غضب کر دیا سب کے سب بے اختیار چلّا اوٹھے ۔

جب قاسم کو رو چکے تو اون کے دوسرے بھائی عبداللہ اور ابوبکر اور حسن مثنیٰ میدان جنگ کو روانہ ہوئے ۔ اون کی مان پر اب یہ دوسری مصیبت ہے ۔ تینون فرزند ایک ساتھہ مرنے کو چلے ہین ۔ امام حسن کا گھر خالی ہو رہا ہے ۔ غور کرنے کا مقام ہے ۔ بی بی فاطمہ زہرا کی روح پر کس قدر صدمہ ہوگا ۔ اگر وہ آج زندہ رہتین تو ناظرین اون کی حالت دیکھتے ۔ اولاد کے مرنے کی آگ بہت بری ہوتی ہے ۔ سب کو معلوم ہے کہ مان باپ کا دل جل کر کباب ہو جاتا ہے ۔ جینے کا مزا جاتا رہتا ہے ۔ یہان تو ایک نہین ۔ دو نہین ۔ چار نہین ۔ دکھہ نہین ۔ آزار نہین ۔ ننھے بچے نہین ۔ دودھ پیتے نہین ۔ بارہ پندرہ بیٹے ۔ جوان جوان ۔ اچھے بچے ۔ ہاتھہ منھہ کو آئے ہوئے ۔ ہونہار کم سن ۔ پھولنے پھلنے کے دن ۔ تلوار کی دھار پر ایک ہی روز ۔ ایک ہی وقت ۔ ایک کے پیچھے ایک کٹ جا رہے ہین ۔ کوئی پوچھتا نہین کہ ایسے ہونہار پودے کیون کاٹتے ہین؟ کوئی بولتا نہین کہ غریب مظلوم مسافرون پر ایسا ظلم کیون کرتے ہین؟ کیا غضب کی بات ہے ۔ لکھنے والی کا جگر پھٹتا ہے

سننے والے کو رونا آتا ہے ۔ پھر فرمائیے کہ مان باپ کا دل کیا کھٹا ہوگا؟ افسوس! ہزار افسوس!

غرض وہ تینون بھائی اجل کے سامنے گئے اور ہاشمی شجاعت اور حیدری سطوت دکھا کر راہی فردوس برین ہوئے [*]

اس کے بعد حضرت کے بھائیون کی نوبت آئی ۔ پہلے عبداللہ ابن علی اون کے بعد عثمان ابن علی ۔ اون کے بعد جعفر ابن علی ۔ اون کے بعد محمد ابن علی ۔ اون کے بعد ابوبکر ابن علی ۔ اون کے بعد عون ابن علی اون کے بعد اصغر ابن علی میدان کارزار مین آتے گئے اور زور ید اللّٰہی دکھا کر

---

[*] میدان جنگ مین حسن مثنٰی بہت سے زخم کھا کر لاشون مین پڑے تھے مگر کچھ ایک رمق جان باقی تھی ۔ جس وقت عمر ابن سعد کے حکم سے دوسرے روز سب شہیدون کے سر کاٹنے لگے تو اسماء ابن خارجہ نے انکو زندہ دیکھ کر سپاہیون سے کہا کہ میری خاطر سے ان کو چھوڑ دو ۔ مین ان کو ابن زیاد کے سامنے لے چلتا ہون اگر ابن زیاد کو ان کے حال پر رحم آگیا اور جان بخشی کی تو خیر ورنہ اوس کو اختیار ہے جو چاہے کرے ۔ یہ شخص حسن مثنٰی کا مامون تھا ۔ اوس کی خاطر سے ان کا سر اوتارا نہین گیا ۔ اور اوس نے ان کو کوفہ کو لیجا کر ابن زیاد سے سفارش کی ۔ ابن زیاد نے کہا ۔ اچھا ابی حسان کی خاطر سے اوس کے بھانجے کو چھوڑ دو ۔ اس ذریعہ سے حسن مثنٰی کی جان بچ گئی ۔ خدا کو منظور تھا کہ امام حسن کی اولاد دنیا مین باقی رہے ۔ آگے چل کر حضرت امام حسین کی صاحبزادی فاطمہ کبریٰ کی شادی ان کے ساتھ ہوئی ۔ منہ ۔

نوبت بہ نوبت جام شہادت نوش کرتے گئے ۔

ان سب کے بعد عباس ابن علی علمدار نے قصد فرمایا ۔ یہ ثانی اسد اللہ تھے ۔ کشیدہ قامت ۔ سہی بالا ۔ قمر طلعت ۔ جوان رعنا ۔ لوگ ان کو ماہ بنی ہاشم کہتے تھے ۔ ان کی بہادری اور سپاہ گری کا تمام عرب اور عجم مین چرچا تہا ۔ صورت مین ۔ سیرت مین ۔ شجاعت مین ۔ مہابت مین بحکم "الولد سر لابیہ" بالکل حضرت علی مرتضیٰ کے مشابہ تھے ۔ جس وقت یہ میدان جنگ مین چلے ہین حریم اہل بیت مین "العطش العطش" کا شور ہو رہا تہا ۔ حضرت کی چھوٹی صاحبزادی بی بی سکینہ جنکی عمر چار سال کی تھی دوڑ کر عباس کا دامن پکڑ لین ۔ اور چھوٹے چھوٹے ہاتھہ جوڑ کر بہت ہی عاجزی سے کہنے لگین ۔ "چچا مین صدقے ۔ آتے آتے میرے لیے ذرا سا پانی لیتے آنا ۔ پیاس سے جان جا رہی ہے ۔ دیکھو تو ۔ میرے ہونٹھہ منہ کیسے سوکھہ گئے ہین ۔ کب سے پانی نہین ملا ۔ کیا تم کو ذرا بھی ترس نہین آتا ؟"

لڑکی کی باتون سے عباس کا دل قابو مین نہ رہا ۔ بے اختیار آنسو ٹپک پڑے ۔ اب نہ دل مانتا ہے ۔ نہ لڑکی مانتی ہے ۔ عجب کشمکش مین گرفتار ہین ۔ جھوٹھہ موٹھہ سمجھا نہین سکتے ۔ نہر سے پانی لا نہین سکتے ۔ کرین تو کیا کرین ۔ لڑکی کو دیکھتے ہین تو چہرہ باسی پھول کی طرح اوداس ہے ۔ پیاس کے مارے انتہا درجہ بد حواس ہے ۔ پانی کو دیکھتے ہین تو لوہے کے قلعہ مین نظر بند ہے ۔ اوس کا توڑنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے ۔

آخر لاچار ہوکر کہا۔ "اچھا۔ مشکیزہ تو لاؤ۔ اگر پانی مل گیا تو لائین گے نہین تو پہر تمہین منہ نہ دکھائینگے"

لڑکی کے چہرہ پر اتنی ہی بات سے تازگی آگئی۔ اوس نادان معصوم کو معلوم تہا کہ پرسون انہین نے پانی لاکر سب کو پلایا تہا۔ اب بہی ضرور لائینگے۔ خوشی خوشی دوڑکر مشکیزہ اوٹہا لائی۔

عباس نے اپنے علم کے برابر مشکیزہ بہی کندہے سے لگالیا۔ اور حضرت سے رخصت ہونے کو آئے۔

حضرت نے عباس کو اس ہیئت سے آتے ہوئے دیکہا تو فرمایا۔ "ای سقاء اہل بیت! کیا تم بہی ہم کو چہوڑ دیتے ہو؟ اب ہمارا مددگار تمہارے سوائے کون رہا ہے؟"

یہ فقرہ عباس کے دل مین نشتر کی طرح چبھ گیا۔ ایک آہ جگرسوز کہینچکر کہا۔ "خداوند نعمت! مین آپ کا خانہ زاد ہون۔ آپ نے بچپن سے میری پرورش فرمائی۔ چہوٹے سے بڑا کیا۔ مین بہائی نہین آپ کا غلام جان نثار ہون۔ غلامون کا کام ہے کہ اپنے آقا پر جان تصدق کرین۔ وقت پر کام آئین۔ حق نمک ادا کرین۔ اب اس سے بڑھ کر خدانخواستہ وہ کونسا وقت آئے گا جس کے لیے مین آپ کا حق نمک اوٹہا رکہون۔ مجہے تو لازم تہا کہ سب سے پہلے اپنی جان آپ کے قدمون پر نثار کرتا۔ مگر خدمت علمداری اس کی اجازت نہین دی۔ جب فوج کٹ گئی تو علم بیکار ہوگیا۔ اب مجہے کوئی عذر باقی

بانہین رہا ۔ للہ اجازت دیجئے ۔

حضرت نے فرمایا ۔ "عباس ! تم ایسی باتین نکرو ۔ میرا کلیجا پھٹتا ہے ۔ تم ہمارے والد کی یادگار ہو ۔ جب مین تم کو دیکھتا ہون تو والد کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہے ۔ میرے لیے علی اکبر کا داغ کیا کچھ کم ہے ؟ جو تم اپنی جدائی کا داغ دیتے ہو ۔ آخر ہمارے بعد بھی تو عورتون بچون کو کوئی سنبھالنے والا چاہیے ۔ ہم کو پہلے مر جانے دو ۔ پھر تم کو اختیار ہے

عباس نے عرض کیا ۔ خدا مجھے وہ وقت نہ دکھائے کہ آپ کی لاش اپنی آنکھون سے دیکھون ۔ علی اکبر کی لاش جو مین نے دیکھی ہے وہی بس ہے ۔ وہ تو خون مین نہا کر جنت کو سدھارے ۔ اور مین عرق ندامت مین ڈوب گیا ۔"

ادھر یہ باتین ہو رہی تھین ادھر لشکر مخالف سے "ہل من مبارز" کے نعرے کیے جانے لگے ۔ عباس بہ منت حضرت سے رخصت لیکر میدان مین آئے ۔ لشکریون نے ان کو چارون طرف سے گھیر لیا ۔ عباس نے اون کو بہت ہی نرمی سے کہا ۔ "بھائی سنو ! مین تم سے لڑنے کو نہین آیا ہون ۔ میری خواہش صرف یہ ہے کہ تھوڑا سا پانی اس مشکیزہ مین بھر کر بچون کے لیے لے جاون ۔ چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے بیتاب ہو رہے ہین ۔ اگر قصوروار ہین تو ہم ہین ۔ ہم کو جو چاہو سو کرو ۔ مگر بچون نے کیا قصور کیا ہے ؟ وہ تو معصوم بیگناہ ہین ۔

اور تمہارے پیغمبر کے خاندان کے ہین۔ ان کے حال پر تو رحم کرو"۔

مگر وہ کب سنتے تھے؟ اس کے جواب مین تیر برسانے لگے۔

عباس کا ارادہ تھا کہ بہر صورت پانی ملنے کا کوئی راستہ نکل آئے پھر دیکھہ لیا جائے گا۔ اب اون کی سرکشی جو دیکھی تو تلوار کھینچ کر ایک حملہ حیدری کر دیا۔ چار ہزار سوار سامنے سے ایسے بھاگے جیسے شیر کے سامنے بکریان بھاگتی ہین۔ جب میدان صاف ہو گیا تو نہر کی طرف رخ کیا۔ مگر لب نہر پھر ان کو گھیر لیا۔ عباس نے نیزہ اوٹھا کر پھر اون پر حملہ کر کے پراگندہ کر دیا۔ اور نہر کے کنارے پر پہونچے۔ چاہتے تھے کہ پانی مین اوتر کر مشک بھر لین۔ اتنے مین اون لوگون نے پھر ہجوم کیا۔ اب کی دفعہ تلوار سے اون کا مقابلہ کر کے اون کو پس پا کیا۔ اس کشمکش مین اتی آدمی فوج مخالف کے مارے گئے۔ اور خدا کے فضل سے علی عباس اب تک محفوظ رہے۔ اب خاطر جمعی سے نہر مین اوتر کر مشکیزہ بھر لیا۔ اور چلّو مین پانی لیکر پینے کا ارادہ کیا۔ مگر ساتھہ ہی اوس کے حضرت کی تشنگی اور اطفال اہل بیت کی بیتابی یاد آگئی۔ دل سے کہا۔ "وائے بر حال عباس! جگر گوشۂ رسول مقبول راحت جان بتول تو پیاسا ہے اور مین پانی پیون؟ اے نہر فرات! تو مجھ پر حرام ہے۔ جب تو امام دو جہان کے کام نہ آئی تو میرے کس کام کی؟ ہاتھہ سے پانی پھینک کر مشکیزہ کندھے سے لگا لیا۔ اور حرم سرا کی طرف رخ کیا۔

عمر ابن سعد نے فوج کو للکارا۔ دیکھو خبردار! عباس کو جانے نہ دو۔ انہون نے تم کو زک دیکر اپنا کام پورا کیا ہے۔ اگر کچھ غیرت ہے تو چلّو بھر پانی مین ڈوب مرو۔

اسپر سپاہی جوش مین آگئے ۔ تمام سوار اور پیادون نے اون کو اپنے حلقہ مین لے لیا ۔ ایک طرف سے تیر برستے تھے ۔ دوسری طرف سے نیزے چلتے تھے ۔ علی عباس ان سب کا مقابلہ کرتے جاتے تھے ۔ جدہر پھرتے تھے ایک دم سے سب کو بھگا دیتے تھے ۔ پھر وہ سمٹ کر آتے تھے اور چارون طرف سے ہتیار چلاتے تھے ۔ اب علی عباسؑ زخمون مین چور ہوگئے ۔ ہر طرف کے بلوہ سے پریشان تھے ۔ اگر کوئی لڑنے والا سامنے آئے تو سپاہ گری کے جوہر دکھائین ۔ بزدل مکارون کا کیا علاج ہے ۔ سامنے ہوتے نہین ۔ پیچھا چھوڑتے نہین ۔ ان سے خدا سمجھے ۔ اتنے مین زید بن ورقا اور حکیم بن طفیل طائی نے دہوکا دیکر پیچھے سے ایک ضرب تلوار کی سیدہے شانہ پر لگادی جس سے عباسؑ کا سیدہا ہاتھ شانہ سے جدا ہوکر گر پڑا ۔ پھر عباسؑ نے مشکیزہ بائین شانہ سے لگاکر بائین ہاتھ مین تلوار لی اور بائین ہاتھ سے دشمنون پر وار کرنے لگے ۔ پھر اوسی ظالم نے قابو کرکے بایان ہاتھ بھی شانہ سے اوڑا دیا ۔ اب عباسؑ نے مجبور ہوکر مشکیزہ دانتون مین پکڑ لیا اور گھوڑے کو ایڑ کیا ۔ مگر نکل جانے کا راستہ نہ تھا ۔ دشمنون کو ان کے دونون ہاتھ کٹ جانے سے پورا قابو مل گیا ۔ ایک نے تیر مار کر مشکیزہ مین سوراخ کردیا جس سے تمام پانی مشکیزہ سے بہ گیا ۔ ایک نے ان کے سینہ مین ایک تیر مار دیا جو پشت کی جانب سے پار ہوگیا ۔ ایک نے سر پر ایک گرز لگادیا جس کے صدمہ سے سر پھٹ کر غش آگیا ۔ اور گھوڑے سے جدا ہوکر زمین پر گر گئے ۔ اس وقت عباسؑ کو اپنے مرنیکا اتنا غم نہ تہا جتنا پانی کے بہ جانے کا غم تہا ۔ اون کے دل پر

سکینہ کا پانی کو ترسنا نقش ہوگیا تھا۔ دشمنون کو قتل کرنا ایک بات تھی اوس کی تو خوب دل کھول کر آرزو پوری کر لی۔ مگر پانی کو بچانا دوسری بات تھی۔ اس مین مجبور تھے کیا کر سکتے تھے؟ آخر دشمنون کی بن آئی۔ اون کو شہید کر ڈالا۔

حضرت کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو گھوڑا اڑا کر سر نہر تشریف لے گئے۔ وہان جا کر وہ کیفیت دیکھی جو کسی بھائی کو اپنے بھائی کی ایسی کیفیت دیکھنی نصیب نہو۔ ہاتھ ایک طرف کٹ کر پڑے ہین۔ مشکیزہ ایک طرف پھٹا ہوا پڑا ہے۔ لاش ایک طرف خون بھری مٹی مین لت پت پڑی ہے۔ تمام بدن زخمون سے چور چور ہے۔ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے ہین۔ علی عباس کی حالت پر حضرت کو رونا آگیا۔ ہر چند ضبط کرنا چاہا مگر آنسو نہ تھمے۔ بے اختیار نکل پڑے۔ فرمایا کہ "الآن انکسر ظہری وقلت حیلتی" "یعنے اب میری کمر ٹوٹ گئی اور کوشش بیکار ہوئی"۔ لاش کو اوٹھا کر لانا چاہا۔ لیکن زخمون کی اسقدر کثرت تھی کہ تمام بدن پاش پاش ہوگیا تھا۔ اوٹھانے کا موقع بالکل نظر نہ آیا۔ ناچار وہین چھوڑ کر اوٹھے۔ اور اوٹھے تو کمر پکڑ کر اوٹھے۔

اگرچہ عباس حضرت کے علاتی بھائی تھے۔ مگر حضرت کو ان سے دلی محبت تھی۔ اور یہ بھی حضرت کے عاشق تھے۔ باپ بیٹے معلوم ہوتے تھے۔ جتنی محبت حضرت کو علی اکبر سے تھی اوتنی ہی عباس سے بھی تھی۔ یہ اپنی اونتیس سال کی عمر مین کبھی حضرت سے جدا نہین ہوئے تھے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ عباس کا مارا جانا حضرت کو کسقدر رنج پہونچایا ہوگا۔ اور اون کی والدہ ماجدہ ام البنین کا کیا حال ہوا ہوگا۔

جس وقت یہ خبر سنی ہوگی کہ اون کا ایسا شیر دل رشک ماہ کامل اونتیس سالہ بیٹا اور اوس کے ساتھہ دوسرے تین بیٹے جوان جو ان ہمسر سام و نریمان چارون کے چارون لقمۂ شمشیر اجل ہوگئے ۔ اب اون کی کوئی اولاد باقی نہین رہی ۔ گویا اون کی ترکیب حیات کے بھی چار عنصر تھے ۔ جب چارون عنصر نکل گئے تو جسم ایک تودہ خاک ہے ۔ اے بخت نارسا! تو نے اوس بیکس بیوہ کی ضعیفی پر کچھ بھی رحم نہ کیا ۔ اب وہ رو رو کر اپنی جان دیدیگی ۔ تیرا کیا جائے گا؟ افسوس!

بارہوان پان

کیونکر نہ روئین ہم فلک بدسرشت کو
پامال کردیا گل باغ بہشت کو

اب حضرت کے رفقاء اور اقربا، کلہم سب کا خاتمہ ہوگیا۔ شطرنج کی بازی کی طرح ایک ایک کرکے تمام مہرے مارے گئے۔ عباس جو ایک فرزین کے طور پر تھے وہ بھی جاتے رہے۔ صرف حضرت بنفس نفیس باقی رہ گئے۔ توبہ توبہ! مین نے بڑی غلطی کی جو شطرنج کی مثال دی۔ شطرنج مین تو بادشاہ کا بہت پاس ادب کیا جاتا ہے۔ اوس کی نسبت مارنے اور مرنے کا نام تک زبان پر نہین آتا ہے۔ یہان تو معاملہ برعکس ہے۔ اے میرے پیارے ناظرین! ذرا صبر کرو۔ دل کو قابو مین رکھو۔ اب میری زبان یاری نہین دیتی۔ مین کیسا کہون کہ اسکے بعد کیا ہوا۔ آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ خدا ناشناس لوگون سے پالا پڑا ہے۔ وہ تمام فوج اب حضرت پر تلوار اوٹھاتی ہے۔ کون حضرت؟ تمہارے دین و دنیا کے مالک

تمہاری عاقبت بخشانے والے۔ تمہارے پیغمبر کے نواسے۔ خاتون جنت کے فرزند۔ پنجتن پاک کی آخری یادگار۔ حضرت امام حسین کی باری آتی ہے۔ میدان بلاخیز مین حضرت تن تنہا کھڑے ہین۔ آس پاس تمام عزیز واقارب کی لاشین پڑی ہین۔ رنج وملال کا ایک ہجوم ہے۔ کوئی مونس ہے نہ غمخوار ہے۔ جدہر نظر پڑتی ہے حسرت ہی حسرت کا کاروبار ہے۔ عزیزون کا ایک سرے سے سب کا قتل ہوجانا۔ بال بچون کا جنگل مین بے سہارا رہ جانا دل کو پاش پاش کردیا ہے۔ درد جگر کس کو بتائین؟ داستان غم کس کو سنائین؟ تشنگی حد سے گزر گئی ہے۔ تاب وتوان جواب دے چکے ہین۔ اتنے مین دور سے ایک شترسوار نظر آیا۔ وہ آتے آتے میدان کارزار مین پہونچا۔ دیکھا تو تمام لاشین پڑی ہین اور ایک شخص بیچ مین کھڑا ہے۔ وہ حضرت امام حسین ہین۔ مگر اوس نے پہچانا نہین اور نہ اوس کو اس ہنگامہ کی خبر تھی۔ بےدھڑک پوچھنے لگا۔ مدینہ کا قافلہ آپ کو ملا تھا؟ اور آپ کو کچھ اس کی خبر ہے؟ کہ کہان اوترا ہے؟ حضرت نے کہا۔ “کیون بھائی؟ کس لیے پوچھتے ہو؟ مدینہ کے قافلہ سے کیا کام ہے؟” اوس نے کہا۔ “مین ایک خط مدینہ سے لایا ہون۔ حسین بن علی کے نام کا ہے۔ اون کی لڑکی نے دیا ہے۔ مین کسی کام کے لیے کوفہ جانے کے ارادہ سے نکل کر مدینہ مین پہونچا تو ایک مکان کے دروازہ پر ایک لڑکی کھڑی تھی۔ کوئی چھہ سات برس کی ہوگی۔ بہت ہی لاغر و ناتوان تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ بیماری ہے۔ چہرہ اوداس تھا۔ آنکھون سے انتظار کے آثار پائے جاتے تھے۔ مجھے مسافرانہ ہیئت مین دیکھ کر پوچھنے لگی۔ بھیا تم کہان

جاتے ہو۔ میں نے کوفہ کا نام لیا تو اوس نے بہت ہی عاجزی سے کہا۔ ”مین ایک خط دیتی ہون۔ راستہ مین تم کو مدینہ کا قافلہ ملے گا۔ اوس قافلہ کا سردار میرا باپ ہے۔ یہ خط اون کو دے دینا۔ اور زبانی اتنا کہدینا کہ تمہاری فاطمہ صغری تم کو بہت یاد کرتی ہے۔“

حضرت نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔ ”لاؤ بھئی! حسین ابن علی مین ہی ہون۔ اور مدینہ کا قافلہ (لاشون کی طرف اونگلی سے اشارہ کرکے) یہ پڑا ہے۔“

اوس نے خط دیکر پوچھا۔ ”حضرت! یہ جنگ کیسی ہے؟ اور یہ فوج کس کی ہے؟“ آپ نے فرمایا۔ ”بھائی! یہ فوج امیر شام کی ہے۔ جنگ کا سبب نہ پوچھو۔ آگے چل کر تم کو خود بخود معلوم ہو جائے گا۔“

شتر سوار سلام کرکے آگے بڑھا۔ حضرت نے اوس خط کو کھول کر دیکھا تو جا بجا پانی کے دھبے پڑے ہین اور کچھ کچھ حرف پھیل گئے ہین۔ یہ ایک فطرتی امر ہے کہ دل کو دل پہچانتا ہے۔ حضرت کو فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ میری صغری کے آنسو ہین۔ شاید اوس نے خط کو بار بار کھول کر دیکھا ہے۔ اور جوش محبت سے آنسو ٹپک پڑے ہین۔ اوس وقت حضرت کے دل کا حال کچھ نہ پوچھیے۔ کربلا کے میدان مین مدینہ آگیا۔ اپنا گھر۔ مسجد نبوی۔ رسول مقبول کا روضہ۔ اور جنت البقیع کا خطیرہ۔ سب نظر مین پھر گیا۔ ترک وطن۔ سفر کے رنج و محن۔ کربلا کا رن۔ سب ایک ہو گیا۔ اور سینہ مین اسقدر آگ بھڑکی کہ آنکھون مین اندھیرا چھا گیا۔ اب نہ خط نظر آتا ہے۔

نہ ایک حرف پڑھا جاتا ہے ۔ بارے ہزار وقت دل کو تھام کر غور کیا تو لکھا تھا ۔ آپ نے چلتے وقت مجھے یہان اکیلی چھوڑ دیا ۔ مین رونے لگی تو آپ نے کہا تھا کہ گھبراو نہین اپنی دادی کے پاس رہو ۔ ہم تم کو جلدی بلا لینگے ۔ اوس کو پانچ مہینے گزر گئے ۔ مجھے بلانے کو کوئی نہین آیا ۔ اور تمہاری خبر بھی کسی نے نہین لایا ۔ مین روز دروازہ مین شام تک رستہ دیکھتی کھڑی رہتی ہون ۔ سارا دن یاد کر کے روتی ہون دادی کہتی ہین کہ بی بی روو نہین ۔ تمہارے باپ بھائی چچا سب کے سب خیر و خوبی سے جلدی آجائینگے ۔ مگر میرا دل نہین مانتا ۔ سب لوگ یاد آتے ہین ۔ علی اصغر تو بہت ہی یاد آتا ہے ۔ ارے اللہ ! مین کیا کرون ۔ مجھے رستہ معلوم ہوتا تو بھاگتی ہوئی چلی جاتی تھی ۔ مین صدقے ہوتی ہون ۔ مجھے جلدی بلا لو ۔ نہین تو روتے روتے مر جاون گی ۔"

معلوم ہوتا ہے کہ مان باپ کی جدائی اور بھائی بہنون کی تنہائی نے اوس کم سن لڑکی کے دل کو مسوس ڈالا تھا ۔ دیکھو تو ! خط کے ہر ہر فقرہ سے کیسی مایوسی ٹپکتی ہے ۔ اس خط نے حضرت کے دل کے ساتھ وہ کام کیا جو آگ کے ساتھ ہوا کرتی ہے ۔ بے اختیار زبان سے نکل گیا ۔ اے بدنصیب صغرے ! تیری آرزو خاک مین مل گئی ۔ تیرا باپ ۔ تیرے بھائی ۔ تیرے چچا اب تجھے کہان مل سکتے ہین ۔

اوس مقام پر حضرت دیر تک سر بگریبان انواع و اقسام کے خیالات مین ڈوبے کھڑے رہے ۔ اور لشکر مخالف بھی ایک سکوت کے عالم مین

تھا۔ یکایک اس سکوت کو ایک بدبخت نے توڑا۔ اوس نے پیچھے سے آکر ایک تلوار ماری جس سے عمامہ کٹ کر سر مبارک زخمی ہوگیا۔ اور خون بہنے لگا۔ حضرت نے پلٹ کر دیکھا تو مالک ابن بشیر تھا۔ جو ہاتھ چلا کر بھاگ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ خدا تیرا حشر ظالمون کے ساتھ کرے۔ جس ہاتھ سے تو نے مارا ہے وہ ہاتھ تیرے کسی کام پر نہ آئے۔

اوس وقت حضرت وہان سے نکلے اور خیمہ مین تشریف فرما ہوئے اور اہل حرم سے رخصت ہونے اور الوداع کہنے لگے۔ مین کیا بیان کرون کہ حرم سرا مین عورتون پر کیسا صدمہ تھا۔ اور ان کا کیا حال تھا۔ بیکسی اور تنہائی غضب کر رہی تھی۔ اب تک اٹھارہ آدمی جو گھر کے مارے گئے تھے اون کو کوئی نہین روتا۔ سب کو سکتہ ہوگیا ہے۔ حضرت کا جو سہارا تھا وہ بھی اب نکلا جاتا ہے۔ عورتون کی پردہ داری کس طرح ہوگی؟ بچون کی خبرگیری کون کرے گا؟ عابد بیمار کی سنبھال کیسے ہوگی؟ وطن جانے کی کس کو امید ہے؟ اب تو آبرو کے خیال مین جان کی بھی پروا نہین ہے۔ ایسے موقع مین امام زین العابدین بحالت زار بچھونے سے اوٹھ کر لڑکھڑاتے ہوئے حضرت کے سامنے آئے اور کہنے لگے۔ جتنے تندرست اور زور آور تھے وہ تو سب مرچکے۔ ایک مین بیمار اور ناتوان کیون باقی رہون؟ جبکہ اس مصیبت مین علالت بھی ہے اور علالت مین صحت سے مایوسی ہے تو پھر جینا کیسا؟ بہتر ہوگا کہ مین بھی آپ کے سامنے مرجاؤن۔ اگرچہ معلوم ہے کہ جتنے مرگئے اون سے کیا ہوا جو مجھ سے ہوگا۔ مگر جینے مین بھی

تو کچھ مزہ نہین رہا ۔ للہ! مجھے اجازت دیجئے ۔ جیسا بچھونے پر پڑ کے مر جاون گا ویسا ہی میدان مین مر جاون گا ۔ اگر قوت ہوتی تو ایک دو کو مار کر مرتا ۔ مگر کیا کرون بیماری نے مجبور کر دیا ہے ۔

سجاد کی اس تقریر سے حضرت کی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے ۔ اور اہل حرم بھی زار زار رونے لگے ۔ آپ نے اون کو گلے لگا کر فرمایا ۔ ”اے لخت جگر! اے نور نظر! ہم نے مانا کہ تم کو اپنی جان کی پروا نہین ہے ۔ لیکن یہ بھی تو دیکھنا ضرور ہے کہ ہمارے بعد ان عورتون کا اور بچون کا کیا حال ہوگا ۔ اگر تم بھی قتل کیے گئے تو کون دیکھے گا کہ ان پر کیا گزرا ۔ یہ جو مصیبت سر پر آئی ہے کچھ ہمیشہ رہنے والی نہین ہے ۔ کوئی حالت دنیا مین ایکسان نہین رہتی ۔ جیسے راحت کے دن گزر جاتے ہین سختی کے دن بھی نکل جاتے ہین ۔ اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے ۔ کہ ”ان مع العسر یسراً“ سختی کے ساتھہ آسانی ضرور ہے ۔“

پھر حضرت نے امام زین العابدین کا ہاتھہ بی بی زینب کے ہاتھہ مین دیکر فرمایا کہ ”ان کو لے جاو ۔ اور سمجھاو ۔ کہ ان سے پیغمبر کی نسل دنیا مین قیامت تک باقی ۔ اور وہ رموز حقیقت و معرفت ذات سرمدی جو متعلق بہ اسرار ولایت محمدی ہین اون کی تعلیم و تلقین امت مرحومہ مین ان کے ذریعے سے جاری رہنے والی ہے ۔“

اتنے مین بالی سکینہ دوڑتی ہوئی آکر گلے سے لپٹ گئی ۔ اور رو رو کر کہنے لگی ۔ باباجان! کیا تم مرنے کو جاتے ہو؟ اور مجھے جنگل مین اکیلا

چھوڑے دیتے ہو۔ خدا کے لیے ایسا تو نکرو"

اس بات سے حضرت کا دل بھر آیا۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ "پیاری سکینہ! مین کیا کرون۔ جس کا کوئی یار و آشنا نہو۔ اور جس کا کہین ٹھکانا نہ ہو۔ اوس کو بجز مر جانے کے کیا علاج ہے؟"

سکینہ نے کہا۔ "تو پھر ہم کو ہمارے وطن مین کیون نہین پہونچا دیتے؟"

حضرت کے دل سے ایک آہ نکلی۔ کہا۔ "اگر اتنا ہو سکتا تو مین اپنے لوگون کو کیون مرنے دیتا۔ اور تم کو اس جنگل مین کیون چھوڑتا۔"

یہ باتین ایسی نہ تھین جو سننے والون کا دل قابو مین رہنے دیتین۔ حرم سرا مین واویلا مچ گئی۔ اون کو ایسا معلوم ہوا کہ آسمان ٹوٹ پڑا۔ اب انتظار اس بات کا ہے کہ زمین کب پھٹیگی۔ اور کب اوس مین دہنس جائین گے۔

خدا دشمن کو بھی ایسا دن نہ دکھلائے۔ جیسا کہ ہمارے پیغمبر کے خاندان نے دیکھا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم سنتے ہین اور دل نہین دکھتا۔

اسی طرح حضرت ایک ایک کو رخصت کرتے تھے۔ اور صبر و شکر کی تاکید فرماتے تھے۔ سب کے آخر پر طفل شیر خوار علی اصغر حضرت کے سامنے لایا گیا۔ یہ بچہ سب سے چھوٹا حضرت کا فرزند چھ مہینے کا تھا۔ حضرت اوس کو اپنے گود مین لیکر منہ دیکھنے لگے۔ بجائے دودہ کے پانی بھی نہ ملنے کی وجہ سے صورت بالکل سکڑ گئی تھی۔ آنکھون مین حلقے پڑ گئے تھے۔ رونے کی طاقت نہ تھی۔ ایسی حالت مین اوس کو رخصت کرنا

دل کو ناگوار معلوم ہوا۔ اور بسبب شور وشین اہل حرم کے وہان ٹہیرنا بہی ایک مشکل امر تہا۔ لہذا آپ نے اوس بچہ کے ساتہہ تنہائی کی غرض سے گوشۂ بیابان اختیار کیا۔ گوشہ کیسا؟ جس جگہ ہزارون آدمی جمع ہون۔ وہان تنہائی کا کیا گزر ہے؟ مجہے یون کہنا چاہیے تہا کہ مجمع عام مین آگئے اور رفع تشنگی کے ارادہ سے اپنی زبان اوس معصوم بے زبان کے منہ مین دی۔ ہمارے ناظرین تصور کرسکتے ہین کہ حضرت اس وقت کس ہیئت سے کہڑے ہین۔ اور علی اصغر کہان ہین۔ علی اصغر ابہی حضرت کے گلے سے لپٹے ہوئے تہے کہ حرملہ ابن کاہل اسدی نے شست باندہ کر ایک تیر مارا۔ اور وہ تیر سن سے جو آیا تو علی اصغر کے حلق کو چہید کر حضرت کے بازو مین اٹک گیا۔ علی اصغر نے تیر کے لگتے ہی منہ کہول دیا اور خون حلق سے بہنے لگا۔ حضرت نے اوس تیر کو کہینچ کر نکالا تو علی اصغر تڑپنے لگے جیسے مچہلی تڑپتی ہے۔ اور باپ کی صورت دیکہتے دیکہتے مسکرا کر آنکہہ بند کر لی۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ یہ موت بہی عجب عبرت انگیز ہوئی۔ وہ تیر سہ دہارہ۔ زہر آلا۔ وہ نازک ونرم چہہ مہینے کے معصوم بچے کا گلا۔ وہ مقام سراپا محبت آگین اور وہ دل پر شوق امید تسکین۔ یہ سب مل ملا کر ایک ایسی حسرت کا مقام ہے جس کی کیفیت وہی باپ جانتا ہے جس نے ایسے حادثہ کو اپنے سینہ مین جگہ دی ہے۔ جو خون علی اصغر کے حلق سے نکلا اوس کو حضرت نے اپنے ہاتہہ مین لیکر آسمان کی طرف اوچہالا۔ اور بارگاہ کبریائی مین عرض کیا۔ "خداوندا! یہ اوس بچہ کا

خون ہے جس سے اب تک زمین پر پانون بھی نہین رکھا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ یہ میرا طفل بے زبان تیری درگاہ مین ناقہ صالح سے کم نہو گا جس کے مارے جانے کی نسبت تو نے فرمایا ہے کہ "فدمدم علیہم ربہم بذنبہم فسوىها"۔ "اون کے پروردگار نے بسبب اون کے گناہ کے اون پر اولٹ مارا اور زمین کے برابر کر دیا"۔

پھر فرمایا ۔ "جبکہ یہ تمام امور بموجب مشیت ایزدی ہین تو اوسکی برداشت کرنا آسان ہے ۔ اے دل! اتنی بے چینی کیون کرتا ہے؟ ذرا صبر کر ۔ خدا تجھے اس کا اجر دے گا ۔"

اللہ اللہ! صبر و شکر اس کا نام ہے ۔ اور اس طرح دل کو سمجھانا ایسے مقام پر انہین کا کام ہے ۔ سچ ہے ۔ خدا کسی پر کوئی بار ڈالتا ہے تو اوس کی قوت کے موافق ڈالتا ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ہے "لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا" اتنی بڑی بھاری مصیبت کا بوجہ اوٹھانے کی قوت خدا نے حضرت امام حسین ہی کو دی تھی ۔ اور کیون نہ دے؟ ازل ہی سے وہ اس کام کے لیے نامزد ہو چکے تھے ۔

الغرض حضرت علی اصغر کی لاش کو گلے سے لگا کر خیمہ کے دروازہ پر لائے ۔ اور اہل حرم سے کہا ۔ "لو! تمہارا علی اصغر سو گیا ۔" تمام بی بیان دوڑ پڑین ۔ اور وہ کہرام مچا کہ الامان! ام ولد کے دل کا حال کیونکر بیان کیا جا سکتا ہے جس ماں کی گود اس طرح پر بچہ مارا جانے سے خالی ہو جاتی ہے اوس کے دل کی کیفیت کا اظہار ناممکن ہے ۔

حضرت کو اس بچہ کے قتل ہونے کا اتنا رنج ہوا کہ اون کو اپنے زخم بازو کی کچھ بہی خبر نہ تہی۔ جب عورتون کو اس ماتم سے فرصت ملی تو اوس سے زیادہ ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا۔

حضرت کی اب آخری رخصت ہونے کی صورت پیش آئی۔ آپ نے بی بی زینب و ام کلثوم اور باقی اہل حرم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب مین تم سے رخصت ہوتا ہون اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہون۔ وہی تمہارا اور ہمارا سب کا مالک ہے۔ آیندہ تم کو اوسی طریقہ سے صبر و شکر کے ساتھہ اپنی زندگی کے دن پورے کرنے چاہئین جو طریقہ تمہارے خاندان کا ہے۔ دنیا تو کسی صورت سے گزر ہی جائے گی۔ مگر دعا کرتا ہون کہ خدا ہماری اور تمہاری سب کی آخرت درست کرے اور خاتمہ بخیر ہو۔ آمین بحق طہ و یس۔ لو! خدا حافظ۔ انشاء اللہ تعالی ہم اور تم حشر مین ملینگے''

اوس وقت کس کے ہوش و حواس بجاتے جو کچھ کہتے۔ یا روتے چلاتے۔ رونا تو جب آتا ہے کہ ایک نوع کی طمانیت ہو۔ و درد دل سمجھنے کی لیاقت ہو۔ یہان تو طمانیت کوسون دور قوت ادراک کافور تہی۔ پہر کوئی کیونکر روئے؟ اور درد دل کس طرح سمجھے؟ سب کے سب صورت آئینہ سراپا حیرت منہ تک رہے ہین۔ ٹکٹکی بندہی ہوئی ہے۔ گویا کسی آئینہ خانہ مین تصویر دیکھتے ہین۔ کچھ کہتے سنتے نہین۔ ان لوگون کو اوس وقت ہوش آیا جبکہ حضرت حرم سرا کے باہر ہوگئے۔ دروازہ پر عربی اصیل گہوڑا ذوالجناح چپ چاپ کہڑا ہے اور حضرت سواری کا قصد فرما رہے ہین۔ کوئی رکاب تہامنے والا نہین ہے۔

حضرت کی بہنون اور دوسرے اہل حرم نے دوڑ کر گھوڑے کو گھیر لیا اور اطراف تصدق ہونے لگے ۔ کوئی "قل اعوذ برب الفلق" پڑھ رہی ہے ۔ کوئی "وان یکاد" دم کر رہی ہے ۔ اون کے ذہن مین شاید حضرت خیریت سے واپس آئینگے ۔ اے بھولی بھالی پردہ نشینو! تمہارا یہ خیال محال ہے ۔ زمانہ کے تیور بدلے ہوئے ہین ۔ تم اوس سے بھلائی کی امید کیون رکھتے ہو؟ اب حضرت کا واپس آنا کیسا؟ اونکی تو یہ آخری رخصت ہے ۔ بہتر ہوتا ۔ اگر تم اوس کے بدلے مین "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھتین ۔ مگر امید کی صدا بہت میٹھی اور خوش آیند ہوتی ہے ۔ وہ دردمندون کے دلون کو اس طرح لبھاتی ہے جیسے کسی عاشق کو معشوق کی ادا ۔ اوس نے آہستہ سے کان مین کہدیا تھا کہ سختی کے دن ہمیشہ نہین رہتے ۔ اس آسمان کے نیچے کس پر سدا ایسے دن رہے ہین؟ تم گھبراو نہین ۔ دیکھو تو خدا کیا کرتا ہے ۔ ان مصیبت زدہ بیچاریون کی زندگی کا دارومدار جو کچھ تھا بس اسی پر تھا ۔ حضرت نے اون کو اوسی حالت اضطرار مین الوداع کہہ کر گھوڑا بڑھا دیا اور فوج کے سامنے آکر بآواز بلند فرمایا کہ "اے قوم اسلام! اللہ جلشانہ اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم ۔ یوم ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا ۔ وتری الناس سکاری وما ہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید"۔ "اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے بے شک قیامت کی اوکھاڑ پچھاڑ ایک بڑی چیز ہے ۔ اوس دن تم دیکھوگے کہ ہر ایک دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر ایک گابھن اپنا گابھہ ڈال دیگی ۔

اور تو دیکھے گا آدمیوں کو مدہوش حالانکہ وہ نشہ مین نہون گے مگر خدا کا عذاب سخت ہے"۔ اگر تم کو خدا پر ایمان ہے اور قرآن پر اور اوس کے رسول پر اعتقاد ہے تو سمجھو مین اوسی رسول کا نواسا ہون جسپر یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ تمہارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ "الحسین منی وانا من الحسین" "حسین میرا ہے اور مین حسین کا ہون"۔ اوس روز تم کو خدا کے سامنے جانا ہے اور اوس وقت تمہارے پیغمبر کے سوا دوسرا کوئی خدا سے سفارش کرنے والا نہوگا۔ ایسا کام نکرو جس سے خدا تم پر خفا ہو جائے۔ اور پیغمبر کو تمہاری شفاعت کرنے کا موقع نہ ملے۔ افسوس ہے کہ تم نے چار روز سے اہل بیت رسول پر پانی بند کر دیا۔ اور آج اون کی خاندان کے اٹھارہ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ مین نہین سمجھتا کہ تم خدا کو اس کا جواب کیا دوگے۔ اب مین فقط تنہا رہ گیا ہون۔ تمہارے پیغمبر کی اخیر یادگار ہون۔ اگر میرے ساتھہ بھی اوسی طریقہ سے پیش آوگے تو یقین مانو عذاب الہی مین گرفتار ہو جاوگے۔ یہ میری آخری نصیحت ہے۔ مین تمہارا دشمن نہین۔ بدخواہ نہین۔ تمہارے فائدہ کی بات کہتا ہون۔ اب بھی وقت باقی ہے اس ناشایستہ حرکت سے باز آو۔ نہین تو بہت پچھتاوگے۔ پھر تمہارا پچھتانا کچھ کام ندے گا"۔

لشکر والے سر جھکائے خاموش کھڑے ہین۔ کچھ کہتے نہین۔ اون کی ہیئت کذائی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ سوچ رہے ہین۔ ناظرین خیال کرینگے کہ حضرت کی ایسی تقریر سے اون کا دل کچھ پسیجا ہوگا اور وہ حضرت کی طرف رجوع کرینگے۔ مگر یہ خیال دور از کار ہے وہ کم بخت کیا سوچینگے۔ سوچنے کے لیے دل بھی تو ہو! اگر دل ہو تو ممکن ہے کہ

نصیحت سے کچہ نرم بہی ہو ۔ اون کا دل تو ایک پاشان پتھر ہے ۔ جیسا کہ خدا یتعالی فرماتا ہے کہ "ثم قست قلوبہم فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ" "پہر سخت ہو گیا دل اون کا گویا وہ پتھر ہے یا اوس سے بہی زیادہ سخت" ایسے دل مین غور و فکر کی قابلیت کہان سے آئے گی ؟ اور وہ نیکی کی طرف کیسے رہبری کرے گا ؟ اب رہا پند و نصیحت کا اثر ۔ اوس کے بہی تمام راستے بند ہین ۔ اون کی حالت بمصداق اس آیت کے ہے جو خدا نے فرمایا ہے کہ "صم بکم عمی فہم لا یرجعون" "بہرے ہین ۔ گونگے ہین ۔ اندہے ہین ۔ نہ سُن سکتے ۔ نہ کہہ سکتے ۔ نہ دیکہہ سکتے ۔ پہر وہ کیونکر رجوع کر سکتے ہین ؟ ایسے لوگون پر نصیحت کیا اثر کرتی ہے ؟

آخر یہ ہوا کہ حصین ابن نمیر نے ایک تیر حضرت کے دہان مبارک مین ماردیا ۔ گویا یہ اوس نصیحت کا جواب تہا ۔

حضرت نے اوس تیر کو کہینچ کر نکالا تو منہ مین سے خون ابل پڑا ۔ آپ نے اپنے دونون ہاتہون مین وہ خون بہر کر آسمان کی طرف پہینکا اور فرمایا کہ "اللہم احصہم عددا و اقتلہم بددا ۔ ولا تذر منہم علی الارض احدا" "خداوندا ! تو ان کی گنتی کر لے ۔ اور چن چن کر ان کو قتل کر ۔ انہین سے کسی کو زمین پر باقی نہ رکہہ" ۔ ⁂

⁂ یہ دعا بارگاہ کبریائی مین قبول ہو گئی ۔ بعد شہادت حضرت امام حسین کے مختار کے عہد مین یہ لوگ سب قتل کیے گئے ۔ چنانچہ اس کی کیفیت خاتمہ مین لکہی گئی ہے ۱۲ منہ

پھر تو چارون طرف سے تیر چلنے لگے ۔ آپ نے جو یہ صورت دیکھی تو مجبوری طوعاً و کرہاً تلوار میان سے کھینچی اور یہ رجز پڑھا کہ ”انا ابن علی الخیر من آل ہاشم ۔ کفانی بہذا مفخراً حین افخر ۔ وجدی رسول اللہ اکرم من مضی ۔ ونحن سراج اللہ فی الارض تظہر ۔ وفاطم امی من سلالۃ احمد ۔ وعمی یدعی ذو الجناحین جعفر ۔ وفینا کتاب اللہ انزل صادقاً ۔ وفینا الہدیٰ والوحی بالخیر یذکر“

اس کے بعد ایک نعرہ حیدری مار کر فوج مخالف پر حملہ کر دیا ۔ وہ شمشیر آبدار ہمسر ذو الفقار ۔ اور وہ ہیبت و صولت حیدر کرار ۔ دونون ایکجا جلوہ گر ہو گئین ۔ ایک کا جمال جہان افروز تھا تو دوسری کا جلال قیامت سوز تھا ۔ ان کا بے نقاب چہرہ سب کے ہوش اوڑا دیا ۔ جو سامنے آتا تھا رونمائی مین اپنا سر دے جاتا تھا ۔

اس ہنگامہ محشر خیز مین شمر نے مشاطہ بنکر خوب ہی ابلہ فریبیان کین ۔ وہ ایک ایک کو دم دلاسا دے دے کر سامنے لایا کیا ۔ لیکن انکی چار چشمی نے چار آئینہ مین ایک سرے سے سب کو اجل کا منہ دکھا دیا ۔

تمیم ابن قحطبہ کو اپنے دل و جگر پر بڑا ناز تھا ۔ اور وہ ملک شام مین ایک مشہور سرباز تھا ۔ جب سامنے آیا اور لن ترانی کی لینے لگا تو ایک ہی خندۂ برق دم مین ڈھیر ہو گیا ۔ سر ایک طرف تھا ۔ دھڑ ایک طرف تھا ۔

پھر یزید ابطحی کی موت جو آئی تو وہ بھی مقابلہ پر آیا ۔ مگر اس سیف دودم نے ایک دم مین اوس کو بھی بیدم کر دیا ۔

اسی طرح ایک ایک اپنے زعم باطل مین آتا تھا اور تلوار کی گھاٹ پر اوتر جاتا تھا

یہان تک کہ کسی کو مقابلہ کی تاب نہ رہی ۔ سب کے سب سامنے سے بھاگ نکلے ۔ حضرت نے تعاقب کرکے اون کو دریائے فرات کے اوس پار کر دیا ۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ ۔ پیاس کی شدت ۔ اور زخمون کے درد نے پست کر دیا تھا ۔ لب نہر پہونچتے ہی ہمراہیون کی پیاس یاد آگئی ۔ دل سے کہا ۔ اتنا نزدیک ہوکر اسقدر کشش بے وجہ نہین ہو سکتی ۔ خدا نے جو مقدر کیا ہے اوس کا ظہور ہونا ضرور ہے ۔ آدمی کی سعی کچھ کام نہین دیتی ۔ جب تک کہ خدا نہ چاہے ۔ خدا نے خود فرمایا ہے کہ "لیس للانسان الا ما سعیٰ" آدمی کے اختیار مین سوائے کوشش کے کچھ بھی نہین ہے "۔ معلوم ہوا کہ ان مسافرون کے حصہ مین پیاسے مرجانا تھا ۔ اور مر گئے ۔ اگر ان کی سیرابی خدا کو منظور ہوتی تو یہ نہر کیا دور تھی ؟ اے نہر ! تو ان کے حق مین جہال (سراب) ہو گئی ۔ نہین نہین ۔ جہال تو صرف ایک دھوکے کا نام ہے ۔ اوس کا کوئی وجود نہین ہوتا ۔ تیرا تو وجود فی الخاج موجود ہے ۔ جب کہ مسافر پانی سے مایوس ہوکر جہال پر جھلاتے ہین تو پھر تجھے کیا کہینگے ؟

ادھر تو حضرت ان خیالات مین محو تھے ۔ اودھر شمر نے دس بیس سپاہی لیکر حرم سرا پر حملہ کیا ۔ لشکری خیمون کے اندر گھس کر لوٹنا چاہتے تھے کہ اتنے مین شور وغل کی آواز نے چونکا دیا ۔ گھوڑا بڑھا کر دیکھتے ہین تو شمر سرگرم اہتمام ہے ۔ حضرت نے شمر کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا "افسوس ہے ! اگر تم کو خدا کا خوف نہین تو کیا دنیا کی عزت کا بھی خیال

نہین ہے ؟ عرب کی شرافت سے یہ بات بہت بعید ہے ۔ اگر تم کو کچھ واسطہ ہے تو مجھ سے ہے ۔ عورتون سے کیا واسطہ ہے" ؟

اس گفتگو سے شمر نے شرمندہ ہوکر اپنے ہمراہیون کو روکا اور پلٹ کر فوج سے کہا کہ بیشک ہم کو حسین سے سروکار ہے انکو گھیر لو ۔ اور جس طرح ہو سکے ان کو ان کو قتل کرو ۔

اب تمام فوج حضرت پر جھکی ۔ ایک تن زار پر ہزارون تیر اور شمشیر و سنان چل گئے ۔ تمام جسم چلنی ہوگیا ۔ گھوڑا اور سوار کچھ نظر نہ آتا تھا صرف ایک تودہ تیرونکا ہوگیا تھا ۔ اسقدر تیر بدن مین چبھ گئے تھے جیسے سابل (خارپشت) کے جسم پر کانٹے ہوتے ہین ۔ تیرون کی کثرت اور زخمون کی شدت سے ہاتھ پانون بے قابو ہوگئے ۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ صرف رخسارون پر ۳۳ تینتیس زخم نیزے اور تیر کے اور چونتیس زخم شمشیر کے تھے ۔ باقی جسم کا حال کچھ نہ پوچھئے ۔ ایک ایک زخم پر دس دس زخم پڑے تھے ۔ ایک تل برابر بھی جائے خالی نہ تھی ۔

جب دل کھولکر خوب مار چکے تو شمر کے اشارہ سے زرعہ ابن شریک نے آگے بڑھکر تلوار کا ایک وار اور لگایا جس سے بایان ہاتھ شانہ سے جدا ہوکر گر پڑا ۔ اور اوس کے ساتھ ہی سنان ابن عمر نخعی نے ایک نیزہ سینہ مبارک مین مارکر گھوڑے سے گرادیا ۔ شمر تو اسوقت کا منتظر ہی کھڑا تھا جھٹ سے گردن پر خنجر پھیر دیا ۔ اوس وقت آپکی زبان پر یہ دعا تھی کہ "خداوندا ! تیرا شکر ہے ۔ ۔ تو نے مجھے اپنی امانت سے سبکدوش کیا ۔ اب مین تیرے اوس وعدہ کا امیدوار ہون جس کے لیے یہ امانت مکفول تھی" انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اب کیا مجھے یہ بھی کہنے کی ضرورت ہے کہ اس کے بعد شمر حضرت کے

سر مبارک کو جسم سے جدا کرکے عمر بن سعد کے سامنے لے گیا ؟ اور اوس نے خولی بن یزید کے حوالہ کیا ؟ کہ کوفہ لیجا کر عبید اللہ بن زیاد کے دل کی آگ بجہائے ۔

ہمارے ناظرین بہت دیر سے بحالت اضطراب مثل ماہی بے آب تھے کہ دیکہین آخر ہوتا کیا ہے ۔ وہ یہ سمجہے تھے کہ اب تک جو کچھ بل پڑا ہے وہ اسلامی رشتہ کو الجہانیکے لیے بہت ہو گیا ہے ۔ آیندہ یہ لوگ اپنے قصور عقل پر نادم ہو کر حضرت کے ناخن عفو سے ایمان کی عقدہ کشائی کر لینگے ۔ لو صاحب ! آپ نے دیکہا ! آخر یہی ہوا کہ حضرت بہی شہید ہو گئے ۔ حیف ہے ! یہ کام اون لوگون کے ہاتہ سے ہوا جنکو مسلمانی کا دعوے تہا ۔ ہر روز کا تو کیا ذکر ہے خود آج کے روز اس ہنگامہ رستخیز مین ایک بہی ان کی نماز قضا نہین ہوئی ۔ وقت کے ایسے پابند کہ حضرت کی شہادت مین ذرا توقف ہوا تو پکار اوٹہے کہ حسین کے قتل مین جلدی کرو عصر کا وقت زیر ہو رہا ہے ۔ کاش اگر انکو یہ حدیث جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی "الحسن و الحسین سیدا شباب اہل الجنة" یاد ہوتی ۔ اور سچے دل سے حضرت کو دین و دنیا کے مالک اور اپنے پیغمبر کی یادگار جانتے تو کبہی اون پر کسی مسلمان کا ہاتہ نہ اوٹہتا ۔ لا حول ولا قوۃ ۔ میرا قلم بہی کتنا بہک گیا ہے ۔ اس کو تو سر کی خبر ہے نہ پانون کی ۔ میرے دل مین کچھ ہے اس کی زبان سے کچھ نکل جاتا ہے ۔ یون لکہنا تہا کہ ان کے پانون پر سے کسی مسلمان کا سر نہ اوٹہتا ۔ خیر ! جو ہونا تہا وہ ہو گیا ۔ اب یہ فکر ہے کہ حضرت کی لاش کون اوٹہائیگا ؟ اہل حرم پر تو قیامت ٹوٹ گئی ہے ۔ اون کو یہ بہی نہین معلوم کہ کیا ہوا اور کیا ہونے والا ہے ۔ پسماندون مین اگر کسی مرد کی صورت نظر آتی ہے تو وہ ایک کم سن اور بیمار لڑکا ہے ۔ جن کو ہم حضرت امام حسین کی

یادگار باقیات الصالحات کہہ سکتے ہین ۔ اور جن کو امام زین العابدین کے نام سے پکارتے ہین ۔ اون سے تجہیز و تکفین کا سامان کیونکر ہو سکتا ہے ؟ ایسے موقع مین ہم کو اپنے سعادتمند ناظرین کا بڑا بھروسا ہے کہ وہی کمر باندھ کر کھڑے ہو جائینگے ۔ اور اوس یتیم اور بیمار لڑکے کا رسم عزاداری مین ساتھ دینگے ۔

تیرھوان باب

لُٹ کر چلا ہی قافلہ یثرب کا شام کو
حسرت جلو مین روتی ہی ناموس و نام کو

دنیا کے کار باری دن بھر کے تھکے ماندے رات کو پانون پھیلا کر جو سو گئے تو دنیا و مافیہا کی خبر نہین رہی ۔ اون کو کیا معلوم کہ کل کیا ہوگا ؟ صبح کو ابھی بچھونے سے اوٹھے بھی نہ تھے کہ زمانہ کا رنگ بدل گیا ۔ اسرافیل نے صور پھونک دیا ۔ اور وہ آثار نمودار ہو گئے جس کی خبر خدا نے دی تھی کہ "اذا السماء انفطرت ۔ واذا الکواکب انتثرت ۔ واذا البحار فجرت ۔ واذا القبور بعثرت ۔ علمت نفس ما قدمت و اخرت" ۔ جبکہ آسمان پھٹ جائینگے اور جب کہ ستارے جھڑ جائینگے ۔ اور جب کہ سمندر بہ جائینگے ۔ اور جب کہ مردے اوٹھائے جائینگے ۔ تب معلوم ہوگا ہر ایک شخص کو کہ اوس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا " یعنے قیامت قائم ہوگئی ۔ اور بازار

محشر مین تمام مخلوق حاضر کر دی گئی۔ منادی نے ندا کر دی کہ "لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار" "آج بادشاہت کس کے لیے ہے؟ اوسی ایک زبردست خدا کے لیے ہے"۔ ایسے وقت کا تماشا دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ آفتاب جو فی الحال کم و بیش دس کرور میل کے فاصلہ پر ہے اور اسقدر گرمی دیتا ہے کہ تھرمامیٹر کے درجے ایک سو سے زیادہ ہو جاتے ہین وہ آج سوا نیزے پر ہے گویا سر پر پہونچ گیا۔ اب اوس کی گرمی کا کیا حساب ہے۔ یہ آسمان جو سر پر نظر آ رہا ہے اور یہ زمین جسپر ہم چلتے پھرتے ہین۔ سب ہوا ہو گئے ہین۔ اور کھڑے رہنے کے لیے ایک ایسی زمین پیدا کی گئی ہے جس کی بناوٹ تانبے کی ہے۔ آفتاب کی حرارت سے جس طرح کی وہ آگ بھبوکا ہو رہی ہے جلتے توے کی کیا حقیقت ہے جو مثال دی جائے۔ تمام جاندار اوس پر کھڑے ہین۔ خدا کی پناہ! گرمی کے مارے ایسا بُرا حال ہے کہ آنکھون مین دم آگیا ہے۔ تنور کے مانند چارون طرف آگ ہے اور اوس مین دم ہو رہے ہین۔ وہ تو کبھی کے جل کر خاک ہو گئے ہوتے۔ لیکن ایسا کیون ہونے لگا؟ ابھی تو بہت کچھ لین دین اور حساب کتاب ہونا ہے تمام ہی کھاتے سامنے پڑے ہین۔ ایک ایک کا حساب چکایا جا رہا ہے۔ ایک طرف میزان عدل کھڑا ہے۔ ایک ایک گٹھا کھل رہا ہے۔ مال کی چکوتی ہو رہی ہے۔ داروغہ کرور گیری قیمت لگاتا جاتا ہے۔ جس چیز کو ہم اچھی سمجھے تھے وہ بالکل بُری نکلی۔ اب نہ اوس کو بدلا سکتے ہین۔ نہ دوسری اچھی چیز لا سکتے ہین۔ ایک غضب مین جان ہے۔ یہان

کیا ہے۔ یہی ہمارے اعمال ہین۔ وہ منتقم حقیقی اپنی تمام عظمت وجبروت کے ساتھہ انصاف کی کرسی پر جلوہ فرما ہے۔ اس وقت ایسا کوئی نظر نہین آتا جو ان کی حالت زار پر رحم کرے۔ بڑے سے بڑے درجے کے لوگ انبیا ہین۔ اگرچہ امید مدد کی جاسکتی ہے تو انہین سے۔ مگر وہ خود اپنے حال مین گرفتار ہین اور نفسی نفسی پکار رہے ہین۔ بس اب حد ہوگئی۔ کوئی دوسرے کو کیا پوچھے؟ بلکہ ایک دوسرے کی صورت سے بیزار ہے۔ جیسا کہ خدا یتعالی فرماتا ہے کہ “یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ لکل امرء منہم یومئذ شان یغنیہ” “جس روز منہ چھپائے لگیگا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی مان سے اور اپنے باپ سے اور اپنے دوست سے اور اپنے بیٹے سے۔ ہر ایک آدمی کے لیے ایک ایسی کیفیت ہوگی جو اوس کو بس بس کرادے گی”۔ کسی کو کسی کا سہارا نہین ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالی فرماتا ہے “یوم لا تملک نفس لنفس شیئا والامر یومئذ للہ”۔ “جس روز کوئی کسی کی کسی چیز کا ذمہ دار نہوگا اور اوس روز حکومت صرف خدا ہی کی رہے گی”۔ صفت جلال کبریائی چارون طرف نمودار ہے۔ ہر ایک شخص سر جھکائے سامنے کھڑا ہے۔ ہر ہر عضو اوس کے افعال کی گواہی دے رہا ہے۔ دم مارنے کی جائے نہین۔ ادنی سی ادنی بات کا بھی پورا پورا انصاف ہو رہا ہے۔ ہر ایک مظلوم اپنی داد کو پہونچ رہا ہے۔ یہان تک کہ ایک چڑیا کی بھی فریاد سنی جاتی ہے کہ “فلان ظالم شکاری نے مجھے دہوکا دیکر جال مین پھانسا۔ اور میرے بچے دہشت کے مارے گہونسلے سے نیچے گر کر مر گئے”۔

سب جنکے اعمال بُرے ہین اون کی بُری گت ہورہی ہے۔ ہیبت ناک فرشتے ڈراونی صورت کے اون کو کھینچ کھینچ کرلیے جارہے ہین۔ سامنے ایک بڑا غار ہے اور اوس مین آگ دہک رہی ہے۔ سانپ بچھو وغیرہ موذی جانور آتشین باڑے کے اوس مین کلبلا رہے ہین۔ اسی کا نام "جہنم" ہے جانیکا راستہ ایسا تنگ ہے گویا بلا مبالغہ بال سے زیادہ باریک۔ یہ لوگ اوسپر سے گر گر کے خود بخود لڑھکنیان کہاتے ہوئے جہنم مین چلے جارہے ہین۔ جہان اون کو ہمیشہ کے لیے رہنا نصیب ہوگا۔ اون کی گنتی نہ مردون مین ہوگی نہ زندون مین۔ جان کندن کا حال رہے گا۔ ایسے موقع مین ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عرش کے دہنی طرف مقام محمود پر ایک جھنڈے کے نیچے کرسی ڈال کر بیٹھے ہین۔ بارگاہ جناب کبریائی سے بموجب اُس ارشاد خداوندی کے "من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ" آپ کو سفارش کرنے کی اجازت مل چکی ہے۔ اور خدا سے اپنی امت کی نجات کے بارہ مین اُس وعدہ "ولسوف یعطیک ربک فترضی" کی بنا پر عرض کر رہے ہین۔ اتنے مین ایک آواز کسی منادی کی سنائی دیتی ہے کہ ہٹو! ہٹو! آنکھین بند کرلو! جناب خاتون قیامت کی سواری آتی ہے۔ سب کے سب حیران و ششدر ہین کہ اب کیا ہوگا؟ دور سے ایک ہجوم فرشتون کا نظر آتا ہے جس مین ایک ناقہ نور کا ہے۔ اوس پر بی بی فاطمہ زہرا سوار ہین۔ سر سے پانون تک آیت تطہیر کا برقع ہے۔ اور ستر ہزار فرشتے اون کی جلو مین ہین۔ وہ ناقہ آکر عین عرصہ دار و گیر مین کھڑا ہوگیا اور بی بی عرش کا پایہ پکڑ کر کہنے لگین۔ "خداوندا!

ایک فریاد لائی ہون ۔ شامیون نے میرا بھرا گھر برباد کر دیا ۔ میرے لڑکے بالون کو مہمان بلا کر جنگل مین اون کا گلا کاٹا ۔ میرے بیٹے پوتے نواسے اور میرے خاندان والے سب ملا کر بیس آدمی اور اون کے ساتھہ والے پچاس آدمی تھے ۔ ان سب کو قتل کیا ۔ اون کو دریا کے کنارے تین دن پیاسا رکھا ۔ پانی پینے گئے تو اون پر تیرون کا مینھہ برسایا ۔ اون کے سر کاٹ کر نیزون پر چڑھائے ۔ اون کی لاشون پر گھوڑے دوڑا کر پامال کیا ۔ اون کے خیمے جلا دئے ۔ اون کی بھیڑ بنگاہ سب کو لوٹ لیا ۔ اون کی عورتون بچون کو قید کر کے دمشق کو لے گئے ۔ مین کھڑی دیکھہ رہی تھی ۔ میری آنکھون کے سامنے یہ سارا ظلم ہوا ۔ کسی کو اون کے حال پر رحم نہ آیا ۔ اندھیر تو یہ ہے کہ یہ ظالم اپنے کہلاتے تھے ۔ میرے باپ کا کلمہ پڑھتے تھے ۔ میرے باپ نے ان کے ساتھہ جو احسان کیے تھے اوس کا بدلا یہ ملا ۔ یہ واقعہ آج ہی کے روز جمعہ اور آج کی تاریخ دسوین محرم کو ہوا ۔ تو اس کا انصاف کر ۔"

یہ فریاد ایک ایسے جلے ہوئے دل سے نکلی تھی کہ سننے والون کا جگر پاش پاش ہو گیا ۔ اور عرش معلے بھی ہل گیا ۔ جناب باری کے حکم سے کربلا کا سارا ہنگامہ سامنے آگیا ۔ ایک طرف شہیدان دشت کربلا اوسی حالت سے کھڑے ہین جیسی اون کی حالت کربلا مین ہوئی تھی ۔ کسی کے حلق مین تیر لگا ہے ۔ کسی کے سینہ سے نیزہ پار ہو گیا ہے ۔ کسی کے دونون ہاتھہ شانون سے جدا ہین اور گلے سے مشکیزہ لٹکا ہوا ہے ۔ کوئی

تلوار کی کاٹ سے دو ٹکڑے ہو گیا ہے ۔ کوئی زخمون مین چور ہے ۔ کسی کا جسم تیرون سے چھلنی ہے ۔ کسی کے گلے پر خنجر پھر گیا ہے ۔ کسی کے ہاتھہ پانون زنجیرون مین جکڑے ہوئے ہین ۔ اور وہ مریض بھی ہے ۔ ایک طرف ایک خونخوار جماعت کھڑی ہے ۔ اون کے ہاتھون مین ننگی تلوارین اور نیزے ہین ۔ کمانون مین تیر چڑھے ہین ۔ کمرون مین جنبئے اور خنجر لگے ہین ۔ اون سے سوال کیا جاتا ہے ۔ کہ تم نے ایسا ظلم کیون کیا ؟ انھون نے تمہارا کیا بگاڑا تھا ؟ کیا تم نے یہ آیت نہین پڑہی تھی کہ "ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاہ جہنم خالداً فیہا ۔ وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیماً" ۔ "جو شخص قتل کرتا ہے کسی مسلمان کو تو اوس کا بدلا دوزخ ہے ہمیشہ رہیگا اوس مین ۔ اور غضب ہے اور لعنت ہے خدا کی اوسپر اور تیار ہوا اوس کے لیے بڑا بھاری عذاب"۔

وہ لوگ تھر تھر کانپ رہے ہین اور گورنمنٹ شام کے حکم کا عذر پیش کرتے ہین ۔ حکام کی جابرانہ کارروائی اور اپنی مجبوری بتلاتے ہین ۔ مگر اون کا کوئی عذر و حیلہ مسموع نہین ہوتا ہے ۔ اور بحکم اس آیت کے "یوم لاینفع الظالمین معذرتہم" صاف جواب دیا جاتا ہے کہ تمہاری عذرداری خارج المیعاد ہے اب اوس کی سماعت نہین ہو سکتی ۔ پیغمبر کی پیشی مین اس کا فیصلہ ہوتا ہے ۔ اور اوسی وقت تعمیل کیجاتی ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ "وتری الظالمین لما رأوا العذاب یقولون ہل الی مرد من سبیل ۔ وترہم یعرضون علیہا خاشعین من الذل ینظرون من طرف

خفی ۔ وقال الذین آمنوا ان الخاسرین الذین خسروا انفسہم واہلیہم یوم القیمۃ ۔ الا ان الظالمین فی عذاب مقیم"۔ "اور تو دیکھے گا ظلم کرنے والون کو کہ جب وہ دیکھینگے عذاب کو تو کہینگے کہ کیا کوئی راستہ نکل جانے کا بھی ہے ؟ اور تو دیکھے گا اون کو کہ جب وہ دوزخ کے سامنے لائے جاینگے تو گردن جھکائے ہوئے خوف اور ذلت کے مارے کوری نگاہ سے دیکھینگے اور اون کو دیکھہ کر ایمان دار لوگ کہینگے یہ وہی کمبخت ہین جنھون نے خراب کیا اپنے آپ کو اور اپنے ساتھہ والون کو قیامت کے روز ۔ خوب سمجھو کہ بالتحقیق ظلم کرنے والے عذاب ہی ہین رہین گے"۔

غرض وہ لوگ تو اس حکم کے موافق سب کے سب دوزخ مین چلے گئے ۔ اب حضرت امام حسین آگے بڑھکر عرض کرتے ہین کہ خداوندا ! تو دانا و بینا ہے ۔ ایسے ایسے ظلم مجھ پر ہوئے مگر کوئی کلمہ شکایت کا زبان پر نہ لایا ۔ تیرے فرمان کے مطابق رضا و تسلیم کے جادہ کو نہ چھوڑا ۔ اپنے ایک سر کے ساتھہ بہتر سر تیری راہ مین نذر کردئے ۔ بال بچون کی مصیبت پر کچھ نظر نہ کی ۔ اون پر جو کچھ گزری وہ تجھہ پر روشن ہے ۔ یہ سب کچھ مین نے صرف تیرے ایک وعدہ کے بھروسے کیا ہے ۔ تو صادق الوعد ہے ۔ تیرے وعدہ مین تخالف نہین ہو سکتا ۔ تو خود فرما چکا ہے کہ "ان وعدہ کان مفعولا" ۔ اب تو اوس کو پورا کردے"۔

اوس وقت دریائے رحمت کو جوش ہوتا ہے ۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" "سلام ہے تم پر بباعث اس کے کہ

تم نے صبر کیا ہے بہت عمدہ مقام تمہارے لیے آخرت مین ہے" "انی جزیتہم الیوم بما صبروا" "بے شک مین آج اون کے صبر کا عوض دیتا ہون" لاؤ! میرے حبیب کی گنہ گار امت کو مین نے اون کو بعوض خون حسین کے بخش دیا۔ اے میرے حبیب! اب تو راضی ہوا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب باری مین سجدۂ شکرانہ بجا لاتے ہین۔ اور اپنے اہل بیت کے ساتھہ ان خوش قسمتون کو حوض کوثر پر لے جاتے ہین۔ وہان ان سب کے ہاتھہ مونہہ دہولا کر بہشت مین پہونچاتے ہین۔

ہمارے معزز ناظرین کو خیال کرنا چاہیے کہ اوس بے کس مظلوم نے آپ کے لیے کتنا بڑا کام کیا ہے۔ کربلا کی مصیبت آپ سن چکے۔ قیامت کے روز کا فوٹو آپ کی نظر سے گزر چکا۔ اب اس سے زیادہ کیا ہوگا؟ آپ لوگ کتنے بڑے خوش نصیب ہین جو ایسا وسیلہ ہاتھہ آیا ہے۔ اگر یہ نہو تو معلوم ہو کہ قیامت کے روز کی مار پکڑ کیسی ہوتی ہے؟ ہمارے اعمال تو ایسے ہین کہ اگر اون مین سے ایک ادنی بات کی پرسش ہو تو زبان سے پورا ایک حرف بہی نہ نکل سکے۔ اور سیدہے جہنم کا راستہ لین۔ دیکھئے! اخیر وقت حضرت کی زبان پر کیا دعا تہی؟ وہ امانت کیا تہی؟ ایک اقرار تہا جو حضرت سے بارگاہ کبریائی مین لیا گیا تہا کہ اگر تم اپنے نانا کی امت کو بخشوانے کا ذریعہ ہونا چاہتے ہو تو اپنا سر ہمین دیدو۔ حضرت نے فوراً قبول کر لیا۔ اس بات کا خیال بالکل نہ فرمایا کہ اس مین کیا کیا مصیبتین اوٹھانی پڑینگی؟ اور وہ کیسی اوٹھائی جائینگی؟ اس اقرار کے وفا کرنے مین حضرت نے جسقدر سختی اوٹھائی ہے اوس کا اندازہ کرنا

ہمارے فہم وادراک کے باہر ہے۔ ہم نہین سمجھ سکتے کہ گرمی کے موسم مین ایک ایسے جنگل مین جہان سایہ کا نام تک نہو تین دن پیاسے رہنا کیا مزہ دیتا ہے ہم نہین سمجھ سکتے کہ تین روز پیاسے رہ کر میدان کارزار مین سرگرم سعی ہونا اور اپنے ساتھہ والون کو قتل ہوتے دیکھنا جن مین دوست آشنا عزیز واقارب اور بھائی بیٹے بھتیجے بھانجے سب ہی ہون کیا کیفیت دکھاتا ہے۔ تنہائی کی حالت مین عورتون بچون کو ایک ایسے جنگل مین بے سہارا چھوڑ دینا جہان اون کا کوئی پرسان حال نہو دل پر کتنا صدمہ پہونچاتا ہے۔ خود اپنے جسم پر اتنے زخم کھانا جن کا شمار نہو اور ان سب امور کے طے ہو جانے کے بعد ذبح ہو جانا کس طرح ہوتا ہے۔ یہ تمام حالات اوس شخص کے ہین جسنے ہماری آخرت کی درستی اور ہماری راحت ابدی کے واسطے اپنی ذات پر گوارا کیے ہین۔ پھر کیا ہم اون کے اتنے بھی کام کے نہین کہ اون کی مصیبت یاد کرکے دو آنسو بہائین؟ آہ! ہمارے لیے اون پر یہ مصیبت پڑی۔ اگر ہماری محبت اون کے دل مین نہوتی تو اتنا بکھیڑا کیون ہوتا۔ اور یہ بکھیڑا ابھی ختم کب ہوا ہے۔ ابھی تو کربلا کے مصیبت زدہ پسماندون کو ایک نئی قسم کی مصیبت کا سامنا ہے۔ اب وہ ہین اور اون کا خدا ہے۔

جس وقت لشکر شام کو کشت وخون سے فراغت حاصل ہوئی تو عمر ابن سعد نے منادی کرائی کہ اب حسین کی لاش کو گھوڑون سے پامال کرنا ہے۔ جس کو اس کام کی آرزو ہو وہ سامنے آجائے"۔ سب نے متفق اللفظ کہا۔ ہم آپ کے زیر حکم ہین۔ جس کو حکم ہو وہ بجا لائیگا۔ اس مین سے دس آدمی آگئے

بڑہکر کہے "ہم حاضر ہین"۔ اللہ اکبر! ان لوگون کی جرات اور اوس حاکم کے حکم کو ملاحظہ فرمائیے۔ سنتے ہین کہ چنگیز خان بڑا ستمگار تہا۔ اوس کی بہت سی ظالمانہ کارروائیان زبان زد عام ہین۔ اور اوسکا نام ضرب المثل ہوگیا ہے۔ لیکن ان لوگون نے اوس کے بہی کان کاٹے۔ اوسکا جابرانہ طریقہ اون لوگون کے ساتہہ تہا جو بالکل بیگانے تہے۔ اور بیگانے بہی کیسے؟ قوم وملت مین۔ رسم وعادت مین۔ تعارف وقرابت مین۔ کسی حالت مین اتحاد نہین۔ وہ اتنا بہی نہین جانتا تہا کہ جس پر ظلم کیا جاتا ہے وہ کون ہے؟ اور کس مصرف کا ہے؟ اگر سچ پوچہو تو اوس کی بے رحمی بنظر اوس کی بے تعلقی کے چندان قابل گرفت نہ تہی۔ صرف ایک اتحاد نوع انسانی نے اوس کے نام کو جہنڈے پر چڑہا دیا۔ یہان تو سب ہی قسم کا اتحاد تہا۔ مذہب ایک۔ رسم وعادت ایک۔ قومیت ایک۔ اور جس پر یہ کچہہ ستم ہوا اوس کو جانے بوجہے۔ اور جاننا بہی کیسا؟ خود ان کے پیغمبر کا نواسا اور جانشین۔ رات دن انہین کے گہر کی تعلیم وتلقین۔ اتنی باتون مین سے ان لوگون نے ایک کا بہی لحاظ نہ کیا۔ اور ابن سعد کا اشارہ پاتے ہی جہٹ پٹ گہوڑون پر چڑہکر اوس لاش مطہر کو روند ڈالا جن کے قدمون کو بے وضو ہاتہہ لگانا بہی اونکے مذہب مین جائز نہ تہا۔ افسوس ہے کہ ہم ان کو کس منہ سے مسلمان کہین۔ ایسے بہائم سیرت انسانون کا نام سننے سے اگر ہمارے دیندار ناظرین مشتاق ہون تو لاؤ ہم اون کے نام حاشیہ پر چڑہا دیتے ہین تاکہ معلوم ہو جائے کہ

اسحٰق بن حوبہ	اخنس بن مرثد
حکیم بن طفیل	عمر بن صبیح

رجاع بن منقذ	سالم بن خثیمہ
صالح بن وہب	واعظ بن ناعم
ہانی بن ثبیت	اسید بن مالک

ایسے مسلمان بھی دنیا مین ہوئے ہین اس شکست کے بعد لشکریون نے تاراجی مال و متاع پر ہاتھ بڑہایا ۔ اگر مین ان لٹیرون کے نام اور مال کی فہرست دون تو بہت طول ہوجائے گا ۔ اور کچھ مزہ بھی نہ آئیگا ۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کی لاش کے ساتھ جو کچھ از قسم ہتیار اور لباس تھا او سپر جس کا ہاتھ پڑا ایک ایک کرکے نکال لیا ۔ اور اسی طرح کل مقتولان ہمراہی حضرت کو ننگا کر ڈالا ۔ پھر لگے ہاتھون حرم سراپردہ پر دہاوا کیا ۔ اس غارتگر گروہ کا پیشوا شمر ذی الجوشن تھا ۔ سب کے سب خیمون مین گھس پڑے روکنے والا کون تھا ؟ عورتون نے بہت کچھ واویلا کی ۔ مگر کون سنتا تھا ؟ کسی کے سر سے چادر ۔ کسی کا دوپٹہ اوتار لیا ۔ کسی کے کان سے بالیان نوچ لین ۔ کسی کے پاؤن سے پازیبین کھینچ لین ۔ کسی کا ہاتھ مروڑ کر کنگن ۔ کسی کا بازوبند چھین لیا ۔ کسی کا گلا دبا کر گلوبند ۔ کسی کی اونگلی توڑ کر چھلا نکال لیا ۔ غرض جس عورت کے جسم پر جو کچھ زیور یا کپڑا تھا وہ سب اون کی نذر ہوا ۔ اس کشاکشی مین کسی کے کان ٹوٹ گئے ۔ کسی کے ہاتھ مروڑے گئے ۔ کسی پر کوڑے پڑ گئے ۔ کسی نے طمانچے کھائے ۔ کسی پر اولٹی برچھون کی مار پڑی ۔ بڑی بوڑہی عورتین تو صبر کرکے بیٹھ گئین ۔ لیکن کم سن لڑکیان ایسے صدمون کی برداشت کیونکر کرسکتی تہین ؟ بہت کچھ روئین ۔ چلائین ۔ آخر کہسنے کونے چھپنے لگین ۔ مگر کسی کو اون کے حال پر رحم نہ آیا ۔ گویا دارالحرب کی لوٹ تہی جب یہ لوگ عابد بیمار کے بستر پر پہونچے تو اون پر تلوار کھینچی ۔ مسلم بن حمید کہتا ہے

کہ مین بہی اس لوٹ مین شمر کے ساتہہ تہا۔ سب لوگ سامان لوٹ رہے تہے۔ عورتین سراسیمہ و بدحواس کہڑی تہین۔ بچے چلا چلا کر رو رہے تہے۔ اور ماؤن کے پیچہے چہپ جاتے تہے۔ ایک خیمہ مین امام زین العابدین بچہونے پر پڑے تہے۔ چہرہ پر ناتوانی کے آثار پائے جاتے تہے۔ اون کو دیکہتے ہی شمر نے تلوار کہینچی تو مین نے کہا۔ کیا تم کو اس بیمار لڑکے کے حال پر رحم نہین آتا؟ اب تمہارے پیغمبر کے خاندان مین صرف یہی تو رہ گیا ہے۔ اوس نے جواب دیا۔ تم کیا جانو؟ دشمن کو کبہی حقیر نہ سمجہنا چاہیے۔ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے۔

ہم اس گفتگو مین تہے کہ کسی نے اندر گہس کر وہان کا سارا سامان اوٹہا لیا۔ ایک نے اون کے نیچے سے بچہونا کہینچ لیا۔ اور وہ زمین پر پڑ گئے۔ شمر چاہتا کہ اون پر تلوار اوٹہائے۔ اتنے مین عمر بن سعد آگیا۔ اوس کو دیکہہ کر تمام اہل حرم فریاد و فغان کرنے لگے۔ اور ایک شور محشر برپا ہو گیا۔ خدا جانے اوس کے دل مین کیونکر رحم آیا۔ عورتون کی آہ و زاری و بیقراری دیکہہ کر اوس نے غارتگرون کو بزور باہر نکالا۔ اور کہا کہ جو کچہ لیا ہے واپس دیدو۔ اور اس بیمار لڑکے کو بہی چہوڑ دو۔ خدا کو بچانا منظور تہا۔ وہ یون بچ گئے۔ اور بمشکل سب لوگ باہر ہوئے۔ مگر جو کچہ لے لیا تہا اوس مین سے کسی نے کچہ واپس نہین دیا۔ الغرض اس تمام کارروائی مین شام ہو گئی۔ عمر بن سعد نے مع اپنے لشکر کے بدستور اوسی جگہ قیام کیا۔ اور حرم سرائے اہل بیت پر پہرہ بٹہا دیا۔

دوسرے روز محرم کی گیارہوین تاریخ عمر بن سعد نے دوپہر تک کربلا مین

پھر کر اپنی طرف کے مقتولون کی لاشون کو اکٹھا کرکے اون پر نماز پڑھی اور اون کی تجہیز و تکفین کی ۔ مگر یہ بہتر تن اوسی حالت مین بے گور و کفن حوالہ زاغ و زغن کر دیے گئے ۔ شہیدان اون سبکے سر کاٹ کر کوفہ کو لے جانے کے لیے افسران فوج کو تقسیم ہوئے ۔ جب فوج نے کوچ کیا تو حکم دیا گیا کہ اہل بیت کے خیمے جلا دو ۔ اور پسماندگان حسین کو حراست مین ساتھ لے لو ۔ اس حکم کی تعمیل فوراً ہوگئی ۔ جس وقت اہل بیت کی حرمین خیمون سے نکالی گئین اور اون کے خیمون کو آگ دی گئی تو وہ عورتین جن پر اب تک فرشتون کی بھی نظر نہین پڑی تھی اس ہیئت سے نکلین کہ نہ سر پر چادر ہے نہ پانون مین جوتی ہے ۔ زار زار رو رہی ہین اور سپاہیون کے نرغہ مین قیدی بنی ہوئی چلی جاتی ہین یہانتک کہ اوس کھیت مین پہونچین جہان نونہالان گلشن رسالت کٹے پڑے تھے ۔ مین اپنے ناظرین کو اوس وقت کا سمان کیسے دکھاؤن ؟ میرے قلم مین اتنا دم کہان ہے جو اوس نالہ درد انگیز کو کھینچ کر بتا سکے جو ساکنان ملاء اعلی کے جگر کو چیر کر پار ہو گیا ہو ۔ اور وہ شور و شین قیامت خیز تحریر مین لا سکے جس نے زمین و آسمان کو ہلا دیا ہو ۔ بی بی زینب نے حضرت کی لاش بے سر کو دیکھا تو فریاد کرنے لگین کہ "وا محمداہ صلی اللہ علیک و ملائکہ السماء" یہی تمہارا حسین ہے جسکا جسم چور چور ہو گیا ہے ۔ اور جس کا سر جسم سے دور ہو گیا ہے ۔ یہی تمہاری بیٹیان ہین جو قیدی بنکر چلی ہین ۔ اب تم کہان ہو ؟ ہماری حالت کیون نہین دیکھتے ؟ ہماری فریاد کیون نہین سنتے ؟ اے میرے مظلوم مسافر ! مین اور میرے مان باپ تجھ پر

قربان۔ تیرا سر تن سے کس نے جدا کیا؟ اے میرے پیارے برادر! مین اور میرے مان باپ تجھ پر قربان۔ تیرا لباس بدن سے کس نے اوتار لیا؟ اس جلتی دہوپ مین تجھے کیسی نیند آگئی؟ تیرے نازک جسم پر کیسی گہوڑ دوڑ ہوگئی؟"

ایک طرف بالی سکینہ حضرت کی لاش پر لوٹ رہی ہے۔ اور رو رو کر کہتی ہے کہ "بابا! خدا کے لیے ذرا صورت دکھا دو! مین صدقہ ہوتی ہون مجھے نہ بہلا دو۔"

اسی طرح ایک ایک لاش پر دہ جگر خراش بین ہوتا تہا جس کے سننے پر دشمن بہی رو دیتا تہا ※

※ ابو مخنف نے طرماح بن عدی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ "مین کربلا مین بہت سے زخم کہا کر لاشون مین پڑا تہا۔ دیکھنے والون کو ایسا معلوم ہوتا تہا کہ مین بہی ایک مقتول ہون۔ خدا کی قسم ہے یکایک مین نے دیکہا کہ کچہ سوار آگئے۔ اون کے آنے سے تمام جنگل مین خوشبو پہیل گئی۔ مین سمجہا کہ شاید عبید اللہ بن زیاد آیا ہے۔ اون سوارون مین سے ایک شخص حسین کی لاش کے پاس آکر گہوڑے سے اوترا اور بیٹھ گیا۔ اور لاش کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا۔ "اے میرے فرزند! آخر اس قوم ناحق شناس نے تجھے قتل کر ڈالا۔ تجھے کچہ نہین پہچانا ان لوگون نے خدائے منتقم حقیقی کے مقابلہ مین بہت بڑی جرات کی۔

حضرت امام زین العابدین کا حال شدت غم سے اس درجہ پر پہونچا تھا کہ بار بار سینہ مین دم رکتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب نکلا جاتا ہے۔ چہرہ پر بے انتہا یاس و حسرت برستی تھی۔ اون کی آنکھون مین ایک بوند بھی آنسو کی نہ تھی۔ یکایک بی بی زینب کی نظر اون کے چہرہ پر پڑگئی تو کہنے لگین "یہ کیا غضب کرتے ہو؟ ہم بیکس مصیبت زدہ رانڈون کا اب تمہارے سوا کون وارث ہے؟ اگر اتنا ضبط کروگے تو دشمنون کا دم گھٹ کر نکل جائیگا۔ پھر ہم کو منزل پر کون پہونچائیگا؟" سجاد نے فرمایا۔ "پھوپی! مین کیا کرون۔ ایک دکھ ہو تو سہون۔ دو ہون تو برداشت کرون۔ حضرت کے سامنے نہ مرنے کا غم۔ زندہ رہکر اون کی تجہیز و تکفین نہ کرنے کا غم۔ تمہاری اسیری کا غم۔

پھر اپنے ہمراہیون سے کہا۔ "اے میرے باپ آدم۔ و ابراہیم و اسمعیل ا اے میرے بھائی زکریا و موسیٰ و عیسیٰ و یحییٰ! تم نے دیکھا کہ میری امت کے سرکشون نے میرے فرزند کے ساتھ کیا کیا؟ خدا اون کو میری شفاعت نصیب نہ کرے"۔

طرماح کہتا ہے کہ اوس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ ہمارے پیغمبر ہین۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ جس روز حضرت امام حسین شہید ہوئے عبد اللہ بن عباس اور ام سلمہ نے خواب مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسی پریشانی کی حالت مین دیکھا تھا۔ یہ روایت بھی اوسی کی موید ہے ۱۲

قوم کی بے رحمی کا غم ۔ کسی مونس و غمخوار کے نہونے کا غم ۔ اتنے غم وقت واحد مین کوئی کیونکر اوٹھا سکتا ہے؟ کہان تک روتے اور کس کس کے لیے روتے ۔ میرا جینا خود میرے لیے وبال ہوگیا ہے ۔ تمہین انصاف کرو حضرت کی لاش اس طرح بے گور و کفن جنگل مین چھوڑ کر چلا جانا کیا کچھ مصیبت کا سامنا ہے ۔ وہ بیٹا کس کام کا جو باپ کے کام نہ آئے ۔ اور کام بھی کونسا؟ باپ کی لاش کو زیر زمین کرنا ۔ جس کے بعد پھر اور کوئی کام کرنا نہین پڑتا ۔ مگر کیا کرون؟ مجبوری ہے ۔ کچھ بن نہین آتا ۔"

اتنا کہا تھا کہ بے اختیار آنسو نکل پڑے ۔ اور نکلے بھی تو ایسے کہ پھر اون کا روکنا مشکل ہوگیا ۔ بیمار طبیعت اتنی بڑی مصیبت کس طرح اوٹھا سکتی تھی؟ آخر زمین پر بٹھا دی ۔ افسوس! واقع مین حضرت سجاد کی زندگی وبال جان ہوگئی تھی ۔ اگر سب کے برابر قتل ہوجاتے تو عمر بھر کا رونا کیون نصیب ہوتا ۔ جن کے رونے کی نظیر دنیا مین بہت کم ملتی ہے*۔ بچون کی بد حواسی اور عورتون کا

---

* امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ امام زین العابدین بعد شہادت حضرت امام حسین کے چالیس برس زندہ رہے ۔ ہمیشہ اون کی یہ عادت تھی کہ دن کو روزہ رکھتے اور تمام رات عبادت مین بسر کرتے ۔ افطار کے وقت روٹی اور پانی سامنے آتا تو آپ اوس کو دیکھ کر بار بار فرماتے کہ "قتل ابن رسول اللہ جائعًا ۔ قتل ابن رسول اللہ عطشانًا" اور اتنا روتے اتنا روتے کہ وہ روٹی بھیگ جاتی اور وہ پانی تلخ ہو جاتا ۔ یہی حال تا دم انتقال رہا ۔ ۱۲ منہ ۔

رونا اور چلانا دیکھکر عمر بن سعد نے کہا ۔ چلو ! ان کو یہان سے ہٹاؤ اور اونٹون پر بٹھاؤ ۔ سپاہی ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اوٹھاتے ہین اور اونٹون پر بٹھاتے ہین ایسے موقع پر اونکو پردہ دار محملین کہان سے ملتی تھین ؟ اور ایسی کسے پڑی تھی کہ انکی ذاتی محملین لگا رکھتا ۔ وہ تو اونکی اونٹون سمیت کبھی کی لٹ گئین ۔ اب ان کے لیے وہ اونٹ آئے جو بیگار مین پکڑے ہوئے تھے ۔ کسی پر کجاوہ ہے تو کوئی ننگی ہی پیٹھ ہے ؛ غرض جون تون کر کے یہ لٹا ہوا قافلہ آگے بڑہا ۔ حضرت سجاد کے بھی گلے مین طوق اور ہاتھون مین زنجیر ڈالکر ایک اونٹ پر بٹھائے گئے ۔ اور اونکے دونون پانون اونٹ کی پیٹ سے باندھ دئے گئے ۔ اوس وقت اونکے دلی خیالات کیا تھے کون بتا سکتا ہے ؟ ایک ایسا شخص جو بخیال دنیاوی حیثیت کے مالک رقاب الامم ۔ اور بلحاظ دینی منزلت کے جگر گوشہ رسول اکرم ہو ۔ اس ذلت و خواری کے ساتھ اوس ملک مین جاے جہان اوسکی تعظیم مسلمان سے لیکر کافر تک برابر کرتے ہین اور پھر وہ اکیلا بھی نہین ۔ مان بہنین وغیرہ ساری کنبے کی عورتین بحالت تباہ اوس کے ساتھ ہون اوسکے دل کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے ؛ بار بار دل یہی کہتا ہے کہ کاش اگر یہ سفر بجاے اس ملک کے ملک عدم کو ہوتا تو اچھا تھا ۔ ایسی حالت سے اون لوگون کو منہ دکھانا جنکو ہمارے جد امجد کا کلمہ پڑھنے کا فخر ہو مر جانے سے کچھ کم نہین ۔ جس گھر کی بدولت یہ ملک دولت ایمان سے بہرہ ور ہوا اوس گھر کا وارث یون ذلیل ہو ۔ اے دہر ناپایدار ! تیری کسی بات مین قیام نہین ۔ تیری نظر وہ بلاے بے درمان ہے کہ جسپر پڑی اسی وقت "لم یکن شیئاً مذکورا" ہوگیا ۔ رستے مین جو جو تکلیفین اس قافلہ کو اوٹھانی پڑین وہ محتاج بیان نہین ۔ ناظرین خود غور کر سکتے ہین کہ مسافرت ایک ایسی چیز ہے جو اختیاری سفر کرنے والون کو انواع و اقسام کے مصائب مین مبتلا کر دیتی ہے

چہ جائیکہ یہ لوگ قیدی تہے ۔ اور قیدی بہی کیسے ؟ جن کے ساتہ شخصی عداوت کا بدرقہ ہے ۔ پہران کے لیے جو کچہ تکلیف ہو کم ہے ۔ پیٹ بہر کہانا نہین ۔ دو وقت پر پانی نہین ۔ اوڑہنے بچہونے کا تو ذکر ہی کیا ہے منہ چہپانے تک کو کپڑا نہین یہان تک کہ اگر کوئی اونٹ ذرا آہستہ چلا تو سوار کی شامت آگئی ۔ سخت و سست کہدینا تو ادنی بات تہی بلکہ اونٹ کو مارنے کے بہانہ سے سوار ہی کو ماردیا ۔ بہلا سکینہ کی عمر ایسی کیا تہی ؟ اوسپر اس جرم مین کہ اوس نے ساربان سے کہا تہا کہ تمام رات چلتے چلتے تہک گئی ہون ذرا دم لو ۔ اور دیکہو تو میرے پانون رگڑ رگڑ کے کہا کہا کر چہل گئے ہین ۔ تو اوس نے اونٹ کو اور تیز کیا ۔ اور سکینہ کی پشت پر بہی ایک کوڑا رسید کیا ۔ جب وہ رونے لگی تو دو تین کوڑے اور لگا دیئے ۔ بارے بہزار خرابی کوفہ پہونچے ۔

چودہوان باب

ہان ای قلم یہ وقت ہی فریاد و آہ کا
قیدی بنا ہی کنبہ رسالت پناہ کا

جس وقت قیدیان اہل بیت کی آمد آمد کی خبر حاکم کوفہ عبید اللہ بن زیاد کو پہونچی تو اوس نے حکم دیا کہ بارہ ہزار سوار آگے بڑہکر جائین ۔ اور ان لوگون کو بڑے اہتمام کے ساتھہ شہر کے اندر لائین ۔ جس سے یہ مطلب تہا کہ گورنمنٹ شام کی قوت و سطوت ظاہر ہو ۔ اور نیز محبان اہل بیت کو کسی قسم کی شورش کرنیکا حوصلہ باقی نہ رہے ۔

عمر بن سعد کو اطلاع دی گئی کہ مقتولان اہل بیت کے سر نیزون پر چڑہا کر آگے کرو اور قیدیون کو اوس کے پیچھے رکھو ۔ چنانچہ بموجب اس حکم کے تمام شہیدون کے سرون کو نیزون پر چڑہا کر آگے آگے اور حضرت سجاد کو مع اون کے کنبے کے اون سرون کے پیچھے رکھا گیا ۔

جب یہ لوگ اس جلوس کے ساتھہ کوفہ مین داخل ہوئے تو شہر کی خلقت اونکو دیکھنے کے لیے اپنے گھرون کے باہر نکل پڑی ۔ جو شخص ان قیدیون کی بیکسی اور بے نوائی کو دیکھتا تھا افسوس کرتا اور رو دیتا تھا ۔ اکثر عورتین جو اس سانحہ سے بے خبر تھین ایک ایک کا منہ دیکھہ کر حیرت مین تھین کہ الہی یہ کون لوگ ہونگے جنکے چہرون سے شرافت ٹپک رہی ہے پھر مجرم کس امر کے ہین؟ آخر اون مین سے ایک نے جی کڑا کر کے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ اور کہان کے قیدی ہو؟ بی بی زینب نے کہا کہ "ہم قیدی آل محمدؐ ہین جنکا تم لوگ کلمہ پڑہتے ہو"۔

وہ عورت اتنا سنتے ہی اپنا سر پیٹنے اور ڈھاڑین مار مار کر رونے لگی ۔ اور بی بی کا سر برہنہ دیکھہ کر اپنا برقع اوتار کر پھینک دیا ۔ پھر تو تمام عورتین اس ماجرے سے واقف ہو کر رونے اور چلانے لگین ۔ یہان تک کہ وہ تمام راستہ ایک ماتم کدہ بن گیا ۔ اور حسرت کا ایسا سمان بندھا کہ مردون سے بھی ضبط نہو سکا وہ بھی بے اختیار رونے لگے ۔

یہ کیفیت دیکھہ کر بی بی زینب کو غصہ آیا اور کہا "۔ اے اہل کوفہ! تمہاری مثال اوس عورت کی ہے جس نے سوت کاتا اور کپڑا بنا اور پھر اوس کو پھاڑ پھوڑ کر تار تار کر دیا ۔ اوسی طرح تم نے بھی اپنے ایمان کو غارت کر دیا ۔ خوب یاد رکھو کہ وہ دن کچھ دور نہین ہے کہ منتقم حقیقی تمہارے اس مکر و فریب کے عوض مین تم کو ہمیشہ کے لیے جہنم مین ڈال دے ۔ تمہین نے ہم کو ہمارے وطن سے نکالا ۔ ہمارے مردون کو قتل کیا ۔ ہماری

عورتون کو دارالحرب کے قیدیون کے مانند پکڑا ۔ اور اب ہمارے حال پر روتے بھی ہو ۔ خدا کی قسم ہے کہ تم رونے ہی کے لائق ہو ۔ خوب روؤ ۔ مرحبا ! صد مرحبا ! تم نے اپنے پیغمبر کے لخت جگر کی خوب توقیر کی ۔ اور اون کے کنبے کے عورتون کی اچھی حرمت رکھی ۔ تمہاری اس خوش اعتقادی سے پیغمبر بہت خوش ہونگے ۔ اور حشر کے روز خاطر خواہ تمہاری شفاعت کرینگے ۔"

یہ فقرے اس قدر تیز آتش ریز تھے کہ سننے والونکے دل کو جلا کر کباب کر دیا ۔ جس طرح کباب سیخ پر تراوش کرتا ہے اوسی طرح ہر ایک کی آنکھہ سے آنسو ٹپکتے تھے ۔

اس کے بعد حضرت سجاد نے لوگون کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ "اے اہل کوفہ ! تم نے اون لوگون کو قتل کیا ہے جن کی خدا کے پاس بڑی عزت و حرمت ہے ۔ مین نہین سمجھتا کہ خدا تم سے پوچھیگا تو کیا جواب دوگے ؟ یقین مانو کہ تمہاری اس حرکت ناشایستہ کی سزا بجز اس کے اور کچھ نہوگی کہ تم ہمیشہ عذاب دوزخ مین رہوگے ۔ کیا تم نے میرے والد حسین بن علی کو اپنا رسوخ جتا کر بڑے اصرار سے نہین بلایا ؟ کیا تم نے جنگل مین گھیر کر اون کا اور اون کے عزیزون کا گلا نہین کاٹا ؟ کیا تم نے اون کو اور اون کے ساتھہ والون کو تین دن تک لب نہر پیاسا نہین مارا ؟ کیا تم نے اون کی لاش کو گھوڑون کے پانون سے چور چور نہین کیا ؟ کیا تم نے اون کی اور اون کے ساتھہ والون کی لاشون کو

بے گور و کفن جنگل مین نہین ڈال دیا؟ اور اب اون کے عیال و اطفال قیدی بنکر چلے ہین تو تاسف بھی کرتے ہو؟ بڑی شرم کی بات ہے۔ یہ تمہارا تاسف کس پر ہے؟ ان سب باتون کا مواخذہ ایک دن تم سے ضرور ہونے والا ہے۔ کیا تم نے قرآن مین یہ آیت نہین پڑھی کہ؟ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ" جو شخص اچھا کام ایک ذرہ کے برابر بھی کریگا تو وہ اوس کو نظر آجائے گا۔ اور اگر برا کام ایک ذرہ کے برابر بھی کریگا تو وہ بھی اوس کو نظر آجائیگا۔"

حضرت سجاد کی اس تقریر سے لوگون کے دلون مین ایسی ہیبت سما گئی کہ نقش دیوار بن گئے۔ اون کو کہنے کے لیے کیا منہ تھا؟ بجز سر بگریبان ہونے کے کوئی چارہ نظر نہین آیا۔

الغرض یہ قیدی ابن زیاد کے دربار مین حاضر کیے گئے۔ اور حضرت امام حسین کا سر ایک طبق مین روبرو رکھا گیا۔ ابن زیاد کی اس وقت کی خوشحالی کچھ نہ پوچھیے۔ جامہ مین پھولا نہین سماتا تھا۔ کیونکہ پیغمبر کے کنبے کو تباہ کرکے نیک نامی حاصل کی تھی۔ اور امیر شام سے امیدوار رسوخ کا تھا۔ تبسم کرتا جاتا تھا اور لب مبارک پر بار بار چھڑی سے مارکر کہتا تھا کہ حسین کے ہونٹھ اور دانت بہت ہی پیارے ہین۔

اوس مجلس مین زید بن ارقم صحابی موجود تھے۔ اونکو یہ حرکت نہایت ناگوار ہوئی۔ کہا "تم اپنی چھڑی اوٹھالو۔ مین نے اکثر دیکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان لبون کا بوسہ لیتے تھے۔"

اون کی زبان سے اتنا نکلا تھا کہ پہلو مین دل تڑپ گیا ۔ زار زار رونے لگے ۔ ابن زیاد نے کہا ۔ "خدا تجھے ہمیشہ رونا نصیب کرے خدا نے ہم کو فتح دی اور تجھے بُرا معلوم ہوا ۔ کیا کرون! تو بڈھا ازکار رفتہ ہوگیا ہے ۔ نہین تو تیری گردن بھی اوڑا دیتا"۔

زید نے کہا ۔ "مین اس سے بھی زیادہ غضب آور بات سناتا ہون ۔ جناب رسول خدا نے حسن اور حسین کو اپنی گود مین بٹھا کر یہ دعا کی ہے کہ "اللھم انی استودعک ایاھما وصالح المومنین" بارخدایا! یہ دونون میری امانت ہین اور نیک مومن ہین ۔ مین نے ان کو تیرے سپرد کیا ہے"۔ افسوس ہے! کہ تم نے پیغمبر کی امانت کو اس حالت پر پہونچایا"۔

زید بن ارقم اتنا کہہ کر وہان سے اوٹھ گئے ۔ اس کے بعد ابن زیاد کی نظر بی زینب پر پڑی ۔ اوس نے دیکھا کہ ایک عورت پھٹے کپڑے پہنی بیٹھی ہے ۔ پوچھا ۔ "یہ کون عورت ہے؟" لوگون نے کہا ۔ یہ فاطمہ بنت رسول اللہ کی بیٹی زینب ہے ۔ ابن زیاد نے بی بی زینب کی طرف خطاب کرکے کہا ۔ "شکر ہے خدا کا کہ اوس نے ہم کو تیرے بھائی پر فتح دی ۔ اوس کا جھوٹا پن لوگون پر ظاہر کردیا ۔ اور تم لوگ خوب رسوا ہوگئے"۔ زینب نے جواب دیا کہ ایسا نہین ۔ "بلکہ شکر ہے خدا کا کہ اوس نے ہم کو پیغمبر کی قرابت سے عزت بخشی ۔ اور ہمارے لیے آیت تطہیر نازل فرمائی ۔ وہی بدکارون کو رسوا اور ناہنجارون کو

جھوٹا کرے گا"۔ ابن زیاد نے کہا۔ "ظاہر ہے کہ خدا نے تمہارے خاندان کے ساتھ کیا کیا؟" زینب نے جواب دیا کہ "ازل سے اون کے لیے رتبہ شہادت مقرر ہو چکا تھا۔ خدا نے اون کو اپنے دامن رحمت مین لے لیا۔ کل کے روز اون کو اور تم کو ایک ایسے مقام پر لائیگا جہان اون کو تم پر دعوی کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اوس وقت معلوم ہوگا کہ تمہاری کارروائی کیسی تھی؟"

ابن زیاد کو اس بات پر غصہ آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ بی بی زینب کے ساتھ کچھ بدسلوکی کرے۔ لیکن عمر ابن حریث کی سفارش پر در گزر کی۔

اس کے بعد حضرت سجاد کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا "یہ کون ہے؟" حضرت نے کہا۔ "مین علی بن حسین ہون"۔ ابن زیاد نے کہا۔ "مین نے سنا تھا کہ وہ اس ہنگامہ مین مارا گیا پھر یہ جیتا رہتا کیسا ہے؟" اونہون نے جواب دیا کہ "وہ میرے بڑے بھائی تھے۔ اون کا نام علی اکبر تھا لوگون نے اون کو قتل کیا"۔ ابن زیاد نے کہا۔ "تم بھی وہی ہو"۔ اور حکم دیا کہ ان کو بھی قتل کر ڈالو۔

اوس وقت کی بی بی زینب کی گھبراہٹ خارج از تحریر ہے۔ امام زین العابدین کو پکڑتی ہین اور ابن زیاد سے کہتی ہین۔ "اگر تمہارا دل اہل بیت مصطفے کے قتل کرنے سے اب تک سیر نہوا ہو تو بہتر ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ مجھے بھی قتل کر ڈالو"۔

ابن زیاد کو بی بی کے اضطرار اور جان دینے پر تیار ہو جانے نے

Checked 1987

سخت حیرت مین ڈال دیا ۔ اوس نے غور کیا کہ ایسے موقع پر یہ جرأت خالی از جوش محبت نہین ہو سکتی ۔ پہر اپنے لوگون کی طرف مخاطب ہو کر کہا ۔ "مجھے اس عورت کے حال پر رحم آتا ہے کہ اپنا قتل کیا جانا اس لڑکے کے ساتہہ پسند کرتی ہے ۔ اچھا جانے دو ۔ ان سب کو لیجا کر اوس مکان مین رکہو جو مسجد جامع کے عقب مین خالی پڑا ہے ۔ اور حسین کے سر کو تمام شہر مین پہرا کر لاؤ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ امیر شام کی مخالفت کا یہ نتیجہ ہے ۔"

چنانچہ اس حکم کے موافق عمل کیا گیا ۔ دو تین روز کے بعد ان قیدیون کی روانگی جانب دمشق ٹہیری اور یہ سب لوگ اوسی حالت سے جیسے کربلا سے آئے تہے مع سرہائے شہدا اور حضرت سجاد باطوق و زنجیر پانچہزار سوار کی حراست مین بسرکردگی شمر ذی الجوشن دمشق کو روانہ ہوئے ۔ ⁜ اثنائے راہ مین جو کچہ حالات پیش آئے وہ محتاج بیان نہین ہین ۔ کیونکہ پیشتر ہی ہم نے گزارش کر دیا ہے کہ اس قافلہ کے ساتہہ شخصی عداوت کا بدرقہ ہے ۔ پہر ان لوگون کی حیرانی و پریشانی مین کیا کلام ہے

⁜ جب لشکری حضرت امام حسین اور اور شہیدون کے سر اور قیدیان اہل بیت کو لیکر دمشق کی طرف روانہ ہوئے تو پہلی منزل پر ایک بتخانہ کے قریب اوترے ۔ وہان کے پوجاری نے جب قیدیونکی کیفیت دریافت کی اور سر مبارک جناب سید الشہدا کا نیزے پر دیکہا تو اوس کے دل پر بڑا اثر ہوا

خیر! جون تون کرکے وہ سفر ختم ہوا ۔ اور جب شہر دمشق (دار السلطنت شام) مین پہونچے تو ان کا راستہ اوس دروازہ سے نکالا گیا جس کو باب الساعات کہتے ہین ۔ یہ دروازہ عام رہگذر کا ہے ۔ اس راستہ مین آنے جانے والون کی

سرکردہ لشکر سے کہا کہ مین ایک ہزار درہم دیتا ہون ۔ رات کی رات یہ سر میرے حوالہ کرو ۔ صبح کو تم جب کوچ کروگے تو واپس لے لینا ۔ یہ لوگ تو دین کو دنیا کے ہاتھ بیچ ہی چکے تھے جھپ سے راضی ہوگئے ۔ اور سر مبارک کو اوس کے حوالہ کردیا ۔ پوجاری نے سر مبارک کو اپنی خلوت مین لیجا کر غسل دیا اور خوشبو ملی اور اپنے زانو پر رکھہ کر خدا کے نور کا تماشا دیکھنے لگا ۔ وہ اپنی آنکھون سے دیکھتا تھا کہ ایک نور کا جھیلا آسمان سے سر مبارک پر پے در پے اوترتا چلا آرہا ہے گویا ایک ستون نور کا زمین سے آسمان تک بنا ہوا ہے ۔ صبح تک یہی حال رہا ۔ جب صبح ہوئی تو اوس نے ہزار درہم اور سر مبارک لشکریون کو دیدیا ۔ اور وہ مسلمان ہوگیا ۔ آگے چل کر سپاہیون نے اون درہمون کو تقسیم کرلینے کی غرض سے نکالا تو وہ سب کے سب مٹی کے سکے ہوگئے تھے مگر صورت اونکی بگڑی تھی اور بجائے سکے کے ایک طرف یہ آیت کندہ تھی کہ ”ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون“ یعنے ”تم یہ نہ سمجھو کہ خدا ظالمون کے عمل سے غافل ہے“ اور دوسری طرف یہ آیت تھی کہ ”وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون“ یعنے ”عنقریب ظالمون کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کونسی گردش مین چکر کھائینگے“ ۔ منہ

مجمع کی کثرت رہتی ہے ۔ اگرچہ اس دروازہ کے علاوہ اور بھی دروازے شہر مین داخل ہوسکے ہین ۔ لیکن حاسدین کی مراد برلانے کے لیے بھی ایک دروازہ بہت موزون تھا ۔ اون کی خواہش یہ تھی کہ رسول مقبول کے کنبے کی خاطر خواہ ہتک ہو ۔ ان کی ابتر حالت کو ہر ادنی و اعلی دیکھے جس مین امیر شام کی ناموری ہے ۔ یہ بات اسی دروازہ سے داخل ہونے پر منحصر تھی ۔ شہر کے اندر بڑے سلیقہ سے آراستگی کی گئی تھی ۔ راستہ کے دورویہ دوکانون کی ایسی آرائش ہوئی تھی کہ دیکھنے والون کا جی وہان سے ہٹنے کو نہین چاہتا تھا ۔ یہ تمام تکلف سرکاری حکم سے قیدیان آل نبی کی تقریب مین ہوا تھا جس سے اظہار مسرت عام مقصود تھا جب یہ لوگ دروازہ کے اندر داخل ہوئے تو تماشائیون کا ایسا ہجوم ہوا کہ راستہ بند ہوگیا ۔ نیزون پر چڑھے ہوئے سرون کا آگے آگے اور عورتون کا اور بچون کا بحال تباہ اون سرون کے پیچھے پیچھے ہونا ۔ پانچہزار سوارون کا اون کو چارون طرف سے گھیرے ہوئے چلنا شہر والون کے لیے بہت اچھا تماشا ہوگیا تھا ۔ مگر افسوس ہے اون قیدیون کے حال پر جنکے پاس منہ چھپانے کے لیے بھی کوئی کپڑا نہین ہے ۔ حالانکہ یہ وہ عورتین تھین جن کی پردہ داری مین اسلام کی پردہ داری تھی ۔ اور وہ بحالت مجبوری اپنے سر کے بالون سے منہ چھپاتی تھین اور حاسدین کی منت کرتی تھین کہ مقتولون کے سرون کو ذرا آگے بڑھا دو تاکہ تماشائی اودہر متوجہ ہو جائین اودہر ہم پر نظر نہ ڈالین ۔ اوس سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ اون کی اتنی درخواست بھی کسی نے منظور نہ کی ۔ اور اوسی صورت سے اون کو لیے چلے گئے یہان تک کہ جامع مسجد کے پھاٹک پر پہونچے ۔ ظہر کا وقت ہو گیا تھا ۔ نماز پڑھنے کی لیے وہان ٹھہرے ۔

مین کہتا ہون کہ یہ نماز تو ضرور خدا نے قبول کی ہوگی۔ مگر فکر اس بات کی ہے کہ ان لوگون نے نماز مین جب درود پڑھی ہوگی تو "اللھم صل علی محمد" کے بعد "علی آل محمد" کہا ہوگا یا نہین اگر کہا ہوگا تو یہ خیال بھی آیا ہوگا یا نہین کہ آل محمد کون ہین کیا یہ وہی تو نہین ہین جن کو ہم نے قید کر کے لایا ہے اور سر بازار کھڑا کیا ہے جب شہر کے لوگ نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو ایک شخص سورہ کہف پڑھتا ہوا سر مبارک حضرت امام حسین کے سامنے آیا اوس وقت اوس کی زبان پر یہ آیت تھی کہ "ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا" اوس کے جواب مین سر مبارک سے یہ آواز نکلی کہ "میرا قصہ اون سے زیادہ تعجب انگیز ہے"۔ ⁂

اس عرصہ مین امیر شام (یزید) نے دربار عام جس مین علاوہ معمولی درباریون کے بہت سے کم درجہ کے لوگ بھی باریاب تھے منعقد کر کے ان قیدیون کی حاضری کا حکم دیا۔

⁂ اصحاب کہف کا قصہ یہودیون کے ہان ایک تعجب انگیز قصہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ایک غار مین تین سو برس تک سوتے رہے۔ ایک بار اونھون نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور امتحان کے اوس قصہ کی کیفیت دریافت کی تو اللہ جل شانہ نے اون کا قصہ اس تمہید سے بیان فرمایا کہ "اے محمد کیا تم سمجھتے ہو کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری نشانیون مین تعجب انگیز تھے" یعنے اون کا قصہ کچھ تعجب انگیز نہین ہے۔ اس کے بعد لوگون کا خیال اوس

قصہ کی نسبت بیان کر کے اپنی طرف سے صحیح واقعات ظاہر فرمائے ہین جو شروع سے آخر تک سورہ کہف مین مندرج ہین ۔ اور یہ بہی ہدایت کی کہ اس بارہ مین زیادہ اصرار نکرو ۔ جس کا یہ مطلب تہا کہ لوگ مانینگے نہین اور ناحق کی دردسری ہوگی ۔

دقیانوس کے عہد سلطنت مین بت پرستی کا بہت چرچا تہا ۔ چنانچہ بادشاہ سے لے کر رعایا تک سب کے سب بت پرست ہوگئے تہے ۔ یہ اصحاب کہف بہی اوسی زمانہ مین ایک معمولی متوسط درجہ کے آدمی تہے اور شہر افسوس مین رہتے تہے ۔ ان کی تعداد مین اختلاف ہے پانچ سے لے کر سات تک تبلائے جاتے ہین ۔ ان سے کہا گیا کہ تم بہی بتون کی پوجا کیا کرو ۔ چونکہ یہ لوگ عیسائی مذہب کے خداپرست تہے اپنا مذہب چہوڑ کر بتون کی پوجا کرنے سے انکار کیا ۔ جس پر دقیانوس نے اون کو ڈرایا اور کہا کہ تم کو تین روز کی مہلت دی جاتی ہے اگر اس عرصہ مین تم اپنا مذہب چہوڑ کر ہمارے بتون کی پرستش نکروگے تو تم کو پہانسی دی جائے گی ۔ یہ لوگ خدا پر سچے دل سے ایمان لائے تہے بت پرستی کس طرح قبول کرسکتے تہے ۔ جب یہ بادشاہ کے دربار سے نکل کر اپنے گہر کو آئے اور چہپ کر کسی اور جگہ چلے جانے کا منصوبہ کر کے رات کو شہر کے باہر ہوئے ۔ تہوڑی دور گئے تہے کہ دن نکلا ۔ جنگل مین اون کو ایک چرواہا ملا جس کے سات ایک کتا بہی تہا اور وہ بہی عیسائی مذہب کا خداپرست آدمی تہا ۔ اوس نے ان سے پوچہا کہ کہان جاتے ہو ۔ اونہون نے اوس کو اپنا ہم خیال جان کر سارا قصہ بادشاہ کی

ہمارے ناظرین خیال فرما سکتے ہین کہ اہل بیت رسول کی عورتون کو شاہی عام دربار کے ساتھہ کہان تک مناسبت ہے۔ مزید بران برہنہ سری! بڑی شرم کی بات ہے۔ جس شخص کو ذرا بھی اسلام کا پاس ہوگا وہ کبھی ایسی بات نہین سن سکتا دیکھنا تو بہت دور ہے۔ مگر ہمارا حامی اسلام والی شام کر گزرا۔ اسلام کی عزت مسلمان بادشاہون کو ایسی ہی کرنی چاہیے۔ اسے لعنت خدا! خیر۔ شمر قیدیان اہل بیت کو لے کر دربار مین آیا اور سلام کر کے امیر شام کے روبرو کھڑا ہوا۔ امیر شام (یزید) نے پوچھا کیا کیفیت ہے؟ شمر نے عرض کیا مین مبارکباد دیتا ہون کہ اللہ تعالی نے آپ کو آپ کے دشمن پر فتح دی۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ حسین بن علی بن ابیطالب

زبردستی کا بیان کیا۔ چرواہے نے کہا۔ چلو مین تم کو قریب مین ایک غار بتلاتا ہون وہ ایسی پوشیدہ جگہ ہے کہ اگر تم اوس مین ساری عمر بھی رہو تو کسی کو خبر نہو۔ اور مین بھی تمہارے ساتھہ رہتا ہون۔ دور جانا کیا ضرور ہے۔ یہ لوگ اوس کی بات کو پسند کر کے اوس غار مین گئے اور دیکھا تو فی الواقع وہ غار مقام امن پایا گیا۔ رات کے جاگے ہوئے تھک گئے تھے وہان یہ لوگ سو گئے۔ ان کے سونے کی مدت تین سو برس سے زیادہ کی بیان کی جاتی ہے۔ جب یہ لوگ بیدار ہوئے تو بھوک لگی۔ ایک شخص اون مین روٹی لانے کو شہر مین گیا جس کی وجہ سے اون کا حال لوگون کو معلوم ہوا اور بادشاہ کے حکم سے اوس غار کا منہ چنوا دیا گیا۔ منہ

اسّی اسم کے ساتھہ جن مین اٹھارہ تو اون کے خویش و قرابت دار تھے اور باسٹھہ اسم اون کے دوست اور جان نثار تھے وارد کربلا ہوئے ۔ اس بات کی خبر پاتے ہی ہم بحکم عبید اللہ بن زیاد بہت سی فوج لے کر اون کے سر پر پہونچ گئے اور آپ کی بیعت کا اون سے سوال کیا گیا مگر اونہون نے نہ مانا اور مقابلہ کرنے کو مستعد ہو گئے ۔ پھر تو ہم نے اونکو چارون طرف سے گھیر لیا اسّی آدمی کی کیا حقیقت تھی دم کے دم مین سب کو مار کر پھینک دیا ۔ اب اون کی لاشین جنگل مین پڑی سڑ رہی ہین "

اتنا کہہ کر حضرت امام حسین کا سر ایک طشت مین رکھہ کر بطور نذر کے پیش کیا ۔ دوسرے شہیدون کے سر بدستور نیزون پر چڑھے ہوئے صحن مین تھے ۔

حضرت سجاد ایک خونی مجرم کے مانند زنجیرون مین جکڑے ہوئے اور اون کے ساتھہ اہل حرم تلوارون کی چھاؤن مین روبرو کھڑے کر دئے گئے ۔

یزید پیغمبر کے کنبے کو اس تباہی کی حالت مین دیکھہ کر بہت خوش ہوا اور لب مبارک حضرت امام حسین پر چھڑی رکھہ کر نشۂ حکومت مین یہ اشعار پڑھے کہ " لیت اشیاخی ببدر شہدوا ۔ جزع الخزرج فی وقع الاسل ۔ فاہلوا و استہلوا فرحاً ۔ ثم قالوا الی ہنیاً لا تشل ۔ لست من خندف ان لم انتقم ۔ من بنی احمد ما کان فعل ۔ لعبت ہاشم بالملک فلا ۔ خبر جاء و لا

وحی نزل "⁂

ان اشعار کے مضمون سے امیر شام (یزید) کا اسلام اور اوس کا ایمان صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ جنگ بدر مین جو کفار مارے گئے اون کو شہید کہنا ۔ اور اون کے بدلہ مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو قتل کرانا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو شعبدہ بازی اور ملک گیری کی پولیٹکل کارسازی قرار دینا ۔ اون کے الہام اور وحی سے انکار کرنا ۔ درحقیقت دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے ۔ جس شخص کے دل مین کفار قریش کے خونبہا لینے کی آرزو ہو اوس کو ہم کیونکر مسلمان کہہ سکتے ہین ؟ ایسے اعتقاد کا آدمی اگر اپنے آپ کو مسلمان کہے تو اوس کو منافق کہنا کچھ بیجا نہو گا ۔ اور منافقون کی نسبت اللہ جل شانہ نے اپنے کلام مجید مین بہت جگہ ذکر کیا ہے کہ جو اون کے جہنمی ہونے پر کافی دلیل ہے ۔ ازانجملہ یہ بھی ایک آیت ہے کہ "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار" : منافق دوزخ کی غار مین ہونگے "۔

⁂ ترجمہ ۔ کاش! میرے بزرگ جو جنگ بدر مین شہید ہوگئے: اگر زندہ ہوتے تو خزرج کو واقعۂ اسل مین جو روئے تھے دیکھتے کہ مین نے کیسا بدلا لیا ہے ۔ اور خوش ہو کر مجھ سے کہتے کہ شاباش تھکنا نہین ۔ مین خندف کے پیٹ سے نہین پیدا ہوا ہون گا اگر مین بنی احمد سے بدلا نہ لون ۔ یہ ساری شعبدہ بازیان بنی ہاشم کی ملک لینے کی تہین ۔ حقیقت مین نہ الہام ہوا نہ کوئی وحی اتری نہ

امیر شام کے اوس دربار مین ابو برزہ اسلمی صحابی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تھے ۔ اونہون کہا ۔ "اے یزید! تم ایسی بے ادبی نکرو ۔ مین نے بارہا دیکھا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ ان لبون کا بوسہ لیتے تھے ۔ کل قیامت کے روز ان کے شفیع تو جناب رسول خدا ہون گے ۔ اور تمہارا شفیع عبید اللہ بن زیاد ہوگا ۔"

یزید کو یہ بات بری لگی ۔ خفا ہو کر کہا کہ "مجھے تمہارے صحابی ہونے کا لحاظ ہے ۔ نہین تو ابھی قتل کرا دیا ہوتا" ۔ ابو برزہ نے کہا "سبحان اللہ! پیغمبر کی صحبت کا تو اتنا لحاظ اور اوس کے خاص نواسے کے ساتھ یہ سلوک؟ ہزار حیف ہے"! یہ کہہ کر وہان سے اوٹھ گئے ۔

سبط ابن جوزی نے عبید بن عمیر سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب سید الشہداء کا سر یزید کے سامنے لاکر کہا گیا ایک نصرانی سفیر بادشاہ انگلستان کا وہان حاضر تھا ۔ اوس نے پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے؟ یزید نے کہا ۔ یہ سر حسین بن علی کا ہے ۔ یہ شخص ہماری خلافت کا دعویدار بنا تھا لہذا قتل کیا گیا ۔ سفیر ۔ یہ شخص کون تھا؟ ذرا صراحت سے بیان فرمائیے ۔ یزید ۔ یہ شخص ہمارے پیغمبر (محمد) کا نواسا اور اون کے چچیرے بھائی (علی) کا بیٹا ہے ۔ سفیر ۔ لعنت ہے تمہارے اسلام پر ۔ تمہارا اعتقاد کسی بات پر مضبوط نہین ۔ سنو! ہمارے ملک مین ایک جزیرہ ہے اوس مین ایک گرجا ہے اور گرجا مین گدہے کا ایک سم ہے ۔ کہتے ہین کہ اوس گدہے پر حضرت مسیح سوار ہوئے تھے ۔

اسی بنا پر ہر سال ہزارہا آدمی دور دور دراز مقامات سے زیارت کے لیے وہان جاتے ہین اور صدہا روپیہ کی نذر و نیاز چڑھاتے ہین ۔ افسوس ہے کہ تم لوگ اپنے پیغمبر کے خاص نواسے کو اسقدر ذلت کے ساتھہ قتل کرتے ہو ۔ مین بالیقین کہتا ہون کہ تمہارا مذہب باطل ہے اور تمہارا اسلام کا دعوی بھی باطل ہے"۔

اس کے بعد قیدیان اہل بیت کی پیشی ہوئی ۔ شمر نے آگے بڑھکر ایک ایک عورت کا ہاتھہ پکڑ کر کہا کہ یہ زینب اور یہ ام کلثوم حسین کی ماں جائی بہنین ہین ۔ یہ فاطمہ اور یہ سکینہ اون کی لڑکیان ہین ۔ اسی طرح دوسری عورتون کا بھی نام لے لے کر بتلایا کہ یہ فلان اور یہ فلان ہے ۔ ان سب کے بعد حضرت سجاد کا ہاتھہ پکڑ کر کہا کہ یہ حسین کا فرزند ہے ۔ اس کو علی اوسط کہتے ہین ۔ یزید نے حضرت سجاد کی طرف متوجہ ہو کر کہا "اے علی! تیرے باپ نے ہمارے ساتھہ برا سلوک کیا ۔ ہمارے رشتہ قرابت کو توڑ ڈالا اور ہماری خلافت کا دعویدار بنا ۔ اب تو نے دیکھا کہ خدا تعالی نے اوس کا بدلا کیسا لیا؟ اس کے جواب مین حضرت سجاد نے یہ آیت پڑھی کہ "ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب" یعنے کوئی مصیبت زمین پر اور نہ کسی آدمی کی ذات پر نہین پڑی ہے جو لوح محفوظ مین لکھی ہو"۔ روز ازل سے ہر ایک کی تقدیر مین جو لکھا ہے وہی ہوتا ہے"۔

اس اثناء مین ایک شامی نے اوٹھ کر یزید سے عرض کیا کہ یہ لڑکی (فاطمہ کبری کی طرف اشارہ کر کے) مجھے عنایت کیجئے ۔ یہ بات سنتے ہی فاطمہ

بی بی زینب کو لپٹ گئین اور تھر تھر کانپنے لگین ۔ وہ سمجھین کہ یہ مجھے لونڈی بناتا ہے ۔ بی بی زینب کو اس بات کی تاب نہ آئی ۔ غصہ ہوکر اوس مرد شامی سے کہا "ایسی بات کرنا نہ تجھے جائز ہے نہ تیرے مالک یزید کو"۔ یزید نے کہا "مجھے اختیار ہے جس کو چاہون دیدون"۔ زینب نے کہا۔ حاشا وکلّا ! جب تک مذہب اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار نکرے یہ بات نہین ہوسکتی ۔ یزید نے برہم ہوکر کہا "ایسی بات تو میری نسبت کہتی ہے ۔ حالانکہ تیرا باپ اور تیرا بھائی دونون دین اسلام سے خارج ہوگئے ہین"۔ زینب ۔ "ہمارے باپ. دادا کے دین سے تو اور تیرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے"۔ یزید "جھوٹ بولتی ہے تو خدا کی دشمن ہے"۔ زینب "شاید تو اپنی سلطنت پر بھولا ہوا ہے ۔ مسلمانون کا حاکم ہوکر اپنی ذات پر اتنا ظلم کیون کرتا ہے کچھ تو خدا کا خوف کر ۔ یہ سلطنت چلتی پھرتی چھانون ہے اوس پر اتنا اترانا نہ چاہیے"۔

یہ بات یزید کے دل کو لگی ۔ شرما کر خاموش ہوگیا ۔ اس گفتگو سے شامی کو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی خاندان رسالت کی ہے ۔ پھر تو اوس نے نادم ہوکر کہا۔ للّٰہ میرا قصور معاف فرمائیے ! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ لڑکی ایسے بڑے خاندان کی ہے ۔ بلکہ مین سمجھا تھا کہ یہ قیدی کفار روم و فرنگ کے ہین ۔ اس گفت وشنود کے بعد حکم دیا گیا کہ حسین کے سر کو شہر کے دروازہ پر لٹکا دو اور قیدیون کو ایک مکان مین مقید کرو ۔ اس حکم کے موافق سر مبارک

دمشق کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا اور قیدیان اہل بیت کو ایک ایسے مکان مین جگہ دی گئی جو بالکل مختصر اور بوسیدہ تھا اور اون کی گزران کے لیے ناکافی تھا۔ ان لوگون نے اپنے قید کے دن بہت تکلیف سے گزارے۔ ان مین کے اکثر لوگون نے دن اور رات زیر سما بسر کی۔ دہوپ کی شدت سے ان کے جسم کی کہال اوتر گئی تہی۔ چنانچہ اون دنون منہال بن عمر نے حضرت سجاد کی خدمت مین حاضر ہوکر پوچہا کہ یا ابن رسول اللہ! کس طرح آپ کی صبح سے شام ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ جیسے بنی اسرائیل کی قوم فرعون مین اے منہال! عرب کو عجم پر ناز ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب سے ہین۔ اہل قریش اور دیگر تمام عرب یہی فخر کرتے ہین۔ مگر ہم کو جو اوسی محمد کی اہل بیت ہین قتل کرتے ہین۔ قیدی بناکر گانون گانون شہر شہر پہراتے ہین۔ ہم بہی راضی برضاء پروردگار ہین۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہین۔

چونکہ یہ واقعہ ایسا نہ تہا کہ بلا پرسش رفت وگزشت ہو جاتا۔ یہ تو ایک ایسی حیرت انگیز بات تہی جو آج تک کسی کے کان مین نہین پڑی تہی۔ فوراً اس کا چرچا تمام ملک شام مین ہوگیا اور مسلمانون سے لے کر یہود ونصاری تک امیر شام (یزید) کی اس حرکت پر نفرین کرنے لگے۔ گویا تمام ملک مین عام ناراضی پہیل گئی۔ ⁂

⁂ ابن سعد نے محمد بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ راس جالوت نامی ایک یہودی نے اس واقعہ کا تذکرہ کرکے کہا کہ داود علیہ السلام کا میرے ساتھ

اس بات سے یزید کو خوف ہوا کہ مبادا یہ عام ناراضی کہین حد سے گزر کر باعث زوال سلطنت ہو۔ اب اس کا دفعیہ ضرور ہے تاکہ لوگون کے دلون سے یہ بدگمانی جاتی رہے۔ اس خیال پر اوس نے اپنی طبیعت کا رنگ بدلا۔ ایک روز دربار منعقد کر کے کہنے لگا۔ مین نے حسین کے قتل کا حکم نہین دیا تھا۔ خدا ابن مرجانہ کا خانہ خراب کرے اور اوس پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ سارا فساد اوسی کا ہے۔ اب مین تم سے (ارکان سلطنت کی طرف خطاب کر کے) پوچھتا ہون کہ ان باقیماندہ لوگون کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ ایک بے دین نے کہا۔ "اب تک جو کچھ ہوا وہ اچھا ہی ہوا۔ آیندہ مناسب یہ ہے کہ حسین کے فرزند کو بھی حوالۂ شمشیر اجل کیا جائے تاکہ حسین کی اولاد دنیا مین باقی نہ رہے۔ یہ لوگ آپ کی سلطنت کے دشمن ہین۔ دشمن کو قابو مین آنے کے بعد چھوڑ دینا خلاف عقل ہے"

یزید خاموش رہا۔ کچھ جواب نہ دیا۔ اوس کی خاموشی نے اہل دربار کو جتا دیا کہ امیر شام کو اس امر مین تردد ہے۔

اس اثنا مین نعمان بن بشیر نے عرض کیا۔ "اے امیر المومنین!

ستر پشت کا واسطہ ہے۔ اتنے دور و دراز کے واسطہ پر بھی بنی اسرائیل میری اوسی قدر تعظیم و تکریم کرتے ہین جیسے کسی قریب کے رشتہ دار کی ہوتی ہے۔ وائے برحال مسلمانان! انہون نے اپنے پیغمبر کے خاص نواسے کو قتل کر ڈالا۔ اخص قریب یعنے ایک ہی پشت کے رشتہ دار کا کچھ بھی پاس نہ کیا۔ منہ

لازمہ انصاف گستری و رعایا پروری تو یہ ہے کہ ان لوگون کے ساتھہ اس طرح کی رعایت کی جائے جس طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ایسی حالت دیکھہ کر رعایت کرتے"۔ یزید کو یہ بات پسند آئی۔ اور حکم دیا کہ قیدیان اہل بیت رسول کو حمام مین لے جاو۔ اور عمدہ لباس پہنا کر محل مین پہونچاو۔ اوس وقت حضرت سجاد کی بیڑی کٹی۔

جب یہ لوگ نہا دھو کر اور عمدہ پوشاکین پہن کر امیر شام کے محل مین داخل ہوئے تو معاویہ کے خاندان کی عورتین ان کو پرسا دینے آئین۔ اور رسم عزا آراستہ کرکے تین روز تک ان مصیبت زدون کے ساتھہ ماتم کرتی رہین۔ امیر شام (یزید) کا التفات بھی اون کے حال پر توقع سے زیادہ ہوا۔ چنانچہ حضرت سجاد کو اور نیز دوسرے اطفال اہل بیت کو دونون وقت اپنے بچون کی برابر دسترخوان پر بٹھلا کر کھلانے اور بہت کچھ لطف و مدارات کی باتین بنانے لگا۔ رفتہ رفتہ ایک روز حضرت سجاد سے کہا۔ "کیا تمہاری مرضی یہان رہنے کی ہے یا اپنے وطن کو جانے کی؟ اگر رہنے کا ارادہ ہے تو شوق سے رہو۔ یہ گھر تمہارا ہے۔ اور اگر وطن جانا منظور ہے تو مین خوشی سے تم کو رخصت کر دون گا"۔

سجاد نے فرمایا۔ "مجھے اپنے وطن کو جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جناب رسول خدا کے روضہ کی جاروب کشی سلطنت سے بہتر سمجھتا ہون"۔ یزید: "اچھا! تمہاری روانگی کا انتظام بہت اچھی طرح سے کر دیا جائیگا"۔

نعمان بن بشیر کو حکم دیا گیا کہ خاندان مصطفوی کو بہت آرام سے لے جا کر مدینہ پہونچا دو۔ اور کچھ سوار بھی اون کی ہمراہی مین لے لو۔ نعمان بن بشیر نے

چند سوار ساتھہ لے کر اہل بیت کی ہمراہی مین جانے کے لیے تیار ہوا تو وقت رخصت یزید نے بہت کچھ اظہار تاسف کیا ۔ اور حضرت سجاد سے کہا "خدا ابن سمیّہ کو غارت کرے اوس نے بہت برا کام کیا ۔ خدا کی قسم ہے اگر حسین کی ملاقات مجھ سے ہو جاتی تو جو کچھ وہ کہتے مین اوس کو بسر وچشم قبول کر لیتا ۔ خدا جانتا ہے مجھے اون کے قتل ہونے کا اتنا رنج ہے کہ شاید میری اولاد کے مرجانیکا بھی اتنا رنج نہو گا ۔ خیر مشیت الٰہی ایسی ہی تھی آدمی کیا کر سکتا ہے ؟ اب مین تم سے کہتا ہون کہ ہمیشہ اپنی خیر وعافیت سے مجھے اطلاع کرتے رہو ۔ اور جو کچھ خواہش ہو بلا تامل لکھہ بھیجا کرو ۔ مین اوس کو پورا کر دیا کرون گا"

غرض بہت سی دلداری کی باتین کر کے سامان سفر اچھی طرح کا مہیّا کروایا ۔ اور زاد راہ کے لیے بھی بہت سا زر نقد دیکر رخصت کیا ۔

شاید ہمارے ناظرین امیر شام کی اس غیر معمولی کارروائی سے خوش ہوئے ہونگے کہ اوس نے اہل بیت کے ساتھہ بہت اچھا سلوک کیا ۔ اگر ایسا نکرتا تو اوس پر کیا زور چلتا تھا ۔ لیکن ذرا غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہ بھی ایک پولیٹکل چال تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اس واقعہ سے جو عام ناراضی ملک مین پہیل گئی ہے وہ جاتی رہے ۔ لوگ یہ خیال کرین کہ اس مین امیر شام کا کوئی قصور نہین ہے ۔ جو کچھ کیا وہ عبید اللہ بن زیاد نے کیا ۔ ہم بھی کہتے ہین کہ ہان ابن زیاد نے کیا ۔ اور عمر بن سعد نے اوس پر وارنش پھیرا ۔ مگر ابن زیاد کو حکم کس نے دیا ؟ اگر امیر الشام کا حکم نہوتا تو ابن زیاد کا کیا مقدور تھا جو ایسی حرکت

کرتا ۔ اور قیدیان اہل بیت کی آمد کے روز دمشق مین اتنا اہتمام اور اظہار مسرت کس کے حکم سے ہوا ؟ اور جب سر مبارک امام حسین کا دربار مین لایا گیا تو وہ اشعار کس کی زبان سے نکلے تھے ؟ جن سے اوس کے دل کا بخار ظاہر ہو گیا ۔ اور جب اہل بیت رسول قیدی بنے ہوئے دربار مین آئے تو اوس وقت یہ ہمدردی کہان گئی تھی ؟ یہ تمام باتین تو امیر شام کی خوشی اور رضامندی پر مبنی ہین ۔ پھر اب جو اقرار تاسف اور اظہار تلطف کیا جاتا ہے تو کیا لوگون کے دلون سے وہ نفرت جاتی رہیگی ؟ اور کیا ملک مین اس خون ناحق کی عام شورش نہوگی ؟ بے شک ہوگی ۔ اور ضرور ہوگی ۔ خدا اپنے نافرمان بندون کو سر دست نہین پکڑتا ۔ اون کو مہلت دیتا ہے تاکہ اون کی معصیت کا پیالہ لبریز ہو جائے ۔ اور جب پکڑتا ہے تو توبہ بھی قبول نہین ہوتی ۔ اس کی کیفیت ہم انشاء اللہ خاتمہ مین لکھینگے کہ جتنے لوگ اس ہنگامہ مین شریک تھے اون کا حشر کیا ہوا ۔ جس وقت اہل بیت دمشق سے کوچ کر کر نکلے ۔ نعمان بن بشیر کی طرف سے منزل بمنزل خاطر خواہ سربراہی ہوا کی ۔ اور یہ لوگ بہت آرام کے ساتھ اپنا سفر طے کرنے لگے ۔ یہان تک کہ قریب کربلا کے پہونچے اور وہ مقام نظر پڑا جہان شہیدان بلاکش کی لاشین پڑی تھین ۔ اور اب وہان مٹی کی قبرین بنی ہوئی ہین ۔ مین کیا بیان کرون کہ اوس کے دیکھنے سے ان مصیبت زدون کے دل پر کیا کچھ صدمہ گزرا وہ سارا سمان آنکھون مین پھر گیا جو چند روز پیشتر نظر سے گزر چکا تھا ۔ تمام عورتین اونٹون پر سے گر پڑین اور ایک شور محشر برپا ہو گیا ۔ ایک ایک عورت ایک ایک قبر سے لپٹ کر اسقدر روئی کہ وہ تمام جنگل ماتم سرا بن گیا ۔ کس کا کھانا ۔ اور کہان کا پانی :

وہ دن اور تمام رات رونے مین گزر گئی ۔ گویا نہر فرات اب بہی ان کے پیے نہ تہی ۔ شہیدون کی تشنگی اور اون کی جانبازی دل مین ایسی سما گئی تہی کہ اون کو اپنی مصیبت اور گرفتاری فراموش ہو گئی ۔ [1]

اتفاقاً جابر بن عبد اللہ انصاری صحابی رسول اور چند جوانان بنی ہاشم حضرت امام حسین کی شہادت کی کیفیت سنکر کربلا مین آئے ہوئے تہے وہ بہی ان کے ساتھہ عزاداری مین شریک ہوگئے ۔ حضرت سجاد ایک ایک بات مصیبت کی بیان فرماتے تہے اور یہ سننے والے روتے روتے بیہوش ہو ہو جاتے تہے دوسرے روز وہان مقام ہوا تو اطراف وجوانب کے دیہات والے خبر پا کر آگئے ۔ اون کی شرکت سے بزم ماتم اور بہی دوبالا ہوگئی ۔ تیسرے روز وہان سے کوچ ہوا اور چلتے چلتے مدینہ کے قریب پہونچے ۔ شہر کے باہر میدان مین خیمے استادہ کرا کے اوترے ۔ حضرت سجاد نے ایک سوار ہمراہی سے جس کا نام بشیر بن جذلم

---

[1] محرم کی گیارہوین تاریخ شام تک میدان کربلا مین فوج کی روانگی کا ہنگامہ رہا ۔ رات کو حضرت امام حسین کی لاش کے ساتھہ اور دوسرے کل شہیدان دشت کربلا کی لاشون کی حفاظت سوائے خدا کے کون کرنے والا تہا ؟ اوسی نے اپنی قدرت کاملہ سے ان سب لاشون کو جنگلی درندون سے بچایا ۔ صبح کو بارہوین تاریخ میدان خالی دیکھہ کر موضع غاضریہ کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد کے لوگون نے ان لاشون کو دفن کیا ۔ جیسے کہ اب زائرین کربلائے معلی کو وہ نورانی مزار نظر پڑتے ہین ۔ منہ

تہا فرمایا کہ تمہارا باپ تو شاعر تہا کیا تم کو بہی شاعری کا مذاق ہے ؟ اوس نے عرض کیا ۔ یا ابن رسول اللہ ! ہان مجہے بہی شاعری مین دخل ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ بہتر ہے کچہ اشعار مرثیہ جناب سید الشہدا کے بناکر مدینہ والون کو سنا دو ۔ اور ہمارے آنیکی خبر بہی کردو ۔ بشیر بن حزلم بموجب حکم حضرت کے مدینہ مین پہونچا اور روضہ مبارک جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ کے دروازہ پر کہڑا ہوا اور رو رو کر یہ اشعار کہنے لگا ۔ "یا اہل یثرب لا مقام لکم بہا ۔ قتل الحسین فادمعی مدرار ۔ الجسم منہ بکربلا مضرج والراس منہ علی القناۃ یدار" ۔ "اے مدینہ والو تم کو یہان رہنا نہ چاہیے ۔ حسین قتل کیے گئے اور مین روتا ہون کہ اون کا جسم تو زخمون سے چور چور ہو کر کربلا مین پڑا ہے اور اون کا سر نیزے کی انی پر گانون گانون پہر رہا ہے" ۔ اب اون کا پس ماندہ لٹا ہوا کاروان تمہارے پاس آیا ہے مین بشیر نہین اوس کا ایک نوحہ خوان سفیر ہون ۔ بشیر کہتا ہے کہ میری زبان سے اتنی بات نکلی تہی کہ مدینہ کے لوگ کیا عورت اور کیا مرد سب کے سب روتے ہوئے گہرون کے باہر نکل پڑے ۔ اور واویلا ! واحسینا ! کی فریاد و فغان اسقدر بلند ہوئی کہ تمام شہر مین دوسری آواز سنائی نہین دیتی تہی ۔ اور جس طرف یہ قافلہ اوترا تہا اوس طرف ہر ایک شخص ایسا دوڑتا ہوا چلا جاتا تہا جیسے مقناطیس کی طرف لوہا ۔ مین نے بہت کچہ ہاتہ پانون مارے کہ جلدی سے وہان پہنچ جاون ۔ مگر لوگون کی کثرت نے مجہے راستہ نہین دیا ۔

ابو جعفر طبری کہتا ہے کہ ایک عورت خاندان عبد المطلب کی اوس مجمع مین سب کے آگے روتی اور واویلا کرتی ہوئی چلی جاتی تہی ۔ اوسکے گیسوؤنکی پریشانی اور اوس کے رخسارون پر سے گریبان تک آنسوؤنکی روانی صاف تبلاتی تہی کہ درد دل کیسا ہوتا ہے ،

اور کمال بیقراری سی یہ کہتی تھی۔ ”ماذا تقولون اذ قال النبی لکم۔ ماذا فعلتم و انتم آخر الامم۔ بعترتی و باہلی بعد مفتقدی۔ منہم اساری و منہم قتلی مضرجو بدم۔ ما کان ہذا جزائی اذ نصحت لکم۔ ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم“ تم کیا جواب دوگے جبکہ تم سی پیغمبر پوچھینگے کہ تم نے آخر امت ہوکر میرے بعد میری اولاد کے ساتھہ کیا کیا کہ اونمین سے کچھہ تو قیدی بنائے گئے اور کچھہ قتل کیے گئے۔ کیا یہی بدلا اوس نصیحت کا تھا کہ اونکی اولاد کی ساتھہ برائی سی پیش آو؟“ جس وقت مدینہ والے نالہ وزاری کرتے ہوئے اوس قافلہ مین پہونچے تو ایک قیامت برپا ہوگئی۔ اوس وقت کی کیفیت مین کس طرح بیان کرسکتا ہون یہ تو اوس شخص کا کام ہی جو کہ اوس مجلس مین حاضر رہا ہو۔ تمام مدینہ کی عورتین بی بی زینب کی اطراف حلقہ باندہکر ماتم کررہی ہین۔ اونکی بینون نے اہل حرم کے دل پر از سر نو کربلا کا نقشہ کہینچدیا ہی۔ اونکے زخم جگر جو ابہی تک نہ بہرے تہی پہر ہرے ہوگئی ہین۔ ایک ایک بی بی اپنے وارث کا نام لیکر رونے لگی ہی۔ کوئی اپنے بہائی کو روتی ہی۔ کوئی اپنی اولاد کو۔ اور سب سے زیادہ بی بی زینب اپنے پیارے بہائی امام حسین کے نام پر جان دیتی ہین۔ باہر حضرت سجاد ایک کرسی پر جلوہ افروز ہین ہجوم غم و الم سی اون کا گلا بند ہوگیا ہی اور آنکھون سی اسقدر آنسو جاری ہین کہ بار بار رومال سی پونچھتی ہین مگر اونکی روانی کم نہین ہوتی۔ گویا سمندر مین طوفان آگیا ہی۔ یہ ایک معمولی بات ہی کہ مصیبت مین جب کوئی اپنا دوست ملجاتا ہی تو دل قابو مین نہین رہتا۔ بہت عرصہ کی بعد بڑا ضبط کرکے فرمایا۔ ”ای اہل مدینہ! تم کو معلوم ہے کہ فرزند رسول الثقلین ابا عبد اللہ الحسین (اس نام کے ساتھہ پہر آنسو بہ نکلے) اپنی ہمراہیون سمیت کربلا کے جنگل مین دریائے فرات کی کنارہ پر تین روز تک پیاسے رکھے گئے۔ چوتھی روز

اوسی حالت تشنگی مین وہ مع برادرون و فرزندون و عزیزون اور دوسرے ہمراہیون کے قتل کیے گئے۔ صرف ایک مین تن تنہا باقی رہگیا وہ بھی بیماری کی وجہ سے۔ اون کے سر نیزون پر چڑہائے گئے۔ اونکی لاشون پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ اونکے عیال و اطفال بطور قیدی شہر بشہر پھرائے گئے۔ یہ وہ مصیبت ہی جو ابتدائے آفرینش عالم سے اب تک کسی پر نہین پڑی ہی۔ اور جسکے غم مین عرش سے لیکر فرش تک تمام مخلوق روئی ہے۔ کون ایسا دل ہوگا جو اس سانحہ ہوش ربا پر خون ہو کر آنکھون سے ٹپک نہ جائے؟ اور کون ایسا جگر ہوگا جو اس صدمہ جانفرسا کی تاب لائے؟ مگر شکر ہے اوس پاک پروردگار کا جس نے اونکو ایسی سخت مصیبت مین صبر عطا فرمایا۔ وہی ہم کو اور تم کو بھی اونھین کی پیروی کرنا نصیب کریگا۔ رونے کو تو ساری عمر پڑی ہی۔ اوس کا روکنا آدمی کی اختیار سے باہر ہے۔ جب دل دکھتا ہی تو خود بخود رونا آتا ہے”

حضرت سجاد نے تقریر ختم کی تو سامعین ایک آہ جگر سوز کھینچکر رہگئے۔ اوس وقت وہ مجلس ایسی معلوم ہوتی تھی کہ یہ بھی ایک مرقع حیرت ہی۔ اسکے بعد ان مصیبت زدون نے مدینہ کا رخ کیا۔ جب شہر کی اندر داخل ہوئی تو ام کلثوم نے شہر کو مخاطب کرکے یہ اشعار پڑہے:

مدینۃ جدنا لا تقبلینا۔ فبالحسرات والاحزان جئنا۔ خرجنا منک بالاہلین جمعاً۔
رجعنا لا رجال و لا بنینا۔ و مولینا الحسین لنا انیس۔ رجعنا و الحسین بہ رہینا۔ الا
فاخبر رسول اللہ عنا۔ بانا قد فجعنا فی اخینا۔ وقد ذبحوا الحسین ولم یراعوا۔
جنابک یا رسول اللہ فینا۔

“ای ہماری نانا کی شہر! تو ہم کو آنے نہ دی۔ ہم لوگ بڑا ننگ و ذلت اور بہت کچھ غم و حسرت اپنے ساتھ لائے ہین۔ جبکہ ہم تجھ سے رخصت ہوئے تھے سب لوگ ہمارے ساتھ تھے اور اب جو پلٹ کر آئی ہین

تو نہ مرد ہین نہ فرزند ہین ۔ اور ہمارا والی جو حسین تھا اوس کو بہی وہین چہوڑ کر آئے ہین ۔ تو رسول خدا کو خبر کر دے کہ ہم نے اپنے بہائی کے غم مین بہت صدمے اوٹھائے ہین ۔ تمہارے حسین کو ذبح کر ڈالا ۔ اور ہمارے ساتھہ تمہارا بہی کچہ لحاظ نکیا ”

وہان سے آگے بڑہکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پہونچے مرقد منور پر نظر پڑتے ہی فریاد وا محمداہ ! واجداہ ! اور نالہ واحسینا ! اتنا بلند ہوا کہ شاید آسمان کے پار ہو کر عرش معلی تک پہونچ گیا ہوگا ۔ وہان سے نکل کر حظیرہ جنۃ البقیعہ مین گئے اور بی بی فاطمہ زہرا کی تربت سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے ۔ ام کلثوم نے وہان یہ اشعار بطور نوحہ کے کہے ” افاطم لو نظرت الی السبایا ۔ بناتک فی البلاد مسلبینا ۔ افاطم لو نظرت الی الحیارے ۔ ولو ابصرت زین العابدینا ۔ افاطم لو رائتینا سہارے ۔ ومن سہر اللیالی قد عمینا ۔ فلو دامت حیاتک لم تزالی ۔ الی یوم القیامۃ تندبینا ” ۔ ” اے فاطمہ ! اگر تو دیکہتی کہ تیری بیٹیان لٹ کر قیدی بنی ہوئی شہر شہر کیسے پہری ہین ۔ اے فاطمہ ! اگر تو دیکہتی کہ ہم کیسے حیران و پریشان ہوگئے ہین اور زین العابدین کی کیسی حالت ہوئی ہے ۔ اے فاطمہ ! اگر تو دیکہتی کہ ہم راتون کو جاگتے جاگتے کیسے اندہے ہو گئے ہین ۔ پہر تو اگر ہمیشہ جیتی رہتی تو قیامت تک تیرا رونا کم نہوتا ”

اس اثنا مین ام سلمہ فاطمہ صغری کو ساتھہ لیے ہوئے پہونچین ۔ اور دیکہا کہ یہ سارا لٹا ہوا قافلہ سیاہ پوش اور خود فراموش ہے ۔ ان کو دیکہتے ہی دریائے غم نے ایک اور جوش مارا ۔ سب فاطمہ صغری کو گلے لگا لگا کر خوب روئے ۔ یہانتک کہ ہچکیان بندہ گئین ۔ فاطمہ صغرے کا حال کچہ نہ پوچہیے ۔ اونکے دل کو چہوٹے سے ہیلو مین تڑپنے کے لیے

جگہ نہین ہلتی ہے ۔ وحشت کے مارے صبورت تصویر بن گئی ہے ۔ نہ روتی ہے نہ کچھ بولتی ہے ۔ گویا وہ ایک آئینہ ہے جس نے چاہا اوٹھا کر منہ دیکھہ لیا ۔ پھر ام سلمہ ان سب نوحہ گرون کو اپنے گھر لے گئین ۔ اور ہاشمی خاندان کی عورتون نے وہان آکر بزم ماتم کو برپا کیا ۔

خاتمہ

متفرق حالات

حضرت امام حسین کا خون ناحق رایگان نہین جا سکتا تہا ۔ جبکہ قانون فطرت کسی ظالم کے ظلم کو بے مکافات نہین چہوڑتا ہے تو اہل بیت رسول پر جو ظلم کیا گیا ہے اوس سے کیونکر چشم پوشی کی جا سکتی ہے ۔ اور خصوصاً ایسا ظلم جو آجتک دنیا کی کسی تاریخ مین اپنی نظیر نہین رکہتا ہے ۔ اسکا بدلا جو کچہ دار الآخرت مین بموجب فرمان خدا کے ہونے والا ہے وہ تو ضرور ہوگا ۔ اور انشاء اللہ ہمارے ناظرین حشر کے روز جسکا ظہور کچہ بہت دور نہین ہے اوس کو دیکہہ ہی لینگے ۔ لیکن اس دار دنیا مین بہی جو کچہ بدلا ہوا ہے اوس کو تو ہم ابہی دکہائے دیتے ہین تا کہ ہمارے غمگین ناظرین کے دل کے پہپولے پہوٹ جائین ۔

زہری کہتے ہین کہ معرکہ کربلا مین جو لوگ شریک قتل جناب سید الشہدا تہے

یا اوس کے مدد و معاون رہتے وہ وقتاً فوقتاً بغیر عذاب شدید کے دنیا سے نہ گئے۔ اکثر تو قتل کیے گئے۔ اور بعض جل کر مر گئے۔ بعض اندہے ہو گئے۔ بعض کا منہ کالا ہو گیا۔ بعض تونگری سے بینوائی کو پہونچ گئے۔ بعض پر تشنگی ایسی غالب ہوئی کہ پانی پیتے پیتے مر گئے مگر پیاس نہ بجھی۔

ابو الشیخ کہتے ہین کہ ایک مجلس مین بہت سے لوگ جمع تہے اور ادہر اودہر کی باتین کر رہے تہے۔ اثنائے گفتگو مین یہ بہی ذکر آیا کہ حسین کے قتل مین جو شخص شریک تہا وہ کسی نہ کسی مصیبت مین مبتلا ہوا۔ یہ بات سنکر ایک بوڑہا بول اوٹہا کہ ”مین بہی حسین کے قتل مین شریک تہا مگر اب تک مجہ پر کوئی آنچ نہ آئی“۔ تہوڑی دیر کے بعد اوس نے چراغ کی بتی کو بڑہانا چاہا تو چراغ سے ایک شعلہ نکلا اور اوس کو گھیر لیا۔ وہ بوڑہا جلتا ہوا مجلس مین بہاگتا پہرتا تہا اور ”النار النار“ کہتا تہا۔ کسی کو اوس کے بچانے کی قدرت نہ تہی۔ آخر نہر فرات کی طرف نکل گیا اور پانی مین گر پڑا۔ وہ آگ تو ایک غضب الہی تہا نہر کا پانی اوس کے حق مین تیل ہو گیا۔ وہین وہ جل کر خاک سیاہ بن گیا۔ اہل مجلس کو اس واقعہ سے ایک عبرت ہو گئی۔

سبط بن الجوزی نے سدی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے میری دعوت کی تہی اور اوس دعوت مین اور لوگ بہی شریک تہے۔ باتون باتون مین معرکہ کربلا کا تذکرہ آیا تو حاضرین محفل کہنے لگے کہ جو شخص شریک قتل حسین تہا کہ وہ ضرور دنیا مین گرفتار مصیبت ہوا۔ اس کے جواب مین میزبان نے کہا کہ مین بہی اوس معرکہ مین موجود تہا مگر اب تک سب آفتون سے محفوظ ہون۔

کسی طرح کی کوئی مصیبت مجھ پر نہین پڑی "۔ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک شعلہ چراغ سے نکلا اور اوس کے بدن پر گر کر بالکل جلا دیا ۔ راوی کہتا ہے کہ قسم خدا کی مین نے اوس کو دیکھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک کوئلا جلا ہوا پڑا ہے ۔

سبط بن الجوزی نے واقدی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نابینا تھا لوگون نے اس کا سبب پوچھا تو اوس نے کہا کہ ہم دس آدمی قوم کے ساتھ معرکۂ کربلا مین حاضر تھے ۔ لیکن مین نے نہ تلوار کھینچی نہ نیزہ اوٹھایا اور نہ تیر چلایا ۔ چپ چاپ کھڑا تھا ۔ جبکہ حسین قتل کیے گئے اور اون کا سر کوفہ کو لے گئے تو مین اپنے گھر چلا آیا ۔ اوس وقت تک میری آنکھین روشن تھین ۔ شب کو مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک شخص آیا اور کہا چلو تم کو رسول خدا نے بلایا ہے ۔ مین نے جواب دیا کہ مجھے رسول خدا سے کیا کام ہے ۔ اوس شخص نے خفا ہو کر میرا ہاتھ پکڑا اور گردنیان دیتا ہوا ایک مکان مین لے گیا جہان بہت سے لوگ جمع تھے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہان تشریف رکھتے تھے ۔ سر پر عمامہ تھا ۔ آستینین چڑھی ہوئین ہاتھ مین ننگی تلوار تھی ۔ سامنے ایک چمڑا بچھا تھا اور وہ دس آدمی جو میرے ساتھ تھے سب کے سب ذبح کیے ہوئے اوس چمڑے پر پڑے تھے ۔ مین نے آنحضرت کو سلام کیا تو فرمایا ”خدا تجھے سلامت نہ رکھے ۔ اے دشمن خدا ! اے ملعون ! تجھے شرم نہین آتی ۔ تو نے میری اولاد کو قتل کیا ۔ میرے خاندان کی ہتک کی ۔ میرے حقوق کی کچھ بھی رعایت نہ کی “!

مین نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! مین نے جنگ نہین کی ہے"۔ آپ نے فرمایا۔ "سچ ہے۔ لیکن تو نے اوس جماعت کی رونق تو بڑھا دی"۔ پھر مین نے دیکھا کہ آنحضرت کے سیدھے ہاتھ کی طرف ایک طشت رکھا ہے اور اوس مین خون بھرا ہوا ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ خون حسین کا ہے۔ پھر مجھے بیٹھنے کا حکم ہوا اور مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دوزانو بیٹھ گیا تو ایک سلائی اوس خون مین تر کر کے میری دونون آنکھون مین پھیر دی گئی۔ جبکہ مین اس خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ دونون آنکھین اندھی ہو گئی ہین۔

قاسم بن اصبغ مجاشعی سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص گورا اور حسین جوان تھا مگر تھوڑے دنون سے اوس کا منہ توے کا ایسا سیاہ ہو گیا تھا۔ لوگون نے پوچھا کہ تمھارا رنگ روپ تو بہت ہی اچھا تھا پھر کیا سبب ہے کہ ایسا کالا ہو گیا۔ اوس نے کہا۔ "ایک روز حسین کا سر مین اپنے شکاربند سے باندھ کر لے گیا تھا۔ جب سے ہر شب خواب مین دیکھتا ہون کہ دو شخص میرے دونون بازو پکڑ کر دہکتی ہوئی آگ کے پاس لے جاتے ہین اور مجھے اوس مین ڈالا چاہتے ہین اور مین پیچھے ہٹا جاتا ہون۔ مگر وہ آگ ایسی تیز ہے کہ جس کی بھاپ سے میرا منہ جل جاتا ہے"۔

امام احمد سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے کہ "قتل اللہ الفاسق ابن الفاسق الحسین"۔ غیب سے ایک ستارہ ٹوٹ کر اوس پر گر پڑا اور دونون آنکھین اندھی ہو گئین"۔

بازری نے ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ ملک شام مین مین نے دیکھا کہ

ایک آدمی کی صورت سور کے جیسی ہے۔ مین نے اس کا سبب پوچھا تو اوس نے کہا کہ مین ہر روز نماز کے بعد ہزار بار اور جمعہ کے روز چار ہزار بار اہل بیت پر لعنت کرتا تہا۔ ایک روز جمعہ کا دن تہا اور مین اپنی عادت کے موافق چار ہزار بار اہل بیت پر لعنت بہیجکر مسجد سے اپنے گہر آیا اور دیوار سے تکیہ دیکر بیٹہہ گیا تو آنکہہ جہپک گئی۔ مین نے دیکہا کہ جنت مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم بیٹھے ہین۔ حسین کے ہاتہہ مین صراحی اور حسن کے ہاتہہ مین گلاس ہے۔ جو شخص آنحضرت کے سامنے جاتا ہے اوس کو پلاتے ہین۔ آنحضرت کی نظر مجہہ پر پڑی تو حسین سے فرمایا۔ ”اے فرزند! اوس شخص کو بہی پلاؤ جو دیوار سے تکیہ دیکر بیٹہا ہے“۔ حسین نے منہ پہیر کر کہا۔ ”بابا جان! مین اوسکو کیسے پلاؤن۔ وہ تو ہم پر روز ہزار بار لعنت کرتا ہے۔ اور آج تو چار ہزار بار لعنت کی ہے“۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر غصہ آگیا۔ اور مجہے لعنت کر کے فرمایا: ”تجہے کیا ہو گیا جو میرے گوشت اور خون کو لعنت کرتا ہے۔ تجہ پر خدا کی لعنت ہو“۔ اتنا کہہ کر میرے منہ پر تہوک دیا۔ جب میری آنکہہ کہلی تو دیکہا کہ میری صورت ایسی ہو گئی ہے جیسی کہ اب تم دیکہتے ہو“

”منصور بن عمار نے ابو محمد ہندلی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حسین کے قتل مین شریک تہا۔ اوس کو ایسی پیاس لگی کہ ایک دم مین ایک ایک گہڑا پانی پی جاتا تہا مگر پیاس نہ بجہتی تہی یہان تک کہ اوس کا پیٹ پہٹ گیا اور مر گیا“۔

ایسی ایسی بہت سی روایتین ہین جن مین قاتلان امام حسین پر آسمانی

آفتون کے نازل ہونے کا ذکر ہے ۔ اس مقام پر بخوف طوالت چھوڑ دی گئین ۔ اور یہ بھی خیال کیا گیا کہ حضرت امام حسین کی ذات جو فخر کائنات ہے وہ ایسی روایتون کی محتاج نہین ۔ جنکو خدا اور اوس کے رسول نے سراہا ہے اون کے لیے ایسی روایتین باعث افتخار نہین ہو سکتین ۔

امیر شام (یزید) کی بے اعتدالیان اور بداعمالیان حد سے تجاوز کر گئی تھین اوس نے علاوہ قتل امام حسین اور ہتک اہل بیت کے مدینہ منورہ اور نیز مکہ معظمہ پر فوج کشی کا حکم دیا ۔ واقعہ کربلا کے بعد تیسرے سال عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے جنھون نے مکہ معظمہ مین اپنا عمل دخل کر لیا تھا (جیسا کہ ہم پہلے اوس کا ذکر کر چکے ہین) اور اہل مدینہ بھی اون سے رجوع ہو گئے تھے ۔ مسلم بن عقبہ کو مامور کیا ۔ اور بارہ ہزار شامی فوج اوس کی ماتحتی مین دی گئی ۔ یہ فوج ماہ ذیحجہ سنہ ۶۳ ہجری مین مدینہ پہونچی ۔ مسلم بن عقبہ نے پہلے مدینہ منورہ پر دھاوا کیا ۔ اس لڑائی مین علاوہ اور لوگون کے سات سو اصحاب رسول مقبول قتل ہوئے ۔ ان مین مہاجر و انصار سب ہی تھے ۔ تین روز تک مدینہ منورہ مین ایک قیامت برپا رہی ۔ سپاہیون نے اہل مدینہ کے مال و اسباب کو خاطر خواہ لوٹا ۔ یہان تک کہ ام سلمہ (ام المومنین) کا گھر بھی لوٹا گیا ۔ اور مسجد نبوی مین گھوڑے باندھے گئے ۔ جس کے باعث اوس مسجد مین جو سب سے اول ابتدائے اسلام مین بنی تھی اور جس کی تعمیر خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی تین روز تک اذان و صلوۃ نہین ہوئی ۔ اور وہ مقام مطہر جس کی تعظیم بلحاظ عبادت گاہ ہونے کے تمام مسلمانون پر فرض تھی

گھوڑون کے آخور سے ناپاک رہا ۔ ان مسلمانون کو ذرا بھی خیال اس بات کا نہ آیا کہ خود مدینہ مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا ۔ اونھین کی ذات سے یہ شہر نامور ہوا ہے ۔ اور اب روضہ مطہرہ بھی وہان موجود ہے اور متعلقان آنحضرت وہان رہتے ہین ۔ ایسے متبرک مقام پر ایسے مقدس لوگون کے ساتھہ بے ادبی کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسقدر ناگوار ہوگا ۔ اور اسلام کے دامن پر کتنا بڑا دھبہ لگیگا ۔

جب اس کام سے فراغت حاصل ہوئی تو وہ فوج مکہ معظمہ پر جھکی ۔ اثناء راہ مین مسلم بن عقبہ کی اجل آئی اور وہ مرگیا تو اوس کا قائم مقام حصین بن نمیر ہوا ۔ وہان عبداللہ بن زبیر سے ایک سخت لڑائی ہوئی ۔ اور منجنیق کے ذریعہ سے کعبۃ اللہ مین بڑے بڑے پتھر پھینکے گئے ۔ جس سے خانہ خدا کو بڑا صدمہ پہونچا ۔ اور ستون ٹوٹ گئے ۔ ابن زبیر نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہوگئی تو وہ بیت اللہ سے باہر نکل گئے تاکہ اوس مقام متبرک مین خونریزی نہو ۔ شامی سپاہی موقع پاکر حرم مین گھس گئے ۔ لباس کعبہ جلا دیا گیا ۔ اور اوس مکان مقدس کی لکڑیان توڑ توڑ کر کھانا پکایا گیا ۔

یہ حادثہ تیسری ربیع الاول سنہ ۶۴ ہجری مین ہوا ۔ ابن زبیر حرم کے باہر اون کے مقابلہ پر موجود تھے ۔ مدینہ والے پناہ گزین اور ملک حجاز کے لوگ اون کے شریک تھے ۔ ہر روز جنگ ہوتی تھی ۔ سیکڑون آدمی قتل ہوتے تھے مگر کسی کو کسی پر فتح نہوتی تھی یہان تک کہ امیر شام (یزید) کی مرنیکی خبر آگئی ۔ تب کہین شامی فوج نے ابن زبیر کا پیچھا چھوڑا ۔

امیر شام (یزید) کو نقرس کی بیماری تہی۔ اور وہ اوسی بیماری سے ۱۴ چودہوین ربیع الاول سنہ ۶۴ ہجری کو اس دنیا سے انتقال کر گیا۔ بعض کہتے ہین کہ وہ شکارگاہ مین جل کر مر گیا۔ اوس کی عمر اڑتیس سال کی تہی۔ اوس کی حکومت ساڑہے تین برس رہی۔ اس قلیل مدت مین اوس نے اتنے بڑے بڑے کام کیے۔

اوسکے بعد اوس کا بیٹا معاویہ اوس کا جانشین ہوا۔ مگر قضا نے بالکل اوس کو مہلت نہ دی۔ تین مہینے کے اندر ہی اوس نے اپنی جگہ خالی کر دی۔ ایک روز سب لوگون کو جامع مسجد مین حاضر ہونے کا حکم دیا اور منبر پر چڑہکر کہا۔ "شکر ہے خدا کا کہ مین نے تم لوگون پر بہت کم حکومت کی۔ اور جسقدر کی مجلس شوری کی رائے کے موافق کی۔ چونکہ خلافت ایک امر عظیم ہے۔ ہر شخص اس منصب کے لائق نہین ہوتا۔ یہ منصب خلفائے باصدق وصفا کا ہے۔ میرا دادا معاویہ بن ابی سفیان ناحق پر علی مرتضی سے لڑا۔ کیونکہ وہ ہر صورت سے لائق اور سزاوار خلافت کے تھے۔ بعد اوس کے میرا باپ (یزید) جو کسی طرح کی اہلیت اور حقیت نہین رکہتا تہا مسند خلافت پر بیٹھا۔ اور اپنی حکومت کے استحکام اور بقا کے لیے فرزند رسول الثقلین حسین کو قتل کیا۔ اور اہل بیت رسالت کو اذیت پہونچائی۔ آخرکو جوان مرا۔ اور بطمع دنیا اپنی عاقبت خراب کی۔ جو شخص اہل بیت رسول کو قتل کرے اور اذیت پہونچائے اور مدینہ منورہ کو لوٹے اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرے اوس کا ٹہکانا جہنم ہے۔ میرے سامنے اس سلطنت کی کچہ حقیقت نہین ہے۔ مین اس کو ہرگز قبول نہین کرسکتا۔ تم لوگ مختار ہو۔

جس کو پسند کرو اپنا حاکم بنا لو"

اتنا کہہ کر منبر سے اوترا اور گھر مین جا کر زہر کھا لیا ۔ جس وقت وہ مرا اوسکی اکیس سال کی عمر تھی ۔

امیر شام (یزید) کے اخلاق و اطوار سے لوگ سخت متنفر تھے ۔ اوس کی میخواری اور زناکاری اور دوسرے اون افعال نے جو خلاف شریعت تھے مسلمانون کے دل سے اوس کو گرا دیا تھا ۔ سب اوس کی جان کے دشمن اور اوس کی موت کے خواہان تھے ۔ اس مین سب سے اول نمبر کوفیون کا تھا ۔ بمجرد وقوع واقعہ کربلا کے خدا نے اون کی آنکھین کھول دی تھین اون کو اپنی بیوفائی اور دغابازی صاف نظر آنے لگی ۔ اون کی ندامت نے اون کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ حضرت کے خون کا بدلا شامیون سے لیا جائے اور اس کام کی سرانجام دہی کے لیے خفیہ طور پر سازشین بھی کرنے لگے ۔ مگر اوس وقت اون کا منصوبہ پورا نہو سکا تین سال کے بعد سنہ ۶۴ ہجری مین جبکہ امیر شام (یزید) اور اوس کا بیٹا معاویہ دونون اجل کے منہ مین دفعتاً چلے گئے اور گورنمنٹ کی حالت بدل گئی تو بہت سے لوگ سلیمان بن صرد الخزاعی وغیرہ کی طرف جو بہت معزز اور اکابر کوفہ خیال کیے جاتے تھے رجوع ہوئے ۔ اور اپنی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے اون سے التجب کی ۔ سلیمان نے ایک روز مقرر کر کے اپنے مکان پر تمامی ہواخواہان اہلبیت کو حاضر ہونے کا حکم دیا ۔ اور اس امر کی مشورت کرنے کے کمیٹی کی جس کے ارکان سلیمان ۔ مسیب بن نجبۃ الفزاری ۔ عبداللہ بن سعد ازدی ۔

عبد اللہ بن وال التیمی ۔ رفاعہ بن شداد تھے ۔ پہلے مسیب بن نجبہ نے حاضرین جلسہ کی طرف خطاب کر کے کہا ۔ "اے لوگو! سابق بھی ہمین نے اسی مکان مین ایک جلسہ کیا تھا جس مین حضرت امام حسین کو مکہ سے کوفہ بلانیکی تجویز ہوئی تھی ۔ اوس کا نتیجہ جو کچھ نکلا وہ صرف ہماری کم ہمتی اور بیوفائی کا تھا ۔ خدا نے ہم کو جو درازی عمر عطا کی ہے وہ شاید اس لیے عطا کی ہے کہ ہم انواع مصیبت مین گرفتار ہو جائین ۔ ہم کو خدا سے التجا کرنی چاہیے کہ وہ ہم کو اون لوگون مین نکرے جو آج کا کام کل پر اوٹھا رکھتے ہین ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اکثر میری امت کی عمر ساٹھہ اور ستر برس کے درمیان ہے" ۔ اب تمہین کہو کہ ہم مین کوئی ایسا بھی ہے جو اس حد کو نہ پہونچا ہو ۔ ہم لوگ بہت اچھے تھے ۔ ہمارا دل بہت پاک و صاف تھا ۔ مگر افسوس ہے کہ ہم نے اوس کو خراب کر دیا ۔ ہم خدا کے پاس دغاباز بے ایمان ٹھیرے ۔ ہماری کوئی بات سچی نہین نکلی ۔ ہم نے اپنے پیغمبر کے نواسے کے ساتھہ وہ بدسلوکی کی ہے جس کا اظہار کرنے کو کوئی لفظ نہین ملتا ۔ ہمین نے اون کی طلب مین خطوط لکھے ۔ قاصد روانہ کیے ۔ بڑی مضبوطی اور شدید قسم و عہد کے ساتھہ اون کی یاری و مددگاری کا اقرار ۔ اور اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا ۔ جب وہ ہم پر بھروسا کر کے آگئے تو ہم سے کچھ بھی نہو سکا ۔ یہان تک کہ وہ ہماری آنکھون کے سامنے قتل کیے گئے ۔ نہین نہین! بلکہ ہمین نے اونکی جان لی ۔ نہ ہم نے اپنی ذات سے کچھ مدد کی ۔ نہ ہم نے اپنی زبان سے

کچھ سفارش کی ۔ نہ ہم نے اون کے لیے کچھ پیسا اوٹھایا ۔ نہ ہم نے اونکی کمک پر کسی کو بلایا ۔ ہم نے اپنے عہد و پیمان کو ایسا بھلا دیا جیسے وطن مین سفر کو یا خواب مین گھر کو بھول گئے ہین ۔ (نعرہ لاریب) پھر ہم کو خدا کے نزدیک کونسا عذر پیش کرنا ہے اور پیغمبر کے سامنے کیا منھ لیکر جانا ہے ۔ دیدہ و دانستہ ہمارے ہاتھون مین اوس کے حبیب کا فرزند قتل ہو گیا ۔ اوس کا گھر لوٹا گیا ۔ اوس کی حرم بے پردہ ہو گئی ۔ (سب لوگ روتے اور آہ و فغان کرتے ہین) خدا کی قسم ہے ! ہم کو بجز اس کے اور کوئی عذر نہین ہے کہ ہم اوس کے قاتلون کو چن چن کر قتل کر ڈالین یا اس کام کے پورا کرنے مین ہم خود قتل ہو جائین ۔ (نعرۂ آمین) اس تجویز سے شاید ہمارا خدا ہم سے راضی ہو جائے ۔ بغیر اسکے اور کوئی ذریعہ ہم کو عذاب سے نجات پانے کا نہین ہے ۔ اب ہم کو ضرور ہے کہ کسی کو اپنا افسر بنا کر اوس کی رائے کے موافق عمل کرین ۔ کیونکہ بغیر افسر کے کوئی کام انجام کو نہین پہونچتا ”

مسیب بن نجبہ نے اپنی تقریر ختم کی تو رفاعہ بن شداد نے اوٹھکر کہا ۔ شکر ہے اوس منتقم حقیقی کا جس نے آپ صاحبون کے دل مین یہ بات ڈالی ۔ مسیب بن نجبہ نے بہت عمدہ تمہید کے ساتھہ نفس مطلب کو ادا کیا ۔ ہمارے ایسے بڑے بھاری گناہ کی توبہ بجز اون ظالمون سے جہاد کرنے کے نہین قبول ہو سکتی جنہون نے ہمارے پیغمبر کے لخت جگر کو قتل کیا ہے ۔ اور اوس کے سرانجام کے لیے مسیب نے کسی کو اپنا افسر بنانے کی جو رائے دی ہے وہ بہت صائب ہے ۔ مین دیکھتا ہون کہ ہمارے گروہ مین ایک تو خود مسیب بن نجبہ

اس کام کے لائق ہے ۔ وہ ہمارا سچا دوست اور ناصح مشفق اور ہر دل عزیز ہے ۔ اور دوسرا یہ ہمارا شیخ صحابی رسول مختار اور پرانا تجربہ کار ۔ عقیدت مین یکتا ۔ ارادت مین یکتا ۔ سلیمان بن صرد ہے ۔ اب تم کو اختیار ہے ان دونون مین سے جس کو چاہو اپنا افسر بنا لو ۔ یہ بات بہت صحیح ہے کہ بغیر افسر کے کام نہین چل سکتا ۔"

عبد اللہ بن سعد نے کہا ۔ "سبحان اللہ ! رفاعہ بن شداد نے بہت خوب کہا ۔ یہی دو صاحب افسری کے لائق ہین ۔ مجھے اوس کی رائے سے اتفاق ہے ۔"

اس کے بعد سلیمان بن صرد نے کہا ۔ "المنۃ للہ ! کہ آپ لوگون کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا ۔ مجھے خوف ہے کہ ایسے برے زمانہ مین جس مین ہماری عاقبت خراب ہوگئی اور جس مین بڑے بڑے فساد واقع ہوئے ۔ اور جس مین سراسر ظلم اور بے ایمانی بھری ہے ۔ مین تم سب محبان اہلبیت سے کیونکر افضل ہو سکتا ہون ۔ مین نہین سمجھ سکتا کہ کل کے روز ہمارے سر اہل بیت رسول کے قدمون پر کس طرح جھکینگے ۔ ہم اون سے کس طرح شفاعت کے خواستگار ہونگے ۔ اوس روز ہمارا عجز و نیاز کیا کام دیگا ۔ جبکہ ہمارے پیغمبر کا فرزند ۔ ہمارے پیغمبر کا جانشین ۔ اوس کے لہو اور گوشت کا ٹکڑا ۔ ہم مین ذبح ہو گیا ۔ اس کے اہل بیت برچھون کا نشانہ بنگئے ۔ اور اوس کا سر سولی پر چڑھایا گیا ۔ ہم کو تنبہ ہو جانا چاہیے کہ خدا ہم سے بہت ناخوش ہے ۔ جب تک خدا ہم سے راضی نہو دنیا کا

عیش وآرام چھوڑ دینا فرض ہے ۔ خدا کی قسم امین خیال کرتا ہون کہ خدا ہم سے کبھی راضی نہوگا تاوقتیکہ اوس کے قتل کا معاوضہ نکرین ۔ اگر ہم ایسا نکرین توکیا ہم کو ملک الموت بھول جائیگا ؟ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کو موت سے سابقہ نہین پڑا ہے ؟ اور وہ پیوند زمین نہین ہوا ہے ؟ اب ہم کو لازم ہے کہ قوم بنی اسرائیل کے مانند قتل ہو جائین جس کی خبر خدا نے اپنے کلام پاک مین دی ہے کہ "اذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم" ترجمہ جبکہ موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ تم نے اپنی ذات پر ظلم کیا جو گوسالہ کو پوجا ۔ اب تم خدا کی بارگاہ مین توبہ کرو ۔ اور آپ اپنے کو قتل کر ڈالو ۔ یہی بات تمہارے لیے خدا کے نزدیک بہتر ہے" ٭ اور گھوڑون پر چڑھکر باگین ڈھیلی کردین ۔ ایسے بڑے گناہ کا بدلا بجز قتل ہو جانے کے اور کچھ نہین ہے ۔

فرعون کے غرقاب ہونے کے بعد جبکہ بنی اسرائیل مصر کے بادشاہ بن گئے تو اونہون نے موسی علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ ہماری ہدایت اور عملدرآمد کے لیے ایک آسمانی کتاب ہونی چاہیے ۔ اوس وقت موسی بموجب حکم باری کتاب لانے کے لیے کوہ طور پر گئے ۔ اور اپنے بھائی ہارون کو قوم کی نگہداشت تفویض کی تو موسی کی غیبت مین بنی اسرائیل کو بت پرستی کا شوق پیدا ہوا ۔ اونہون نے سامری نامی ایک سونار سے ایک گوسالہ کی صورت سونے کی بنوائی سامری نے اوس گوسالہ مین یہ صنعت کی تھی کہ وہ حرکت کرتا اور آواز دیتا تھا ۔

بنی اسرائیل بڑی خوشی سے اوس کی پوجا کرنے لگے ۔ ہارون کی ممانعت بالائے طاق رکھی رہی ۔ جب موسی کتاب توراۃ لیکر واپس آئے اور قوم کو بت پرستی کی حالت مین پایا تو ہارون کو سخت ملامت کی کہ چند روز کے لیے بھی قوم کو برائی سے بچا نہ سکا ۔ پھر قوم کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تمہاری تقصیر کا معاوضہ یہی ہے کہ تم قتل ہو جاو ۔ چونکہ موسی کا رعب قوم پر چھایا ہوا تھا چار ناچار وہ قتل ہونے پر راضی ہوگئے ۔ موسی نے اون کو آبادی کے باہر لے جاکر ایک میدان مین بٹھادیا ۔ جب وہ بیٹھے تو اون کی چھ صفین کردی گئین ۔ ہر ایک صف مین پچاس پچاس ہزار آدمی تھے ۔ اس حساب سے اون کا شمار تین لاکھ کا ہوا ۔ موسی علیہ السلام نے حکم دیا کہ دوسری صف کے لوگ اوٹھکر پہلی صف والون کو قتل کرین جب وہ سب قتل ہو چکین تو دوسری صف کو تیسری صف والے اسی طرح سب قتل کیے جائین ۔ اوس وقت وہ میدان قیامت کا نمونہ ہوگیا تھا ۔ بنی اسرائیل قتل ہوتے چلے جاتے تھے اور موسی برہنہ سر دونون ہاتھ اوٹھا کر بارگاہ بے نیاز مین التجا کرتے تھے کہ "خداوندا ! ان لوگون نے اپنی ذات پر ایسا ظلم کیا ہے جو کسی طرح قابل عفو نہین ہے لیکن تو غفور اور رحیم ہے ۔ تیرا رحم ان کے گناہ سے بھی زیادہ ہے ۔ اب تو ان کی خطا معاف کردے ۔ یہ لوگ تیرے حکم پر بڑے سخت امتحان مین پورے اوترے ہین ان کی توبہ تو ہی قبول کرنے والا ہے " جب دو صفین کٹ چکین اور تیسری صف کی نوبت آئی اور اوس مین بھی آدھی صف کٹ چکی تو اوس وقت توبہ کا دروازہ کھلا اور باقی ماندہ کی جان بچی ۔

جب وہ لوگ تمہارے مقابلہ پر آئین اون کو تلوار و سنان سے جواب دو جتنی قوت تم مین ہے اوس مین سے کچھ بچا کر نرکھو ۔ اور جتنا سرمایہ نقد و جنس کی قسم سے ہے اس کام مین لگا دو ؛؛

اس جلسہ مین خالد بن سعد بول اوٹھا “قسم ہے خدا کی ۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ مین اپنے گناہ سے نجات پاونگا اور جان دیدینے پر خدا مجھ سے راضی ہو جائیگا تو مین بے شک اپنی جان دیدون گا ۔ مین حاضرین جلسہ کے روبرو اقرار کرتا ہون کہ جو کچھ میری ملک مین ہے سوائے ہتیار کے جس سے مین اپنے دشمنون کے ساتھ جنگ کرون گا وہ سب مسلمانون پر صدقہ ہے ۔ مین اون کو فاسقون سے لڑنیکے لیے اوس مال سے قوت پہونچاون گا ؛؛

ابوالمعتمر بن حنش نے بہی ایسا ہی کہا ۔ اس کے جواب مین سلیمان نے کہا ۔ “بس ہے تم لوگ جو کچھ اس کام کے لیے دینا چاہو وہ عبداللہ بن وال کے پاس جمع کر دو ۔ اوس مین ہم سامان جنگ درست کر لینگے” ۔ اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا اور بحسب رضامندی اہل مجلس سلیمان بن صرد الخزاعی افسر مقرر کیے گئے ۔ جلسہ برخاست ہوا ۔ اس کے بعد اطراف و جوانب کی باشندگان ملک کو اس تجویز کی اطلاع دی گئی ۔ اسپر بہت سے لوگ ان کی شراکت دینے پر آمادہ ہو گئے ۔ اور سعد بن حذیفہ والی مداین نے بہی شرکت کا وعدہ کیا ۔

ذکر خروج تواَبین

شروع سال ۶۵ھ ہجری مین سلیمان بن صرد الخزاعی نے اپنی جماعت کو لیکر کوفہ سے

کوچ کیا اور مقام (نخیلہ) کو اپنی فرودگاہ قرار دیا ۔ اوس وقت اون کے ساتھہ بیس ہزار سے زیادہ لوگ تھے ۔ ان لوگون نے اپنا نام "توابین" رکھا اور سلیمان کو "امیر التوابین" کے لقب سے نامزد کیا ۔

موضع نخیلہ مین چند روز قیام کرنے کے بعد لشکر کا داخلہ دیکھا گیا تو چار ہزار سے زیادہ نہ نکلا ۔ لیکن توابین کے جوش نے اس کمی لشکر کی کچھ پروا نہ کی ۔ وہ مستقل ارادے سے شام کی طرف روانہ ہوئے ۔ شامیون کو ان کے آنے کی خبر بارادہ قصاص حضرت امام حسین معلوم ہوئی تو گھبرا کر انھون نے عبید اللہ بن زیاد سے کمک کی درخواست کی ۔ اوس نے ایک معتد بہ فوج بسرکردگی شرجیل بن ذی الکلاع ان کے مقابلہ پر بھیجدی ۔ یہ دونون لشکر عین وردہ) کے قریب مل گئے ۔ توابین نے [illegible] اور عین وردہ کے [illegible] کی [illegible] الصباح [illegible] سیب بن نجبہ کی ہمراہی مین فوج مخالف پر جا پڑے اور بہت سے شامیون کو کاٹ کر پھینکدیا ۔ اوس وقت شامیون سے بجز بھاگنے کے کچھ بن پڑا مگر توابین کی تلوار نے اون کو بھاگنے نہین دیا ۔ نہ پانون زمین پر ٹھیرتا تھا اور نہ سر بدن پر ۔ حاصل کلام جو کچھ توابین کی نظر سے بچے جان بچا کر نکل گئے ۔

جب ابن زیاد کو اس ہزیمت کی خبر پہونچی تو اوس نے اور بارہ ہزار کی فوج حصین بن نمیر کے ساتھہ کر کے بھیجدی ۔ حصین بن نمیر نے آتے ہی سلیمان کو کہلا بھیجا کہ لڑنے مین کیا فائدہ ہے ۔ مروان اس وقت خلیفہ ہے اوس کی اطاعت قبول کر لو ۔ سلیمان نے جواب دیا کہ ہم کو کسی کا ملک لینے کی خواہش نہین ہے ۔ ہم صرف حسین کے خون کا

بدلا لینے والے ہین ۔ اگر تم عبید اللہ بن زیاد کو ہمارے حوالہ کر دو تو ہم اوس کو اوسکے گناہ کے بدلہ مین جو اوس سے سرزد ہوا ہے قتل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کر لینگے نہین تو آو! یہی تلوار اور یہی میدان ہے ۔ حصین ابن نمیر کی خاطر مین یہ بات نہ آئی اور جنگ پر کمر باندہی ۔ صبح سے شام تک طرفین مین تلوار چلتی تہی ۔ کسی کو دم لینے کی فرصت نہ ملتی تہی ۔ آخر کو شامیون کے پانون اوکھڑ گئے ۔ اور وہ بہاگ نکلے ۔ توابین خدا کا شکر کر کے اپنی چہاونی مین آگئے ۔ دوسرے روز شرجیل دس ہزار کی فوج لیکر شامیون کی مدد پر پہونچا ۔ اوس روز بہی توابین ایسا لڑے کہ اوس وقت کی موجودہ خلقت کبہی ایسی لڑائی نہ دیکہی تہی ۔ تمام میدان جنگ لالہ زار بن گیا تہا اور مردے ایک پر ایک پڑے تہے ۔ صبح سے شام تک تلوار کی جہنکار رہی اور بس ۔ اس روز دونون فریق برابر رہے ۔ تیسرے روز ادہم بن محرز نے شامیون کی مدد کو دس ہزار سوار لیکر آیا ۔ توابین کی مدد بجز خدا کے کون کرنے والا تہا ۔ دو روز کی جنگ مین ان کے بہی بہت سے لوگ قتل ہو چکے تہے ۔ تہوڑے باقی رہگئے تہے ۔ مگر ان کی ہمت اور جرأت ہرگز اس بات کی مقتضی نہوئی کہ دشمن سے صلاح کر لین ۔ اس روز بہی دوپہر تک برابر کا مقابلہ رہا ۔ باوجود سپاہ کی کمی کے شامیون کا دہوان اوڑا دیا ۔ اور اپنے ثبات و استقلال کا میدان جنگ مین ڈنکا بجا دیا ۔ حصین بن نمیر کو توابین کی بے جگری اور سرفروشی سے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ موت کے آرزومند ہین ان کو بجز مارنے اور مرنے کے دوسرا کوئی خیال نہین ہے ۔ ہرچند یہ لوگ تہوڑے رہ گئے ہین مگر بہتون کی جان لینے والے ہین ۔ ایسی صورت مین بہتر یہ ہوگا کہ اپنی تمام فوج کا ان پر حملہ کر دیا

اور چارون طرف سے تیرون کا مینہہ برسایا جائے ۔ جب لڑائی کا نقشہ یون بندہا تو سلیمان نے اپنے لوگون سے کہا ۔ دیکھو یارو! تم نے خدا سے جو عہد کیا ہے اوس کو پورا کرو ۔ اگر تم کو اپنی نجات کی آرزو ہے تو اس فوج کو مار کر ہٹا دو اور بہشت مین جانے کا راستہ کرلو ۔ توابین اس بات کے سننے سے اور بہی زیادہ دلیر ہوگئے اور ایک بڑا ہی سخت حملہ کرکے دشمنون کے دل مین گہس گئے ۔ اوس وقت ان کی تلوار سے شامیون کے سر یون اوڑتے تہے جیسے چوگان سے گیند ۔ اس ہنگامہ مین ایک تیر آکر سلیمان بن صرد کی پیشانی مین لگا جس کے باعث وہ جان بحق تسلیم ہوگئے ۔ انکے بعد مسیب بن نجبہ علم لیکر آگے ہوئے اور خوب دل کہول کر لڑے ۔ یہانتک کہ وہ بہی مارے گئے ۔ انکے بعد عبداللہ بن سعد نے علم اوٹہایا ۔ اونہون نے اپنے دو افسرونکے مارے جانیکے جنگ کی سرگرمی مین کسی طرح کی افسردگی کو آنے نہین دیا ۔ آخر اونہون نے بہی لڑتے لڑتے اپنی جان دیدی ۔ انکے بعد عبداللہ بن وال نے علم لیا ۔ وہ اپنے باقیماندہ لوگون سے کہتے تہے کہ خبردار! ہمت نہ ہارو! یہ حسین کا قصاص ہے کہین بہولنا نہین ۔ تمہارے لیے توبہ کا دروازہ کہل گیا ہے اوسکو بند ہونے نہ دو ۔ اسی راستہ مین تمہاری نجات ہے۔" انکی باتون پر توابین کا جوش تازہ ہوجاتا تہا اور وہ جان توڑ کر لڑتے تہے ۔ اب شام ہونیکو آئی سپاہ شام کے پانون اوکہڑنے لگے ۔ یا تو وہ لوگ انکو گہیرے ہوئے تہے یا اب پیچہے ہٹنے لگے ۔ اس عرصہ مین عبداللہ بن وال کا بہی خاتمہ ہوگیا ۔

انکے بعد رفاعہ بن شداد علم لیکر آگے بڑہے اور لڑائی کا ٹہاٹہہ بدستور بندہا رہا ۔ اتنے افسرونکے قتل ہونے پر توابین کا دل ہٹیا نہونے پایا ۔ یہان تک کہ رات آگئی

اورانڈھیرا چھاگیا ۔ اوس وقت جنگ سے ہاتھ رُکا ۔ اور دونون فریق اپنے اپنے کمپ مین آگئے ۔ اس روز بھی جنگ ایسی ہوئی تھی کہ آئندہ کسی کو پھر جنگ کرنے کا ارمان باقی نرہا ۔ صبح کو دونون فریق (کوفی اور شامی) اپنے اپنے گھرون کو چلے گئے ۔ نہ انہون نے انکو روکا نہ اونہون نے ان کا پیچھا کیا ۔ گویا برابر کی جنگ ہوئی ۔ مگر آفرین ہے توابین کو کہ بغیر مدد کے اتنی بڑی فوج کا دل بجھادیا ۔ اگر انکو شامیون کی جیسی مدد ملتی تو معلوم نہین کہ کیا کچھ کر گذرتے ۔

ذکر خروج مختار بن عبید ثقفی

یہ مختار وہ شخص ہے کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ کو آئے تھے تو پہلے اسی کے گھر مین اوترے تھے ۔ اور اس نے اون کی بہت خاطر و مدارات کی تھی ۔ اسی باعث وہ ابن زیاد کا مورد عتاب ہوا تھا ۔ اور ابن زیاد کی زیادتیون سے تنگ ہو کر مکہ چلا گیا تھا اور وہان عبد اللہ بن زبیر کی نوکری کر لی تھی ۔ چند روز کے بعد وہ نوکری چھوڑ کر مدینہ مین آکر رہگیا تھا ۔ جب کوفیون کی سرگرمی حضرت امام حسین کا قصاص لینے کے بارہ مین زبان زد عام ہوگئی تو اوس کو بھی حرارت پیدا ہوئی ۔ اوس نے کوفہ کو آکر اپنے آپکو محمد بن حنفیہ کا نائب مشہور کیا ۔ اور لوگون سے اون کی بیعت لینے لگا ۔ کوفہ کے لوگ تو ایسے موقع کے منتظر بیٹھے ہی تھے تھوڑے سے عرصہ مین بہت لوگ اوس کے زیر فرمان ہوگئے ۔ اوس وقت کوفہ مین ابن زبیر کی طرف سے عبد اللہ بن مطیع نائب تھا ۔ وہ مختار کا زور و شور دیکھکر درپے مقابلہ اور مقاتلہ ہوا ۔ کوفہ کے میدان مین دونون کی خوب جھنی ۔ آخر کار مختار نے ابن مطیع کی فوج کو شکست

دی اور ابن مطیع بہاگ کر بصرہ چلا گیا ۔ اب مختار کوفہ مین حاکم مستقل ہوگیا ۔ اور اپنے زور بازو سے موصل ۔ آرمینیہ ۔ آذربائیجان اور حلوان پر بہی قبضہ کرلیا ۔ اس اثناء مین مروان نے انتقال کیا اور اوس کا فرزند عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہوا اوس نے مختار کی تنبیہ کے لیے ابن زیاد کو مامور کیا ۔ ابن زیاد ایک لاکہہ کی فوج لیکر مقام (نصیبین) پر پہونچا ۔ اور وہان سے بیس ہزار سوار بطور یلغار موصل کی طرف روانہ کیا ۔ موصل کا نائب عبدالرحمن بن سعید جو مختار کی جانب سے تہا (تکریت) کی طرف نکل گیا اور مختار کو صورت حال کی اطلاع دی تو اوس نے یزید بن انس کے ساتہہ تین ہزار سپاہی کرکے شامیون کے مقابلہ پر بہیجا ۔ جب یہ سپاہی تکریت مین پہونچے تو عبدالرحمن بہی ایک ہزار سپاہی لیکر اون کے ساتہہ ہوگیا ۔ یزید بن انس نے یہ تمام فوج لیکر موصل کے قریب دس میل پر مقام کیا ۔ ابن زیاد نے کوفیون کا بڑہتا ہوا حوصلہ گہٹانے کے لیے اور تین ہزار سوار ربیعہ بن مخارق کی افسری مین دیکر ابن انس کے مقابلہ پر روانہ کیا ۔ دونون طرف کی فوجین نوین تاریخ اوذیحجہ سنہ ۶۶ ہجری عرفہ کے روز آپس مین بہڑ گئین ۔ اوس وقت کوفیون کو شامیون سے بدلا لینے کا اچہا موقع ملا ۔ مختار کے جیسے زبردست حاکم کی حمایت نے اون کے حوصلہ کو اور بڑہا دیا ۔ اگرچہ شامی فوج کے مقابلہ مین یہ لوگ پانچوین حصہ سے بہی کم تہے مگر یہ اوس پر ایسے برس پڑے جیسے ساون کی جہڑی برستی ہے ۔ انکی تلوار اوس کالی گہٹا مین بجلی سی چمکتی تہی اور خون کے نالے بہ رہے تہے ۔ بہلا! ایسے مقابلہ کی کون تاب لاسکتا تہا ۔ سب کے ہوش اوڑ گئے ۔ اور ہوش کے ساتہہ وہ خود بہی اوڑ گئے ۔ کوفیون نے اون کے افسر ربیعہ کو پکڑ کر قتل کرڈالا ۔ اوسی روز اور تین ہزار فوج

عبداللہ بن حملہ کی افسری مین شامیون کی مدد پر پہونچ گئی ۔ یہ فوج کیا آئی گویا شامیون کے تن مین جان آئی ۔

دوسرے روز عید الضحی تھی ۔ کل کے بھاگے ہوئے اور نئے آئے ہوئے شامی دونون نے ملکر میدان جنگ مین پرا جمایا ۔ اور مختار کی کوفی فوج بھی اون کے مقابلہ پر تل گئی ۔ دونون فریق نے اوس روز عید کی قربانی کا خوب مزا اوڑایا ۔ دونون طرف کے آدمی بکرون کے عوض قتل ہو ہوکر زمین پر گرتے تھے اور نیم بسمل تڑپتے تھے ۔ ایسی قربانی اون کو کبھی کیون نصیب ہونے لگی ؟ اب ہم کوفیون کو مبارکباد دیتے ہین کہ انھون نے اچھی عید منائی شامیونکو اوس روز شکست فاش دیکر اپنی فتح کا نقارہ بجا دیا ۔ اور تین سو شامیونکو قید کرکے اپنے افسر یزید بن انس کے روبرو لا کھڑا کر دیا ۔ اسی کو تائید غیبی کہتے ہین ۔ یزید بن انس گو اوس وقت سخت بیمار تھا مگر مرتے دم اوس کو یہ بڑی خوشی نصیب ہوئی کہ اوس نے اون سب شامی قیدیون کے قتل کا حکم دیا ۔ بعد انتقال یزید بن انس کے کوفیون نے مختار سے کسی افسر کے مقرر ہونے کی درخواست کی تو اوس نے ابراہیم بن مالک اشتر کو سات ہزار فوج دیکر روانہ کیا ۔ ابراہیم کوفہ سے کوچ کرکے موصل کے قریب دس میل پر اوس جگہ پہونچا جہان ایک پہاڑ کے دامن مین اوس طرف ابن زیاد کے لشکر کی چھاونی پڑی تھی اور اپنی فوج کو پہاڑ کے اس طرف اوتار دیا ۔ یعنے دونون لشکر کے بیچ مین پہاڑ حائل تھا ۔ ان کے ساتھ والے تو کھا پیکر رات کو سو گئے مگر ابراہیم کو نیند نہ آئی ۔ طبیعت بے چین رہی اور رات کو انواع و اقسام کے خیالات مین صبح کر دی ۔ اون کے خیالات کا ماحصل

یہ تہا کہ جتنے لوگ بانی قتل حسین ہتے اون سب کا سرغنہ عبید اللہ بن زیاد ہی اب اوسکا اور میرا مقابلہ ہونے والا ہے۔ اگر مین نے اوس کو مار لیا تو گویا حسین کے قتل کا پورا معاوضہ ہو گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ دو باتین مجہے مایوس کیے دیتی ہین ایک تو اوس ظالم کے پاس فوج بہت ہے۔ وہ میرے قابو مین کس طرح آئیگا دوسرے یہ کہ مین اوس ظالم کو پہچانتا نہین۔ مین کبہی اوس کی صورت دیکہی نہین۔ اگر کسی سے دریافت کرون تو اس انبوہ کثیر مین اوسکا پتا کیسے لگیگا؟ وہ کچہ اپنی ذات سے مقابلہ کرنے کو سامنے تو آئیگا ہی نہین صرف اپنے ماتحت افسرون کو حکم دینے والا ہے۔ پہر اوس کی صورت ایسی صورت مین مجہے کیونکر نظر آئیگی؟ مین جانتا ہون کہ اگر اب وہ میرے ہاتہہ سے بچ گیا تو پہر کسی کے ہاتہہ نہ آئیگا۔ خدا کرے میرا اور اوسکا سامنا ہو جائے اور مین اوس کو مار کر پہینکدون۔ گو مجہے معلوم نہو کہ وہ کون ہے"

جب صبح ہوئی تو ابراہیم نے اول وقت نماز صبح سے فارغ ہو کر اپنے لشکر کو ترتیب دی۔ اور اون کو بہت کچہ پند و نصیحت کرکے حکم دیا کہ ایک ایک کالم جدا جدا ہو کر ایک پیچہے ایک اس پہاڑ پر (اونگلی سے اشارہ کرکے جس کے دامن مین شامی فوج اوتری تہی) چڑہ جاو۔ دیکہو تو خدا کیا کرتا ہے۔

بموجب ایما ابراہیم کے کوفی اوس پہاڑ پر چڑہ گئے تو اون کو دیکہتے ہی شامیونکے چہرے فق ہو گئے۔ کیونکہ اول تو اون کو کوفیونکے آنیکی خبر تک نہ تہی اور آئے تو سر ہی پر آگئے۔ دوسری وجہ یہ کہ کوفیون کا قبضہ ایسے مقام پر ہوگیا جہان طرف ثانی کا قابو نہین چل سکتا تہا۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے؟ ابن زیاد نے

دیکھا کہ اب بجز جنگ کرنے کے کوئی علاج نہیں ہے تو چار ناچار اوس نے فوج کو ترتیب دی اور ابراہیم کی صف کے سامنے صف آرائی کی ۔ ابراہیم بن اشتر ایک عربی گھوڑے پر سوار ہیں اور اپنی فوج کے سامنے کھڑے ہو کر باواز کہتے ہیں ۔ "اے جان نثاران اہل بیت رسول ! تم خوب جانتے ہو کہ ابن زیاد اس لشکر میں ہے ۔ کون ابن زیاد ؟ وہی ابن زیاد ۔ جس نے حسین پر اور اون کے ساتھ والوں پر اسی نہر فرات کو (اونگلی سے بتا کر جو سامنے بہ رہی تھی) بند کر دیا اور تین روز پیاسا رکھا ۔ وہی ابن زیاد ۔ جس نے حسین کو باوجود بہت سی خواہش کے اون کے وطن کو جانے نہیں دیا ۔ یہاں تک کہ اون کو اور اون کے اہل بیت کو قتل کروایا ۔ وہی ابن زیاد جس نے پیغمبر کے نواسے پر ایسا ظلم کیا جو فرعون نے بھی بنی اسرائیل پر نہیں کیا تھا ۔ اوس کو خدا نے آج تمہارے بس میں کر دیا ہے ۔ اب تم پر فرض ہے کہ تیر سے ۔ سنان سے ۔ شمشیر سے جس سے بن پڑے اوس کو مار ڈالو اور اپنے دل کی تسکین کر لو"

اتنا کہہ کر اپنے علم کے نزدیک آ گئے اور جنگ شروع ہو گئی ۔ سپاہیوں کی ہل چل اور جنگی باجوں کی آواز سے وہ پہاڑ گونج اوٹھا ۔ طرفین کے لوگ تلوار اور برچھیاں تول تول کر ایک ایک کے مقابلہ پر آ گئے ۔ لوگ قتل ہونے لگے ۔ حصین بن نمیر نے اپنا میمنہ کوفیوں کے میسرہ پر ڈال دیا ۔ کوفیوں کے میسرہ پر علی بن مالک جو افسر تھا مارا گیا ۔ اوس کی جاے پر اوس کا بیٹا محمد بن علی علم لیکر کھڑا ہوا تو وہ بھی مارا گیا ۔ اس واقعہ نے کوفیوں کے

پانون اوکھاڑ دیے اور وہ پراگندہ گئے ۔ ابراہیم بن مالک اشتر نے جو یہ ابتری دیکھی تو ندا کی کہ اے گروہ خدا! مین ابن اشتر ہون ۔ ذرا پہچانو اور میری طرف آو! تم کچھ خوف وہراس کو اپنے دل مین جگہ نہ دو۔ پھر اونھون نے اپنی فوج کی تشفی کے لیے سر سے خود کو اوتار کر لوگون کو اپنا چہرہ دکھایا ۔ کوفی ابراہیم کی آواز سنکر اور اون کا چہرہ دیکھ کر فراہم ہوگئے ۔ اون کے دل مین دشمن کا خوف جو گھس گیا تھا وہ نکل گیا۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ اب تم اپنا میمنہ شامیون کے میسرہ پر ڈال دو ۔ اور خود ابراہیم نے بھی اون کے ساتھ شریک ہوکر اسقدر جوانمردی دکھائی کہ اگر اون کے والد بزرگوار زندہ ہوتے تو وہ بھی آفرین کہتے [*] سیکڑون آدمی ان کے ہاتھ سے مارے گئے ۔ اور کوفیون نے ان کا اچھا ساتھ دیا ۔ اس دار و گیر مین ابراہیم کی نظر ایک شخص پر پڑی جو نہر فرات پر کھڑا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا ۔ سر پر ریشمی شملہ ہے اور بدن مین بیش قیمتی بکتر ہے۔ ابراہیم کو خیال ہوا کہ یہ کوئی معزز شخص ہے اس کو مار لینا چاہیے ۔ لپک کر پھرتی کے ساتھ اوس پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ کمر سے دو ہو کر زمین پر گر پڑا ۔ ابراہیم نے وہان سے پلٹ کر اپنے لوگون کو کہا کہ مین نے

---

[*] ابراہیم کے والد بزرگوار مالک اشتر صحابی رسول مختار تھے ۔ یہ بزرگ صفین کے جنگ مین جناب علی مرتضے کے ساتھ تھے ۔ ان کے ہاتھ سے اوس جنگ مین ایک ہزار سپاہی طرف ثانی کے قتل ہوئے ۔ انکی بہادری ضرب المثل تھی۔

دشمن کے ایک آدمی کو جو لب نہر علقم کے نزدیک کہڑا تہا اور اوس کے کپڑون سے مشک کی بو آتی تہی اور سواری مین گہوڑا بہی بہت اچہا تہا ۔ تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالا ہے ۔ میرا گمان غالب ہے کہ یہی ابن زیاد ہوگا ۔ تم جاکر دیکہو کہ وہی ہے یا کوئی اور ہے ۔

کوفیون نے جاکر دیکہا تو ابن زیاد ہی تہا جو مرا پڑا تہا ۔ دونون پانون ایک طرف اور دونون ہاتہ ایک طرف کٹے پڑے تہے ۔ وہ بڑی خوشی سے اوس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے سامنے لائے ۔ ابراہیم نے خدا کا شکر کرکے حکم دیا کہ اب دوسرے سرکشون کے سر بہی اوتار لو ۔ ابن زیاد کے قتل ہونے سے کوفیون کے دل شیر ہوگئے ۔ ایک ہی حملہ مین حصین ابن نمیر اور شرجیل بن ذی الکلاع دونون افسرون کو بہی لیا ۔

اس حملہ مین شامیون کی فوج کا ایک بڑا حصہ تہ تیغ ہوا ۔ اور بہت سے لوگ نہر فرات مین ڈوب کر مر گئے ۔ اور کچہ لوگ سراسیمہ و ابتر حالت سے ادہر اودہر روپوش ہوگئے ۔ کہیت ابراہیم کے ہاتہ رہا ۔

یہ معرکہ دسوین محرم سنہ ۶۶ ہجری مین واقع ہوا ۔ ابراہیم نے ابن زیاد کے سر کے ساتہ دوسرے نامور سردارون کے بہی سر کاٹ کر کوفہ کو مختار کے پاس بہیجدئے ۔

ابراہیم کی اس کارگزاری کا مختار بہت ممنون ہوا اور حکم دیا کہ جس جگہ حسین کا سر لٹکایا گیا تہا وہان ان سرون کو لٹکا دو ۔

کوفہ مین جتنے محبان اہل بیت تہے بہت خوش ہوئے ۔ مختار کو

اور ابراہیم کو دعا دینے لگے ۔ مگر جو لوگ ابن زیاد کے طرفدار تھے اونکو ابن زیاد کا قتل ہونا سخت ناگوار گزرا ۔ مختار کی حکومت اون کے لیے بلائے جان ہوگئی وہ لوگ آپس مین اتفاق کر کے غدر کرنے پر آمادہ ہوگئے ۔ مختار کو اون کے اس فاسد خیال پر غصہ آیا ۔ اوس نے ابراہیم بن اشتر کو بلا کر کہا "تم نے جس طرح شامیون کی سرکوبی کی ہے ویسے ہی اب کوفیون کی خبر لینی چاہیے ان لوگون کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی ہے ۔ حسین کے قتل پر یہ لوگ جتنے خوش ہوئے تھے اوس سے زیادہ ابن زیاد کے قتل پر ناخوش ہوئے ہین ۔ ان کی نیت بلوہ کرنے کی ہے ۔ بہتر یہی ہے کہ ایسے لوگ نیست و نابود کر دیے جائین تاکہ دشمن اہل بیت روئے زمین پر باقی نہ رہے"۔

ابراہیم نے مختار کی رائے سے اتفاق کیا ۔ اور شہر مین منادی کر دی گئی کہ جو محب اہل بیت ہے وہ علحدہ ہو جائے ۔ باقی لوگون کے ساتھ اونکی تلوار ہے اور ہم ہین ۔

طرفداران ابن زیاد تو اس بات کے خواہان تھے ہی ۔ جھٹ پٹ مقابلہ پر آ گئے ۔ اون کو یہ خیال تھا کہ جو کام ہم سے ہوگا وہ مختار سے نہوگا ۔ مگر اون کا یہ خیال غلط تھا ۔ آج مختار حاکم ہے اور ابراہیم بن اشتر سپہ سالار ہے بھلا! ان کے سامنے ابن زیاد کا کچھ زور چل ہی نسکتا ۔ پھر یہ بیچارے مشت استخوان کیا کر سکتے ہین ۔ غرض آپس مین تلوار چلنے لگی ۔ اور چلی بھی خوب چلی ۔ آخر ابراہیم نے اون کو پسپا کر دیا ۔ بہت سے سرغنے تو قتل ہوئے اور باقی بھاگ گئے ۔ ان بھاگنے والون مین پانسو آدمی گرفتار بھی ہوئے ۔

ان کی نسبت مختار کا حکم صادر ہوا کہ دیکھو جو شخص حسین سے لڑنے کو عمر بن سعد کے ساتھہ گیا ہو اوس کو تو قتل کر ڈالو ۔ اور باقی لوگون کو چھوڑ دو ۔

بعد دریافت کے دو سو چالیس آدمی قتل کیے گئے جو عمر بن سعد کے ہمرکاب تھے مختار نے کوفہ مین پھر ایک منادی کرائی کہ کوفہ مین جو لوگ حسین کے قاتل ہون اون کا خون حلال ہے جس کا جی چاہے اون کو قتل کر ڈالے ۔

اس کے سنتے ہی شرکائے قتل حسین کوفے سے بھاگ گئے ۔ اون مین شمر ذی الجوشن بھی تھا جو بھاگ کر ایک گاؤن مین چھپ گیا تھا اور وہان سے مصعب بن زبیر کے نام ایک خط لکھہ کر کسی شخص کے ہاتھہ بصرہ بھیجا تھا ۔ چونکہ شمر ایک مشہور آدمی اور سب سے زیادہ دشمن اہل بیت تھا مختار نے اوس کی تلاش کے لیے جاسوس مقرر کیے تھے ۔ اون مین سے ایک جاسوس نے اوس نامہ بر کو پکڑ کر شمر کی جائے سکونت دریافت کی ۔ اور مختار کے حکم سے کچھ لوگون نے جا کر اوس گاؤن کو گھیر لیا ۔ شمر گھبرا کر باہر نکل آیا ۔ مختار کے لوگون نے پکڑ کر اوس کا سر کاٹ لیا ۔ مالک بن بشیر بھی گرفتار ہوا اور مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار نے کہا ۔ ”تو وہی ہے جس نے حسین کا لباس اوتار لیا تھا ۔ اچھا ! اس کے دونون ہاتھہ اور پاؤن کاٹ ڈالو ۔“ اوس کے ہاتھہ پاؤن کاٹ ڈالے گئے وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا ۔ عبد اللہ بن اسید جہنی کو بھی سخت عذاب دیکر قتل کرایا ۔ خولی بن یزید کے مکان مین لوگ گھس کر اوس کی تلاش کرنے لگے تو وہ تہہ خانہ مین چھپ گیا ۔ اوس کی عورت سے پوچھا کہ تیرا شوہر کہان ہے تو اس نے کہا مجھے

معلوم نہین ۔ مگر جب سے کہ وہ امام حسین کا سر لایا تھا اوس کی عورت اوس کو لعنت و ملامت کرتی اور اوس سے سخت نفرت رکھتی تھی ۔ اونگلی کے اشارہ سے بتادیا کہ تہ خانہ مین ہے ۔ لوگون نے وہان جاکر اوس کو پکڑ لیا اور مختار کے روبرو حاضر کردیا ۔ مختار نے کہا کہ اس کو ذبح کرو اور جسم آگ مین جلادو ۔ حکیم بن طفیل کو گرفتار کرنے کا حکم ہوا تو اوس کے قرابت دار عدی بن حاتم کے پاس دوڑے گئے تاکہ عدی مختار سے اوس کی شفاعت کرے ۔ چونکہ لوگون کو علی عباس کا قتل اوس کے ہاتھ سے ہونیکے باعث اوس سے سخت عداوت تھی ۔ عدی کے واپس آنے تک اوس کو قتل کر ڈالا ۔ زید بن رقاد کے گھر پر جوان پہونچے ۔ اوس نے عبد اللہ بن مسلم کو قتل کیا تھا ۔ زید تلوار لیکر نکلا تو جوانون نے اوس کو سنگسار کرکے زمین پر گرادیا اور ابھی اوس مین جان باقی تھی کہ آگ مین جلادیا ۔ سنان بن انس اور محمد بن اشعث کی تلاش کیگئی تو معلوم ہوا کہ یہ دونون بھاگ کر بصرہ چلے گئے ہین ۔ مختار نے حکم دیا کہ انکے گھر توڑ کر ہل چلایا جائے ۔ اسی طرح جو لوگ بھاگ گئے تھے اون سب کے گھر مسمار کردئے گئے ۔ اب رہا عمر بن سعد جو ابن زیاد کی طرف سے سپہ سالار فوج کربلا ہوا تھا اوس کے قتل کا حکم ہوا تو وہ گھر گھر چھپنے لگا ۔ جب یہ خبر مختار کو پہونچی تو کہا “عمر کی گردن مین حسین کے خون کی زنجیر ہے کہان جاسکتا ہے ۔ اگر آسمان پر بھی چڑھ جائیگا تو وہ زنجیر اوس کو کھینچ لائیگی” ۔ آخر پتا لگا ۔ اوس نے وہان سے بھی بھاگنا چاہا مگر دامن پانون مین اولجھا اور گر پڑا اور ابو عمرہ نے اوس کا سر کاٹ کر مختار کے روبرو حاضر کیا ۔ اوس وقت مختار کے دربار مین عمر بن سعد کا بیٹا حفص بیٹھا تھا ۔ مختار نے اوس سے پوچھا ۔ تو جانتا ہے کہ یہ سر کس کا ہے؟

اوس نے کہا۔ "ہان جانتا ہون کہ یہ سر میرے باپ کا ہے۔ اب مجھے زندگی تلخ معلوم ہوتی ہے"۔ مختار نے کہا۔ "سچ کہتا ہے"۔ اور حکم کیا کہ اس کا سر بہی کاٹ لو۔ ایک حسین کے بدلے مین اور ایک علی اکبر کے بدلے مین۔ اسکے بعد حکم کیا کہ یہ دونون سر اور نیز دوسرے سرکشون کے سر مدینہ کو محمد بن حنیفہ لیجاؤ اور کہو کہ خدا نے مجھے جو قوت دی ہے وہ صرف اسی لیے دی ہے کہ اہل بیت کے دشمنون کو صفحہ ہستی سے مٹا دون۔ اب تک مین نے تمہارے بہت سے دشمنون کو قتل کیا ہے اور پہر بہی تلاش جاری ہے حسین کا قاتل جہان ملیگا اوس کو قتل کرون گا۔ اگر مین سو مین چہتر قریش کو قتل کر ڈالون تو سمجھون گا کہ حسین کی ایک اونگلی کا بدلا بہی نہین ہوا۔

	داخلہ نمبر
	فن نمبر
	کتاب نمبر

RARE BOOK NOT TO BE ISSUED

Checked 1987

قطعۂ تاریخ از امیر الشعرا جناب سید امیر اللہ صاحب تسلیم امیر صدر عدالت شاہجہانپور

این چه نادر نسخه ایست که مرصع بوده است
پر ز درد و واردات و واقعات کربلا
حسب مضمون نقش که وافی سال ختم آن امیر
با دل پر درد و کیفیت و اردات کربلا

۱۳م

دل پر درد   واردات کربلا
۴۴۴ + ۸۶۵ = ۱۳۰۹ ہجری